اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

قہرِ خداوندی

بر

دھماکۂ دیوبندی

ترتیب و تدوین: مولانا محمد حسن علی رضوی

اہتمام: حضرت علامہ سیّد مظفر حسین شاہ

ناشر:

مکتبہ قاسمیہ رضویہ

سبزی منڈی نزد فیضانِ مدینہ کراچی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

قہرِ خداوندی

بر

دھاکہ دیوبندی

ترتیب و تدوین: مولانا محمد حسن علی رضوی

[illegible]: حضرت علامہ سیّد مظفر حسین شاہ

ناشر:

مکتبہ قاسمیہ رضویہ

سبزی منڈی نزد فیضانِ مدینہ کراچی

نام کتاب ——— قہر خداوندی بر دھماکہ دیوبندی

مصنف ——— مولانا محمد حسن علی رضوی

باہتمام ——— حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ

ناشر ——— مکتبہ قاسمیہ رضویہ، کراچی

قیمت ———

ناشر:-

مکتبہ قاسمیہ رضویہ

سبزی منڈی نزد
فیضان مدینہ کراچی

[redacted]

الرابطہ:- احمد رضا قادری سلطانپوری

NusratulHaq@Yahoo.com

دیوبند سے نجد تک کی وہابیت کو عام

چیلنج

مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام 10000

ہر اُس شخص کو دیا جائے گا جو اس کتاب میں مذکور حوالہ جات کو غلط ثابت اور اس کا مکمل جواب شائع کرے - عدم ادائیگی کی صورت میں بذریعہ عدالت بھی یہ روپیہ وصول کیا جاسکتا ہے -

محمد حسن علی
قادری رضوی بریلوی
مہتمم مدرسہ حنفیہ غوثیہ انوار رضا
میلسی

انتساب

میں اپنی اس تالیف کو بصد اخلاص و احترام امام اہل سنت فارقِ نور و ظلمت نائب اعلیٰحضرت مظہر صدر الشریعت سیوطی زماں بیہقی دوراں محدثِ اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ استاذ العلماء سلطان الفقہا علامہ ابو الفضل ثم ابو الفضل

محمد سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ الحدیث مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف و بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور شریف

کے نام نامی اسم گرامی سے منتسب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں جن کے نعرۂ حق کی گونج سے ایوانِ نجد و دیوبند لرزہ براندام ہیں جن کے علمی و روحانی فیوض و برکات کے چشمے ان شاء اللہ العزیز صبح قیامت تک جاری و ساری رہیں گے اور "حسام الحرمین" کا پرچم آب و تاب کے ساتھ لہراتا رہے گا۔

کہاں ہیں زہر زبان دریدہ ناکوں سے پوچھنا چاہیے

کہ ناکوں پر ہے قبضہ جما بجا سردار احمد کا

محمد حسن علی رضوی بریلوی

مہتمم مدرسہ حنفیہ غوثیہ انوار رضا میلسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ تشکر

گذشتہ چند ماہ سے دیوبندی وہابی فرقہ نے نہ معلوم کس سوچی سمجھی سکیم کے تحت یکے بعد دیگرے مسلک اہل سنت کے خلاف الزام تراشیوں سے بھرپور متعدد کتب و رسائل شائع کیں، بالخصوص تاجدارِ اہل سنت مجددِ دین و ملت اعلیٰحضرت علامہ الشاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات پر رکیک و ذلیل حملے کئے، جس سے ملک کے سوادِ اعظم میں بے چینی پھیل گئی ان سب میں سب سے زیادہ شر انگیز و پرفتن کتاب دیوبندیوں کا "دھماکہ" تھی شائد آج تک کسی نے بھی اتنی غلیظ کتاب نہ دیکھی ہو، فقیر راقم الحروف اور دیگر علماء و مشائخ اہلسنت نے اس کے جواب کے لئے "مؤلف اسرار رموز نجدیت کاشف کرائف دیوبندیت" مجاہد اہل سنت مولانا محمد حسن علی قادری رضوی کو مجبور کیا انہوں نے جس جامعیت اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ اس فتنہ کا منہ بند کیا اور اہل دھماکہ کو دندان شکن جواب دیا اس کو اس دور میں سیدنا اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندہ و تابندہ کرامت قرار دیا جا سکتا ہے، ہم عوام و حکام اور ملک کے سنجیدہ مزاج اعتدال پسند طبقہ پر یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس فتنہ کی تمام تر ذمہ داری دیوبندی وہابی فرقہ پر ہے، ممکن ہے بعض معتدل مزاج احباب زیرِ نظر کتابچہ میں تلخی یا تیزی محسوس کریں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ گذارش کریں گے کہ وہ بنظر انصاف دیوبندی شاہکار "دھماکہ" اور زیرِ کتاب "قہر خداوندی" کا بنظر انصاف مطالعہ کریں اور دلائل نفی و اثبات کا جائزہ لیں حقیقت سمجھنا کوئی اتنا دشوار

نہ ہوگا۔ اس کتاب میں دیوبندیت وہابیت کی ابتداء آفرینش سے لیکر آج تک کے سنسنی خیز واقعات، اعتقادی گمراہی اخلاقی دیوالیہ پن دیوبندیت کے پس منظر اور پیش منظر کو اس مکتب فکر کے ذمہ دار علماء کی مستند کتب سے قلمبند کیا گیا ہے۔ دھماکہ کی خیانتوں اور جعلسازیوں کا راز طشت از بام کیا گیا ہے۔ بلاشبہ زیر نظر کتاب قہر خداوندی نے کفر و ارتداد اور گمراہی کا ایک سیل رواں روک کر رکھ دیا ہے۔

یہ کتاب جہاں عامۃ احباب کے لیے دیندار و دین پسند افراد کیلئے مفید ہے وہاں مبلغین و مناظرین اہل سنت کے لئے ایک یادگار تحفہ اور عظیم سرمایہ ہے۔ بلاشبہ ایک عام مسلمان اس کتاب کے مطالعہ سے بڑے سے بڑے دیوبندی وہابی مناظر مبلغ کے دانت کھٹے کر سکتا ہے اپنے ایمان کو ارتداد کی آندھیوں سے بچا سکتا ہے۔

اہل دیوبند سے درخواست

ہم دیوبندی وہابی مکتب فکر کے غیر متعصب انصاف پسند افراد سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دھماکہ اور اس کا زیر نظر جواب قہر خداوندی بر دھماکہ دیوبندی لے کر بیٹھ جائیں حوالہ جات کی اصل کتابوں سے مطابقت کریں ہم دعوئ سے کہتے ہیں کہ انصاف اور دیانت کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنے والا انشاء اللہ العزیز دیوبندیت وہابیت کے چکروں سے نجات حاصل کرے گا۔

قابل ضبط کتابیں

ہم اس موقعہ پر ارباب حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اس ملک میں مذہبی و اعتقادی اختلافات کی اصل بنیاد تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب، براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب و مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی، حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، تقویۃ الایمان و صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی، فتاوی رشیدیہ مصنفہ مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں۔ جن کے مندرجات گمراہ کن گستاخانہ کفریہ عبارات مسلمان کیلئے ناقابل برداشت ہیں۔ اور جلیل القدر علمائے عرب و عجم نے ایسے گستاخانہ عقائد اور انکے حاملین پر ارتداد کے فتاوی مبارکہ صادر کئے ہیں اس مملکت خداداد سے ہمیشہ کیلئے فتنہ و فساد کی جڑ کاٹنے کیلئے متذکرہ بالا کتب کی ضبطی از بس ضروری ہے۔ جہاں تک زیر نظر کتاب قہر خداوندی کا تعلق ہے یہ ایک آئینہ ہے اس میں فاضل مصنف نے زبانی لن ترانیوں کی بجائے حقائق اور دلائل کو مدنظر رکھا ہے کوئی صاحب تلخی یا تیزی محسوس کرنیکی بجائے اصل کتابوں سے حوالہ جات کی مطابقت کر سکتا ہے۔ فقیر راقم الحروف کو مسرت ہے کہ اس کتاب میں دھماکہ کے جملہ دلائل کا تجزیہ اور خرافات و اختراعات کا بڑی خوش اسلوبی سے پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے۔ ورنہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کتاب کا جواب لکھنے والے چند موٹی موٹی باتوں کا جواب دیتے ہیں لیکن فاضل مصنف نے دلائل کی قوت اور استدلال کی طاقت سے دھماکہ کا پوری طرح محاسبہ کیا ہے۔

علماء و مشائخ و احباب اہل سنت سے اپیل

ہم اپنے جلیل القدر علماء و مشائخ و احباب اہلسنت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ سادہ لوح سنی مسلمانوں کو اعتقادی آندھیوں سے بچانے کیلئے اس عظیم کتاب کی اپنے احباب میں اشاعت کریں اپنے مدرسوں دینی انجمنوں اور اداروں کی لائبریریوں میں رکھیں اور دینی مدارس کے مہتمم حضرات یا انتظامیہ کے افراد کامیاب ہونے والے طلباء کو قہر خداوندی بر دھماکہ دیوبندی بطور انعام دیں حضرت مشائخ طریقت پیران عظام اپنے حلقہ ارادت کے احباب کو زیر نظر کتاب سے استفادہ کی تلقین فرمائیں کیونکہ اس پرفتن دور میں ایمان کی دولت کا بچانا اور خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے عزائم اور گمراہ کن تحریک سے خبردار رہنا از بس ضروری ہے۔

شاہد القادری لائلپور شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

مقدمہ

دلِ اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

حال ہی میں دیوبندی وہابی مکتبِ فکر کی طرف سے ایک کتابچہ بنام دھماکہ منظرِ عام پر آیا ہے جس کے گمنام مصنف ومرتب نے کمال ڈھٹائی کے ساتھ علماءِ اہلسنّت کو افتراق وانتشار کا ذمہ دار ٹھہرا کر علماءِ عرب وعجم کے ممدوح اس صدی کے مجدّدِ برحق امام اہلسنّت اعلیحضرت عظیم البرکت شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی الارضین مولانا شاہ علامہ عبد المصطفٰے امام احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر رکیک وذلیل حملے کئے اور آپ کی تصانیفِ جلیلہ واشعارِ مبارکہ وعباراتِ طیبہ کو موروثی خیانت وبے ایمانی کے ساتھ اپنی باطل مراد کے لئے توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ بے موقع وبے محل عبارات نقل کیں۔ اشعار کو غلط اور سراسر خلافِ معنی پہنائے گئے اور حد یہ کہ الزام تراشی اور بہتان طرازی کی انتہا کردی۔ سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالتِ علمی کی گواہی تو علماءِ عرب وعجم نے دی۔ آپ کی تصانیفِ جلیلہ کو سمجھنا اور ان کی علمی وتحقیقی گہرائی وگیرائی کو پانا بڑی بات تھی اُن کے اشعارِ مبارکہ کے صحیح مفہوم کو سمجھنا قرآن وحدیث کے اسرار ورموز سے واقف اہلِ زبان وکلام کا کام تھا۔ مصنف دھماکہ کی علمی بے بضاعتی کا تو یہ عالم ہے کہ وہ بے چارہ سیدنا شاہ آلِ احمد حضرت اچھے میاں مارہروی علیہ الرحمۃ کی مدح میں کہے گئے اشعار حضور اقدس

نبی اکرم رسولِ محترم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں اور سیدنا سرکارِ دوعالم نورِ مجسّم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں کہے گئے اشعار سیدنا غوثِ اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں سمجھ رہا ہے حتّٰی کہ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے اشعار لاکھوں سلام کو مرزا غلام احمد قادیانی دجّال کی مسجد کے زلزلہ کی مدح میں تصور کررہا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲، صفحہ ۵۰، صفحہ ۵۳ از «دھماکہ»۔

علمی استعداد اور قابلیت تو دور کی بات ہے جس شخص کو اتنی سوجھ بوجھ بھی نہیں کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا کونسا شعر کس کی مدح میں ہے اُسے اعلیحضرت کی عبارات واشعار پر تنقید کا شوق چرایا ہے۔ شاید مصنف دھماکہ نے پوری دُنیا کو گنگوہی کی طرح اندھا سمجھ لیا ہے۔

اور پھر جہالت کا یہ عالم کہ «دھماکہ» میں جگہ جگہ مذہب اسلام، مذہب اسلام لکھا ہے۔ اسلام مذہب یا دین ——— ؟

قارئین کرام بالخصوص اہلِ علم وانصاف یہیں سے مصنف دھماکہ کی استعداد وقابلیت اور بغض وعناد کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

مصنف نے یہ کتابچہ بظاہر مبلغ یورپ مولانا ارشد القادری مدظلہ العالی کی شہرۂ آفاق تصنیف زلزلہ کے جواب میں لکھا ہے اور اس کا نام اسی انداز میں دھماکہ منتخب کیا ہے مگر دھماکہ کو اوّل تا آخر حرفاً حرفاً پڑھ جائیے۔ اس میں زلزلہ کی کسی ایک دلیل کو چھوا تک بھی نہیں نہ مصنف زلزلہ کے حوالہ جات کو چیلنج کیا۔ اصول وانصاف کا تقاضہ تھا کہ مصنف زلزلہ کے دلائل وحوالہ جات کا توڑ کرکے پھر مصنف زلزلہ پر الزام تراشی وسیدنا اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زبان درازی کی جاتی۔ زلزلہ آج بھی زلزلہ ہے۔ زلزلہ نام ہے خدائے قہار کے قہر وغضب کا جو ایوانِ کفر وارتداد پر نازل ہوا۔ اہلِ توہین وتنقیص زلزلہ کے متاثرین ہیں جو چیخ وپکار کررہے ہیں۔ بدحواسی میں کچھ کا کچھ بول رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں دھماکہ نام ہے ایک مغربی ایجاد کا۔ چونکہ ان کی رگیں سرکارِ انگریز سے ملتی ہیں۔ اُن سے اُن کا ذہنی فکری اور قلبی رُوحانی رشتہ ہے۔

لہٰذا ان کو وہی نام پسند ہوگا جس میں اُن کے آقا انگریز سے کوئی تعلق ونسبت ہو۔

دھماکہ تو ویسے بھی تخریب وشرارت کی علامت ہے۔ ایک دھماکہ وُہ ہے جو مملکت خداداد پاکستان کے ازلی دشمن نے راجستھان میں کیا ہے۔ ایک دھماکہ وُہ ہے جو تخریب کار بلوچستان وسرحد میں کرتے ہیں اور ایک دھماکہ یہ ہے کہ ان کے ایجنٹوں نے ملک کے سواد اعظم کے خلاف پنجاب میں کیا۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ اپنے اس تخریبی دھماکہ کے ساتھ ہی انتشار وافتراق کا الزام بھی ملک کے سواد اعظم کو دیا جا رہا ہے۔

زلزلہ تو ہے ہی زلزلہ۔ زلزلہ اور دھماکہ کی تباہی میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے کہاں خدائی آفت اور کہاں حادثات توت۔ دھماکہ میں ہے کیا۔ دھماکہ بجائے خود زلزلہ کے لاجواب ہونے کی دلیل ہے ورنہ بتایا جائے زلزلہ کی کس بات کا دھماکہ کے کس صفحہ پر جواب ہے ——؟ کیوں نہ ہو

؎ وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

دھماکہ میں اگر کوئی نئی بات ہے تو وُہ یہ ہے اور یہ مصنّف دھماکہ نے اپنی جان میں بہت بڑا تیر مارا ہے کہ شاہ فیصل کی آڑ میں علماء اہلسنّت کے خلاف زبان درازی کی گئی ہے اور درحقیقت اپنی وہابیت نجدیت کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔

اور پھر مصنّف دھماکہ نے ہزار قسم کی الزام تراشی اپنے اکابر کی توہین آمیز کفریہ عبارات پر پردہ ڈالنے کے لئے سیّدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے اہلسنّت پر توہین وتنقیص کے بے بنیاد ومن گھڑت الزام لگائے لیکن اس کے باوجود وہ "گذارش احوال واقعی" کے تحت ان کو مسلمان بھی تسلیم کرتا ہے اور لکھتا ہے

"تقسیم برصغیر کے بعد جو مسلمان بھارت میں رہ گئے ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وُہ

اتحاد واخوت سے اپنی تمام تر مساعی غلبۂ اسلام اور قومی تشخص کو برقرار رکھنے پر صرف کرتے —————— غیر مسلم اکثریت کی سیاسی جماعتیں بھی مسلمانوں کے تعاون کے بغیر اپنی کامیابی کو خیال خام ہی تصور کرتیں" مگر

؎ اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ۔

اب اس عقل کے دشمن سے کون پوچھے کہ جب آپ انہیں (معاذاللہ) تنقیص خداوندی توہین مصطفوی صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی گستاخی وبے ادبی کا مرتکب قرار دے رہے ہو تو پھر ان کو مسلمانوں میں کس منہ سے شمار کر رہے ہو۔ کیا (معاذاللہ) خدا ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی توہین وتنقیص اور صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی بے ادبی وگستاخی کرنے والے بھی مسلمان ہوتے ہیں

کیا یہ حقیقت نہیں کہ تنقیص وتوہین بے ادبی وگستاخی کے یہ سارے الزامات محض آپ کے اندرونی بغض وعناد کی عکاسی کرتے ہیں۔ کتاب دھماکہ کی اشاعت کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ مصنّف دھماکہ فی الواقع سیدنا اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ ودیگر علماء اہلسنّت کو بے ادب وگستاخ اور توہین وتنقیص کا مرتکب سمجھتا ہے ہرگز نہیں بلکہ دھماکہ کی اشاعت کا مقصد تو مصنّف دھماکہ خود بیان کرتے ہیں ایک بزرگ ارشد القادری صاحب جو علامہ بھی کہلاتے ہیں نے ایک کتاب زلزلہ لکھی جو ہندوستان میں چھپی، برطانیہ پہنچی اور اب افادہ عام کے لیے پاکستان میں اس کی اشاعت عام ہو رہی ہے۔

اب پاکستان میں زلزلہ کی اشاعت کے بعد تصویر کا دوسرا رُخ دکھانے کے لئے دھماکہ کی اشاعت ناگزیر تھی۔ پاکستان میں یہ کتاب بخوشی نہیں بقلب حزیں شائع کی جا رہی ہے" ملاحظہ ہو گذارش احوال واقعی از دھماکہ گویا دھماکہ کی اشاعت محض ضد وعناد کے طور پر حقیقت کا منہ چڑانے کے لئے ہے۔

اگر زلزلہ میں ان کے اکابر کی گستاخانہ عبارت وعقائد کا پوسٹ مارٹم نہ ہوتا تو یہ بھی اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ودیگر علماء اہل سنت پر الزام

تراشی نہ کرتے۔ گذارش احوال واقعی کے یہ الفاظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، یہ کتاب (دھماکہ) بخوشی نہیں بلکہ بقلب حزیں شائع کی جارہی ہے کیوں ـــ ؟ ۔ اس لئے کہ زلزلہ شائع ہوگیا اور اس میں دیوبندیت کے ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا گیا۔

ناظرین کرام کو حیرت ہوگی کہ آج تک وہابیہ دیوبندیہ سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی اور آپکے متبعین وہم عقیدہ علماء پر حضور علیہ السلام کو حد سے بڑھانے اور خدا سے ملانے کے فتوے لگاتے رہے ہیں، مگر مصنف دھماکہ نے جب یہ دیکھا کہ دیوبندی علماء کا یہ فن ناکام رہا اور عوام انکے خانہ ساز شرک و بدعت کو قبول نہیں کرتے تو انہوں نے اپنا پرانا طریقہ چھوڑ کر علمائے اہلسنت کے انداز میں حقیقت کا منہ چڑاتے ہوئے اپنے اکابر کی گستاخیوں اور توہین آمیز کفریہ عبارتوں پر پردہ ڈالنے اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے معاذ اللہ اعلیٰحضرت جیسے عاشق صادق اور فنا فی الرسول اور دیگر علماء پر توہین انبیاء کرام و اولیائے عظام و اہل بیت اطہار بے ادبی و گستاخی کا الزام لگانا شروع کر دیا جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اگر اعلیٰحضرت یا دیگر علماء اہلسنت واقعی ایسے تھے جیسا کہ ان پر الزامات لگائے گئے ہیں تو اکابر دیوبند نے انہیں حضرات انبیاء و رسل صحابہ کرام و اہلبیت اطہار کا بے ادب گستاخ قرار دیکر ان پر حکم شرعی کیوں نہیں کیا جس چیز کو وہ اللہ و رسول جل علا و صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی گستاخی یا توہین تنقیص سمجھتے تھے انکے مرتکبین پر فتویٰ شرعی (جیسا کہ خود سرکار اعلیٰحضرت نے حقیقی گستاخان رسالت مرتکبین شانِ الوہیت پر فتویٰ شرعی جاری فرمایا بالخصوص ضروریات دین کا منکر قرار دیا) جاری کرتے مگر نہیں اکابر علماء دیوبند نہ صرف اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ اور آپکے متبعین کو مسلمان سمجھتے ہیں بلکہ انکی اقتدا میں نماز کو بھی جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ آگے آئیگا۔ کیا کسی گستاخ رسول علیہ السلام و گستاخ صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی اقتدا میں نماز ہو جاتی ہے ورنہ مصنف دھماکہ کی الزام تراشی و کاوش بازی کا کیا مقصد؟

دھماکہ کی گذارش احوال واقعی سے انکی دوغلی پالیسی واضح ہو جاتی ہے۔ ایک طرف وہ بھارتی مسلمانوں کو اتحاد و

اتفاق قوت کا درس دیتے ہوئے لکھتے ہیں، "ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ (بھارتی مسلمان) اتحاد و اخوت سے اپنی تمام تر مساعی غلبہ اسلام اور قومی تشخص کو برقرار رکھنے پر صرف کرتے" اور دوسری طرف نہایت بھولے پن اور سادگی سے لکھتے ہیں: "خدا جانے یہ لوگ (اہلسنت وجماعت) تعمیری اور مثبت کام کرنا کیوں پسند نہیں کرتے اور یہ کہ متذکرہ کتاب (دھماکہ) کی اشاعت کا مقصد فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکانا نہیں بلکہ پراگندگی خیال کو دفع کرنا ہے اور بس۔ ؎

بڑے پاک باز اور بڑے پاک طینت
جناب آپ کو کچھ ہم ہی جانتے ہیں

اگر آپ کو غلبہ اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کے اتحاد کا ایسا خیال تھا تو پھر کیا ابوالکلام آزاد، مولوی حفظ الرحمان، مولوی حسین احمد مدنی صدر و شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند کفایت اللہ دہلوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمان لدھیانوی وغیرہ مسلمانوں کو چھوڑ کر گاندھی نہرو کے اشارہ پر کانگریس کی حمایت کرتے اور قیام پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لئے ہم نے کہا تھا جمعیت العلماء ہند اور نام نہاد احرار اسلام اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے حکم سے قائم کی گئی تھیں۔ دیوبند کو کانگریس گڑھ بنانے کے لئے آستانہ عالیہ رضویہ کا فرمان جاری ہوا تھا

تعجب ہے کہ بھارتی مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑیں آپ اور آپ کے اکابر اور الزام ہم پر۔ ؎

آپ ہی اپنی جفاؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہوگی

کاش! کہ آپ اپنے بابائے صحافت مولوی ظفر علی بانی اخبار زمیندار سے پوچھ لیتے تو وہ آپ کو بتا دیتے کہ اسلامیان ہند کی ذلت و رسوائی کا ٹھیکہ دار دیوبند کے پیشہ ور تبلیغی تاجروں کا احراری گروہ ہے۔ ؎

ہندوؤں سے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے

آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل

سب یہ ذلت اسی طبقۂ غدار سے ہے (چمنستان ص)

سمجھے جناب! ہند میں مسلمانوں کی ذلت کا باعث اور غدار کون ہیں: یہی دیوبندی احراری اگر ظفر علی پر بھی یقین نہ ہو تو شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال سے پوچھ لیں۔

؎

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ

ز دیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است (ارمغان حجاز)

ملاحظہ کی آپ نے اپنے شیخ دیوبند کے سیاسی دیوالیہ پن کی تصویر اور وطنیت پرستی اور اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری. گاندھی کے اشارہ پر مذہب پر وطن کو فوقیت دینا ــــــ؟

نامعلوم آپ کے نزدیک مثبت اور تعمیری کام کی تعریف کیا ہے۔ کیا آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اسٹیج سے ۵ ہزار سے زائد علماء و مشائخ کا یک آواز مطالبہ پاکستان کی تائید و حمایت تعمیری کام نہیں ــــ؟ کیا سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا پچاس مختلف علوم و فنون میں ایک ہزار سے زائد علمی و تحقیقی کتب فتاویٰ رضویہ اور ترجمہ قرآن عظیم ایک تعمیری کام نہیں ــــ؟ مولانا عبد الحامد بدایونی، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، علامہ ابوالحسنات قادری، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضرت ابوالمحامد محدث کچھوچھوی، مولانا عبد الغفور ہزاروی، پیر مانکی شریف، پیر بھرچونڈی شریف، شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی، مولانا عبد العلیم صدیقی قدست اسرارھم، جیسے اکابر علماء و مشائخ کا تحریک پاکستان کے لئے ایک تاریخ ساز اہم کردار ادا کرنا انگریز اور ہندوؤں اور ان پٹھوؤں کانگریسی احراری علماء

کا منہ بند کر دینا اور برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ولولہ اور غیر فانی جذبہ پیدا کرنا تعمیری کام نہیں۔

آج پاکستان میں اسی فیصد سے زائد مساجد اور سینکڑوں کی تعداد میں دینی مدارس تعمیری کام نہیں۔ تحریک ختم نبوت ۵۳ء اور گذشتہ سال مرزائیوں کے خلاف تحریک میں نمایاں کردار تعمیری کام نہیں۔ خلیفہ اعلیٰحضرت صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب کی عظیم کتاب بہار شریعت مولانا علامہ عبد العلیم صدیقی سیاح عالم مبلغ اعظم افریقہ و یورپ کا انگریزی زبان میں ترجمہ قرآن مجید اور مذاہب باطلہ سے مناظرے اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنا تعمیری کام نہیں، مولانا عبد العلیم صدیقی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ شاہ عارف اللہ قادری، مولانا محمد ابراہیم خوشتر، مولانا ارشد القادری، مولانا عبد الوہاب، مولانا عبد الستار نیازی، مولانا سعادت علی جیسے حضرات کا افریقی و یورپی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے آنا جانا وہاں مدارس و مساجد تعمیر کرانا تعمیری کام نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

؎ جب آنکھ ہی نہ ہو تو کھلا دن بھی رات ہے

تعجب ہے کہ یہ لوگ آتش غیظ و غضب میں اس قدر اندھے ہو گئے۔ برمنگھم برطانیہ میں مرزائیوں کی زیر تعمیر مساجد میں فساد اور مقفل ہونے پر بھی آنسو بہانے شروع کر دیئے۔ مسجد کے مقفل ہونے کا الزام عائد کرتے وقت انہوں نے مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے اخبارات میں شائع شدہ اس وضاحت کو بھی مد نظر رکھا کہ وہ مرزائیوں کی مسجد تھی وہ مسلمانان اہلسنت کے قبضہ میں نہ آئی لیکن مقام شکر ہے کہ قادیانیوں کا تو ایک اڈہ بند ہوا وہ اسلام کے نام پہ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے تھے۔

گزارش احوال واقعی کے محرر اور دھماکہ کے مرتب نے بے ربط اور بے مقصد باتیں بہت کی ہیں اور جم کر کسی ایک مسئلہ پہ یا نمبروار مختلف مسائل پہ گفتگو کی نہ دلائل و شواہد کی ضرورت سمجھی۔ جس طرف دھیان گیا یا جو منہ میں آیا لکھتا چلا گیا اور بولی

باتوں سے اپنا دل بہلایا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "ان کو سوادِ اعظم ہونے کا بھی دعویٰ ہے لیکن اس پندار کا نتیجہ حال ہی میں لاہور کے ضمنی انتخاب میں جہاں ڈیڑھ لاکھ میں سے صرف دو ہزار افراد نے ان کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ظاہر ہو گیا ہے شاید اب یہ نشہ ہرن ہو گیا ہو۔

کاش! کہ یہ صاحب اپنے مفتی محمود سے یہ پوچھ لیتے کہ کونسا ضمنی انتخاب آزاد اور غیر جانبدارانہ ہوا ہے۔ نمبر ۲۔ انہیں یہ اعلان بھی کر دینا چاہیئے تھا کہ جمعیت العلماء پاکستان جیسی اسلامی آئین کی حامی جماعت کو جب دو ہزار ووٹ ملے ہیں اور سوشلزم کی حامی پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو ہزاروں ووٹ ملے ہیں تو یہ سوشلزم کی کامیابی ہے۔ علمبرداران سوشلزم اس ملک میں سوادِ اعظم کی جمعیت سمیت کسی بھی جماعت کو اسلامی آئین کے مطالبہ کا حق نہیں ہے کیونکہ عوام کی اکثریت اُن کے ساتھ نہیں۔

نمبر ۳۔ یہ کہاں ضروری ہے کہ تمام سوادِ اعظم اہل سنت نے جمعیت کے نمائندہ کو ووٹ دیئے ہیں، ہزاروں اہلسنت نے ملک غلام مصطفےٰ کھر اور پیپلز پارٹی کے تمام نمائندہ کو بھی ووٹ دیئے ہیں۔ جمعیت کا نمائندہ کامیاب نہ ہوا۔ اس سے سوادِ اعظم ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے اور پھر یہ سوال تو جماعت اسلامی، مسلم لیگ، جمعیت علمائے اسلام سمیت سبھی سے ہو سکتا ہے۔ ان سب جماعتوں پر مشتمل متحدہ جمہوری محاذ کے امیدوار متعدد جگہ شکست کھا گئے تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ [illegible] کی اکثریت نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے ہیں، لہٰذا مخالف جماعتوں کو اپنا امیدوار کھڑا کرنے اور اسلامی آئین کے نفاذ کا مطالبہ کرنیکا حق نہیں، پاکستان میں اکثریت سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ پڑھنے والوں کی ہے مگر مسلمانوں کی اکثریت داڑھی منڈواتی ہے سنما گھتی ہے مسجدوں میں نمازی کم اور سنما میں لوگ زیادہ ہوتے ہیں تو کیا کسی غیر مسلم کو یا اہل دھاکہ میں سے کسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ لوگوں نے اسلام کے مقابلہ میں فواحش اور فرنگی تہذیب کو اپنا کر اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ اب اس ملک میں اسلام کے نام لیوا کم اور انگریزوں کے پیروکار زیادہ ہیں۔ سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار آپ کو چھوڑ گئے ہیں اور اب مسلمان اقلیت میں ہیں الغرض اہل دھاکہ نے اس قسم کی سطحی الزام تراشیوں اور لن ترانیوں سے دل بہلایا ہے جن کا نمبروار جواب انشاء اللہ العزیز آگے آرہا ہے۔

سببِ تالیف



جیسا کہ ہر خاص و عام سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ برِ صغیر پاک و ہند و دیگر ممالک اسلامیہ میں واضح اکثریت اہل سنت و جماعت بریلوی مکتب فکر کی ہے خصوصاً برِ صغیر میں دیوبندیت و وہابیت اپنی کفریہ عبارات اور گستاخانہ عقائد کے باعث اس قدر بدنام و ناکام ہو چکی ہے کہ یہاں ان پر اپنے جدید فرقہ کی تبلیغ کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ وہابیت نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے سینکڑوں رنگ بدلے ہزاروں مکاریوں سے کام لیا مگر ناکام رہے۔ کبھی تبلیغی جماعت کا لیبل لگا کر سامنے آئے تو کبھی جماعتِ اسلامی کے نام سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کبھی مجلس احرار اسلام کے نام سے عوام کے لئے مغالطہ کا سبب بنے تو کبھی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نام رکھ کر وہابیت کا زہر مسلمانوں کو پلانے کی کوشش کی۔ کبھی جمعیۃ العلماء ہند اور کبھی جمعیۃ العلماء اسلام کا سائن بورڈ لگا کر سامنے آئے۔ کبھی تنظیم اہل سنت اور کبھی خدام التوحید والسنۃ کے دلکش و پُرفریب نام اختیار کئے لیکن علماء اہلسنت و مشائخ طریقت و پیرانِ عظام نے ان کی عیاریوں و مکاریوں کیا دلیوں کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا۔

بالخصوص سیدنا اعلیٰحضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے جلیل القدر خلفاء و تلامذہ و احباب نے وہابیت کی وہ بے مثال سرکوبی فرمائی کہ ہر مسلمان اُن کے مکر و فریب سے واقف ہو گیا۔ برِ صغیر میں ناکامی کے بعد سرکار انگریزی سے چھ سو روپیہ ماہوار لینے والے انگریزی کٹھ پتلی حکیم الامت کے یار اور بذریعہ حاجی رشید احمد گورنمنٹ برطانیہ سے روپیہ وصول کرنے والے مولوی الیاس صاحب کی تبلیغی جماعت کے ہونہار بریڈفورڈ۔ برمنگھم لندن کی طرف کلمہ و فاتحہ کی تبلیغ کے نام پر سوائے عالم تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، براہین قاطعہ، تحذیر الناس، فتاویٰ رشیدیہ کی تبلیغ کرنے اور برِ صغیر پاک و ہند سے آئے ہوئے سنی مسلمانوں کو وہابی

دیوبندی بنانے کے مشن پر روانہ ہوئے اور بکمال مکاری سے سُنّی بن کر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے لگے، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت وغیرہ وغیرہ کے دفتر کھل گئے۔ بریڈ فورڈ، برمنگھم وغیرہ کے سُنّی مسلمان جو برصغیر کے ممالک سے تعلیم یا کاروباری سلسلہ میں گئے ہوئے تھے سخت حیران پریشان کہ یہ عجیب سنی ہیں کہ کہ نعرۂ رسالت شرک وبدعت، عید میلاد شرک وبدعت، صلواۃ وسلام شرک و بدعت، گیارھویں شریف شرک وبدعت وغیرہ وغیرہ۔ جب وہاں گئے ہوئے سُنّی مسلمانوں کو وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں کی مکاری وعیاری کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے علماء اہلسنّت ومشائخ طریقت کو بُلانا شروع کیا۔ ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے عالمی سُنّی تبلیغی جماعت کا قیام عمل میں آیا۔

علامہ ارشد القادری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار نیازی، مولانا شاہ عارف اللہ قادری، مولانا عبدالوہاب وغیرہم متعدد علماء کرام کو دعوت دی گئی۔ علماء ومشائخ اہلسنّت کا دورہ برطانیہ ہیروشیما نجدیت پر ایٹم بم ثابت ہوا۔ وہابیت تلملا اٹھی، مسلمانوں کو مشرک وبدعتی بنانے کے سارے منصوبے ناکام ہو گئے تو "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مصداق اخوت ومحبت اور صلح کلیت کا درس دینے والے دیوبندیوں وہابیوں نے چند ماہ کی مسلسل کوششوں سے پاک وبھارت کے اکابر وہابیہ سے طویل صلاح مشورہ کرنے کے بعد حقیقت کا منہ چڑانے کے لئے دھماکہ نامی کتابچہ شائع کیا۔

مگر اس طرح وہابیت کی ڈوبتی کشتی کو تنکے کا سہارا نہ دیا جا سکتا تھا۔ دھماکہ شائع ہوتے ہی خود بخود بلی تھیلے سے باہر آ گئی اور بفضلہٖ تعالیٰ وہاں کے سُنّی عوام کو پتہ چل گیا کہ ان کے امام ومجدد سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی وشیخ طریقت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری جیسے اکابر اہلسنّت پر رکیک وذلیل حملے کرنے والے دراصل دیوبندی وہابی ہیں جو اپنی وہابیت کو سنیت کا لیبل لگا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس کتابچہ میں انبیاء ورسل علیہم السلام اور بزرگان دین واولیاء کاملین کے متعلق اُن کے

دل کا بخار خود ہی ظاہر ہو گیا اور اُن کی چار سو بیسی کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا۔ اور اس کا درد یوں محسوس ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پوتے اپنے دادا کی تکفیری دستاویز لے کر یہاں برطانیہ پہنچے۔ مولوی محمد عمر اچھروی کو دعوت دی گئی وہ فوت ہو گئے اُن کا لڑکا آ گیا۔ بھارت سے دو مولوی آئے۔ اصل تکلیف تو یہ ہے کہ علماء اہلسنّت نے برطانیہ میں کیوں قدم رنجہ فرمایا اور وہابیت کی چار سو بیسی کے منصوبوں کو کیوں خاک میں ملایا۔ تکفیری دستاویز کا پہنچنا تو ضروری تھا۔ کیونکہ اس سے قبل توہین آمیز گستاخانہ دستاویز بھی تو پہنچ چکی تھیں۔ ناظم اعلیٰ انجمن خدام التوحید والسنۃ برمنگھم کو اس بات کا بہت ہی صدمہ ہے کہ امام اہلسنّت سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر علماء اہلسنّت کا یہ فتویٰ ہے کہ وہابیہ نجدیہ سب کافر و مرتد ہیں۔ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز (دھماکہ ص۲)

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اپنے خانہ ساز مذہب سے عدم واقفیت کے باعث ہے کاش! کہ ان نئے نئے ناظم اعلیٰ صاحب نے مولوی حسین احمد کانگرسی صدر دیوبند کی "الشہاب الثاقب" مولوی خلیل انبیٹھوی کی "المہند" اور مولوی انور کاشمیری کا مقدمہ "فیض الباری" ملاحظہ کیا ہوتا تو وہ علماء اہلسنّت کو الزام نہ دیتے۔

مذکورہ بالا اکابر دیوبند نے متذکرہ کتب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور دیگر وہابیہ نجدیہ کی سخت مخالفت کرتے ہوئے ان کو مکفر ظالم وباغی فاسق وفاجر علماء اہلسنّت کے قاتل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب وگستاخ قرار دیا ہے جیسا کہ آگے تفصیل سے آ رہا ہے۔ تو بتایا جائے خود اکابر علماء دیوبند کی تصریحات کی روشنی میں جو شخص مکفر المسلمین ہو، علماء اہلسنّت کا قاتل ہو، فاسق وفاجر ہو، بے ادب گستاخ ہو اس کے پیچھے نماز کا کیا مطلب ——— ؟

اور پھر علماء اہلسنّت سے اس کی اقتداء میں نماز کو ناجائز قرار دینے کی شکایت کیسی ——— ؟ سہ کوئی تبلائے کہ ہم بتلائیں کیا۔

علمائے اہلسنّت یا امام اہلسنّت نے حسین احمد، انور کاشمیری، خلیل انبیٹھوی سے

کونسی بات زیادہ کہی جس کی تکلیف شدید محسوس کی جارہی ہے

کتابچہ مذکورہ کے تعارف نگار نے ہندوستان سے برطانیہ آنیوالے علماء اہلسنّت کا ذکر بڑے جلے ہوئے دل سے (بھارت سے دو مولوی آئے، بھارت کے ان مولویوں) کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ گویا علماء اہلسنّت کا بھارتی ہونا یا بھارت میں رہنا بھی کوئی جُرم ہے

حالانکہ اس نے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھا کہ ان کا مرکزی مدرسہ دیوبند بھی بھارت میں ہے جو ایک عرصے کانگرس اور نظریۂ پاکستان کے مخالفین کا گڑھ ہے۔ کانگریسی کٹھ پتلیاں حسین احمد، کفایت اللہ، حفظ الرحمان اور ابو الکلام آزاد بھی بھارتی تھے اور بھارتی رہے اور پاکستان و عالم اسلام کی دشمنی پر ان کا خاتمہ ہوا۔ اور علمائے اہلسنّت میں بفضلہٖ تعالےٰ کوئی بھی کانگریسی نہ تھا نہ ہے۔ اور آج بھی جو علمائے اہل سنّت بھارت میں ہیں وہ نظریۂ پاکستان کے حامی اور تحریک پاکستان کے صفِ اوّل کے مجاہدین میں سے ہیں۔ اور ان کی عظیم خدمات تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ اس کتابچہ میں جس فراخدلانہ انداز میں دروغگوئی سے کام لیا ہے۔ شاید قادیانی دھرم میں بھی اس کی مثال نہ ملے

لکھتے ہیں:" مولانا نورانی نے بریڈ فورڈ کی ایک مجلس میں افغانستان سے بھی تعاون لینے کا اشارہ دیا۔ سعودی عرب کے خلاف ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیاں شروع سے تیز تھیں حکومت پاکستان کی مخالفت مولانا نورانی کی آمد ثانی سے شروع ہوئی:"

یہ متضاد باتیں ذہنی خلفشار و پاگل پن کی علامت ہیں جس کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی ثبوت۔ آخر یہ اس قدر کذب و افترا سے کام کیوں نہ لیں جبکہ ان کے مذہب نامہذب میں معاذ اللہ خدا کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہے۔ اپنے ان لمبے چوڑے مبنی بر کذب و افترا دعووں پر کسی دلیل اور ثبوت کی قطعاً ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور اہلسنّت دشمنی میں جو ناپاک ذہن میں آتا گیا گھسیٹتا گیا۔ یا پھر اپنے ہی ایک ڈھنڈورچی اخبار ملت کے چند حوالے نقل کر دیئے۔

اہل انصاف یہیں سے وہابیہ دیابنہ کی فریب کاریوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہابی دیوبندی مکتب فکر کے مسلکی ہمنوا ترجمان ملت میں علماء اہلسنّت کے بیانات شائع ہونیکا کیا مقصد؟ شاہ فیصل کی آڑ میں باتیں بنانے سے قبل یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شاہ فیصل پاکستان کے ہمدرد و خیرخواہ تھے۔

لیکن مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:" دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے (حمایت پاکستان کے جرم میں گندی گالیاں، فحش اشتہارات، اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو (حمایت پاکستان کے جرم میں) ابوجہل تک کہا گیا، ہمارا جنازہ نکالا گیا

(مکالمۃ الصدرین ص۳۲)

دیوبندی امیر شریعت عطاء اللہ بخاری احراری نے کہا کہ جو لوگ (پاکستان کے لئے) مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سُور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔

(چمنستان از مولوی ظفر علی ص۱۹۵)

شاہ فیصل پاکستان کی حمایت کرتے تھے۔ لیکن دیوبندی علماء اور طلباء بلکہ امیر شریعت پاکستان کی حمایت کرنے والوں کو ابوجہل اور سُور اور سور کھانے والے قرار دیتے ہیں۔ بتایئے اور حقیقت نہ چھپایئے کہ آپ کے ذمہ دار اکابر علماء اور مرکزی مدرسہ دیوبند کے طلباء کے فتووں اور نعروں کی رُو سے شاہ فیصل ابوجہل سُور اور سُور کھانے والے ہوئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ کے اکابر علماء نے شاہ فیصل اور متحدہ ہندوستان کے ان مسلمانوں کو جنھوں نے پاکستان کی حمایت کی ابوجہل اور سور کہہ کر اسلام و پاکستان اور مسلمانوں سے غداری کی یا نہیں ———— ؟

اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں الشہاب الثاقب، المہند، مقدمہ فیض الباری، مکالمۃ الصدرین اور چمنستان کو پیش نظر رکھیں اور بتائیں آپکے آباء و اجداد و اکابر نے شاہ فیصل کو کب مانا۔ وہابیہ نجدیہ کو وہابی نجدی کہنا جرم ہے تو مولوی حسین احمد، مولوی انور کاشمیری، مولوی خلیل انبیٹھوی مجرم ہیں یا نہیں ———— ؟

آخر میں ہم عالم اسلام پر یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ دیوبندی فرقہ [illegible] ی قاسم نانوتوی

قوم شیخ جی اور مولوی رشید احمد گنگوہی قوم جولاہے کی پیداوار ہے۔ ملاحظہ ہو سوانح قاسمی وتذکرۃ الرشید گورنمنٹ برطانیہ کے ایک چھ سو روپیہ کے ماہوار ملازم اشرف علی تھانوی کو یہ لوگ مجدّد مانتے ہیں اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضور غوث اعظم سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے نانوتوی، گنگوہی، تھانوی قسم کے مولویوں کے پیروکار ہیں جن کا سُنی کہلانا چودھویں صدی کا سب سے بڑا فراڈ ہے۔

اس رسالہ سے جن دوستوں کو دیوبندی وہابی فرقہ سے توبہ کی توفیق نصیب ہو اُن سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ عالم کو حقیقی اور جعلی سنیوں میں امتیاز کی توفیق دے اور مذہب حق اہلسنّت پر استقامت بخشے۔

(آمین)

اِبتدا غلط انتہا جھوٹ

مؤلف رسالہ دھماکہ نے کمال بے حیائی کے ساتھ واضح تاریخی حقائق کو مسخ کرتے ہوئے مقدمہ کے ذیل میں "مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی ضرورت" کی سرخی جماکر بلا دلیل وثبوت اس کی ذمہ داری سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ڈال دی ہے۔ ترکوں کے خلاف اعلیٰحضرت کی کتب سے کوئی معقول حوالہ یا عبارت نقل کرنے کی بجائے محض "دوام العیش" نامی رسالہ کا نام لکھ دینا کافی سمجھا۔ دراصل یہ بھی انگریز کی ایک سازش ہے کہ اس نے اپنے پروردہ وتربیت یافتہ و وظیفہ خوار علماء کو ابتدا ہی میں سبق سکھا دیا تھا کہ تم اپنے دفاع کے لئے پہلے مسلمانوں کے جلیل القدر اکابر کو انگریز کا ایجنٹ وغیرہ قرار دینا شروع کر دینا تاکہ تمہاری اپنی حقیقت واصلیت واضح نہ ہو جائے۔ کسی مسئلہ کی تحقیق شرعی پیش کرنا اور بات ہے اور انگریز کی حمایت اور بات ہے

مؤلف رسالہ دھماکہ یا نجد سے دیوبند تک کا کوئی بھی باغیرت دیوبندی وہابی یہ ثابت کر دے کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے انگریز کی حمایت کی تو ہم ہر حوالہ پر ایک ہزار روپیہ نقد انعام کا چیلنج کرتے ہیں اور عدم ادائیگی کی صورت میں یہ روپیہ ہم سے بذریعہ عدالت بھی وصول کیا جا سکتا ہے۔

ترک مسلم بھائیوں کی حالتِ زار پر سیدنا امام اہلسنّت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو جو بیقراری تھی وُہ ان کے مضامین ومکاتیب سے واضح ہے۔ ملاحظہ ہو اخبار "دبدبۂ سکندری" رام پور جلد ۴۹ شمارہ ۲۸ ۱۳۳۱ھ والسواد الاعظم جلد ۳ شمارہ ۱

مسلمانانِ ہند کو کس طرح اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے درد بھرے خیر خواہانہ انداز میں سلطنت ترکی کی امداد کی ترغیب دلائی اور مفید وجامع تجاویز پیش فرمائیں۔ کاش مصنف دھماکہ نے ایمان داری سے "دوام العیش" ہی کو دیکھا ہوتا۔ جس میں اعلیٰحضرت

علیہ الرحمۃ نے صاف لکھا ہے "نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

الخ (دوام العیش ص۱۲۳)

بہرحال سلطنت ترکیہ کے متعلق سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے دردمندانہ افکار و تخیلات واضح ہیں۔ مصنف دھماکہ اگر اس کے باوجود الزام تراشی سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا ہے تو یہ اس کا مقدر مگر یہ بات ہر ذی فہم و شعور کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ مصنف دھماکہ محض سنیت بریلویت دشمنی میں اپنے اندرونی عناد سے مجبور ہو کر ترکیہ اور عرب ممالک کی مخالفت کا الزام اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے سر تھوپ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا ہے اور اس الزام کے ثبوت میں کوئی تاریخی دستاویز پیش نہیں کرتا۔ لیکن اس کے برعکس اس کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ بظاہر ترکی کی حمایت کے دعویٰ کے باوجود ان حقائق سے دیدہ دانستہ چشم پوشی کرتا ہے۔ اسی حکومت ترکیہ نے خلافت عثمانی کے سلطان محمد دوم کے زمانہ میں محمد علی پاشا کے بیٹے ابراہیم پاشا کی کمان میں مصری فوج نے ۱۸۱۰ء میں مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ نجد میں سعودی خاندان کے مستقر ریاض کو تباہ کر دیا اور محمد بن سعود کے جانشین اور پہلے دور میں سعودی خاندان کے چوتھے حکمران عبداللہ بن سعود کو گرفتار کر لیا جس کے بعد سعودی خاندان نے کویت میں سیاسی پناہ لی۔

تاہم بیس سال بعد سعودی خاندان نے نجد کو مصریوں اور ترکوں کے تسلط سے آزاد کرانے کی دوبارہ جدوجہد شروع کی۔ ۱۸۲۳ء میں سعودی خاندان کے امیر ترکی ابن عبداللہ ابن محمد ابن سعود نے ریاض پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ اگرچہ اپنی پہلی کوشش میں ناکام رہے مگر اگلے سال نجد کا وسطی علاقہ مصریوں کے تسلط سے آزاد کرا لیا۔ اس طرح ریاض دوبارہ سعودی خاندان کا مرکز بن گیا۔

۱۹ مئی ۱۸۳۴ء کو ترکی ابن عبداللہ السعود کو قتل کر دیا گیا۔ ان کی جگہ نئے امام فیصل ابن ترکی السعود مقرر ہوئے۔ مصری فوج نے نئے امام فیصل ابن ترکی کے

خلاف پھر کارروائی کی جس میں فیصل ابن ترکی کو شکست ہوئی مگر فیصل نے ہمت نہیں ہاری اور ۱۸۴۵ء میں وسطی نجد کے علاقہ پر پھر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ وہ اس علاقے پر ۱۸۶۵ء میں اپنی وفات تک حکمران رہے۔ انہیں بھی ترکوں اور مصریوں کے خلاف وہابی تحریک کے پیروکاروں کی امداد حاصل رہی۔ ۱۸۹۱ء میں سعودی خاندان کو ایک بار پھر ترک اور مصری فوجوں کے آگے بے بس ہونا پڑا۔ الخ (ملخصاً امروز ۱۰ اپریل ۱۹۷۵ء، اشاعت خاص صفحہ آخر)

اب اس کا دو ٹوک جواب مصنف دھماکہ ہی دے سکتا ہے اور دیانت اور حق گوئی کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ وہ صاف صاف بتائے ان جنگوں میں مصر اور ترکی حق پر تھے یا سعودی خاندان حق پر تھا۔ اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو نہ ترکوں سے جنگ لڑی نہ ان کے خلاف فتویٰ دیا نہ انگریزوں کی کسی بھی عنوان سے قطعاً کوئی امداد فرمائی نہ اس کا ثبوت۔ لیکن مصنف دھماکہ نے جس بے شرمی سے جو الزام اعلیٰحضرت پر عائد کر دیا کیا سعودی خاندان پر بھی وہ یہ الزام عائد کرے گا۔؟

کیا ان کے نزدیک اُن کے اپنے الفاظ میں "مسلم ممالک میں ترکی سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ اور پورے یورپ پر اس کا رعب تھا" سعودی خاندان نے ایسے عظیم اسلامی ملک کے خلاف مسلسل جنگ لڑ کر انگریزوں کے ہاتھ مضبوط اور ترکی جیسے عظیم مسلم ملک کو کمزور کیا یا نہیں؟ خلافت بقول آپ کے ترکوں کا حق تھا تو سعودی خاندان نے یہ حق پامال کر کے اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے خونریز جنگیں کیں یا نہیں؟ آیا سعودی خاندان اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ کا شریک جرم یا شریک الزام ہے یا نہیں؟



امروز کے مذکورہ بالا حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کسی کو وہابی کہنے کی اصطلاح اعلیٰحضرت نے رائج نہیں کی بلکہ اعلیٰحضرت سے بہت پہلے وہابی مسلم ممالک سے برسرپیکار رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک مخصوص گروہ کو وہابی کہنے کا استعمال عام تھا۔ ترکی اور مصر نے وہابیت کی سرکوبی میں اعلیٰحضرت سے پہلے میدان جنگ میں اہم کردار انجام دیا۔ ان تاریخی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہابی کو وہابی کہنے والے اعلیٰحضرت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی پہلے شخص نہ تھے اور بلا شبہ یہ اعلیحضرت کا عظیم و زریں کارنامہ اور اس گئے گذرے دور میں مسلمانانِ عالم پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے برِ صغیر میں حقیقت کے پردہ میں چھپنے اور حیثیت کا لبادہ اوڑھنے والی وہابیت یعنی دیو بندیت کو بے نقاب کر دیا۔ ایسی ضربات قاہرہ پہنچائیں کہ زخم گہرا اور گہرا ہوتا جا رہا ہے۔

۲۔ سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ العزیز پر یہ الزام عائد کیا کہ "مولانا احمد رضا خانصاحب نے دوسرا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کو ایک نئے اختلاف سے روشناس کیا — ایک خدا — ایک رسول — ایک قبلہ —

ایک کتاب کے ہوتے ہوئے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے دو محاذ بتلائے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا۔ اسلام کی پچھلی بارہ۱۲ صدیوں میں مسلمانوں میں صحابہ کرام پر کچھ اختلاف تھا یا مجتہدین عظام کی عملی راہیں کہیں کہیں مختلف تھیں...... وغیرہ (دھماکہ ص۵)

کیا یہ عامیانہ و غیر ذمہ دارانہ گفتگو دھماکہ کہلانے کی مستحق ہے۔ مولانا احمد رضا خانصاحب نے مسلمانوں کو ایک نئے اختلاف سے روشناس کرایا۔

کیوں جناب! کیا تحذیر الناس اعلیحضرت نے لکھی تھی یا آپ کے حکم سے لکھی گئی تھی؟ حفظ الایمان اعلیحضرت نے لکھی تھی یا آپ کے حکم سے لکھی گئی تھی؟ براہین قاطعہ اور فتاویٰ گنگوہی اعلیحضرت نے لکھا تھا یا آپ کے حکم سے ایسا ہوا تھا۔ جو باتیں بارہ۱۲ صدیوں میں کسی نے نہ کہی تھی وہ آپ کے اکابر نے کہی۔ ملاحظہ ہو تحذیر الناس ص۳ مطبوعہ راشد کمپنی دیو بند۔ بانی مدرسہ دیو بند مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

۱۔ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیا سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اسی کتاب میں ص۲۲ پر ہے کہ "اگر بالفرض بعد

زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

۲۔ دیو بندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی "حفظ الایمان" مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دیو بند ص۱۰-۱۱ و مطبوعہ علیمی دہلی ص۸ "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

۳۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی مؤلفہ اور مولوی رشید گنگوہی کی مصدقہ کتاب براہین قاطعہ ص۵۱ پر ہے۔ "الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعتِ علم نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" اس کے علاوہ گنگوہی صاحب اور دیگر علماء دیو بند کا امکان کذب و وقوع کذب پر فتویٰ .... کیا یہ سب کچھ کسی حقیقی و واقعی مسلمان کے زبان و قلم سے نکل سکتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا اور اس قسم کی دیگر گستاخانہ کفریہ عبارات منظر عام پہ نہ آئیں تو سیدنا اعلیحضرت قدس سرہٗ وا کابر علماء عرب و عجم کو حکم شرعی واضح کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر اختلاف کی نئی شاہراہ قائم کرنے کا الزام اپنی بداعمالیوں، سیاہ بختیوں پہ پردہ ڈالنے کے مترادف اور ملّہ انگریز کی سازش کا عکاس و آئینہ دار ہے۔ اور یہ الزام قطعی بیہودہ اور جان چھڑانے کا ایک حربہ ہے کہ معاذ اللہ اعلیحضرت بریلوی نے اکابر دیو بند کی

توہین آمیز کفریہ عبارات میں کوئی کتربیونت کی یا اپنی طرف سے ان کے مفہوم کو غلط معنی پہنائے یا الفاظ میں کھینچا تانی کی یا کفریہ عبارات میں اپنے معنی داخل کئے۔ ان عبارات پر سیدنا اعلیحضرت امام اہلسنّت ہی نہیں برصغیر کے اکابر ومشاہیر علماء اور چوٹی کے مشائخ کرام اور نہ صرف یہ بلکہ جلیل القدر علماء وفقہاء عرب وعجم نے کفر کا حکم شرعی لگایا ہے کیا معاذ اللہ وہ سب نااہل تھے، انگریز کے ایجنٹ تھے، مسلم اتحاد کے دشمن تھے۔۔۔؟

ہماری اس مختصر گفتگو سے واضح ہو گیا کہ فی الواقع خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم، کے ماننے پر مسلمانوں میں نہ اختلاف تھا نہ ہے اور جنہوں نے اختلاف کیا گستاخیاں کیں، کفریات بکے، وہ اپنے عقائد کفریہ یقینیہ کی بنا پر خود ہی مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے اور محاذ بنانے اور اختلاف پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی انہی پر عائد ہوتی ہے نہ تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور ان کی گستاخانہ عبارات کا عالم میں ظہور ہوتا نہ ان پر حکم شرعی واضح ہوتا۔

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا،
جو کچھ کیا وہ تم نے کیا بے خطا ہوں میں

مؤلف دھماکہ کا یہ کہنا کہ بارہ صدیوں میں صحابہ کرام پر کچھ اختلاف تھا سراسر خلاف واقع اور روافض کی خوشنودی وتائید وحمایت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس سے دیوبندیت کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بغض ظاہر ہوتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو ان کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی بھی کہہ گئے ہیں کہ "صحابہ کی تکفیر کرنے والا بھی سنّت جماعت سے خارج نہ ہوگا"

(فتاوی رشیدیہ صفحہ ۲۴۳) لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اور پھر یہ بات بھی سمجھ سے بالاتر ہے کہ کیا کوئی شخص ایک خدا۔ ایک رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم، ایک قبلہ ایک کتاب پر محض ایمان لانے کا دعویٰ کرنے کے بعد بالکل آزاد ہو جاتا ہے کہ زبان سے تو ایمان لانے کا دعوٰی کرتا رہے اور خدا

ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم، کی شان میں جسطرح چاہے دریدہ دہنی کرتا رہے۔۔؟

اگر یہ صحیح ہے تو پھر مرزائی، قادیانی، نیچری، پرویزی، رافضی وغیرہ بھی کم از کم ایک خدا ایک رسول، ایک قبلہ اور ایک کتاب پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں اُنکی تکفیر کیسی؟ ممکن ہے دیابنہ اپنے ان اعتقادی بھائیوں کو ان کے عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان مانتے ہوں یا پھر انہوں نے کہیں سے خصوصی طور پر تنقیص خداوندی اور توہین مصطفوی کرنے اور بدستور مسلمان رہنے کا پرمٹ حاصل کر لیا ہے اس کو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔ کفریات بکیں۔ توہین وتنقیص کریں اور مسلمان کے مسلمان رہیں۔ اگر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم، کی توہین وتنقیص ہی ایمان واسلام ہے تو پھر ایمان واسلام کس چیز کا نام ہے؟ اس طرح ہر بے دین کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے وہ جو چاہے خرافات بکے اور سینہ زوری سے مسلمان بنا رہے۔

مذہب کی نسبت کی بحث

مؤلف کتابچہ دھماکہ کے لئے جس دیدہ دلیری اور بے ایمانی سے سیدنا اعلیحضرت و دیگر علماء اہلسنّت کی کتب کے حوالوں میں مجرمانہ خیانت و بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب اصل کتب سے مطابقت کی جاتی ہے کم وبیش ایک دو لفظ تو یقیناً زیادہ ملتے ہیں۔ اور پھر اپنی مرضی کے غلط معنی پہنانا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ کیونکہ اب غالباً دیابنہ کو یقین ہو گیا ہے کہ سچائی کی بنیاد پر اہل سُنّت کی مزاحمت ان کے بس کی بات نہیں لہٰذا جس قدر پیٹ بھر کر جھوٹ بولا جائے اُس میں ہی دیوبندیت کی عافیت اور بچاؤ کی صورت ممکن ہے لہٰذا "مذہب کی نسبت کس کی طرف ہوتی ہے" کا گنوار سا عنوان جما کر لکھتا ہے۔ "اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔ اجتہادی مسائل میں مذہب کی نسبت مجتہدین کی طرف ہوتی ہے۔ مذہب کی نسبت اتباع اور پیروی اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف ہوتی ہے تو وہ صحابہ کرام اور مجتہدین عظام ہیں۔ ہاں امتحان اور تعارف کے لئے آپ کسی سے

بھی پوچھ سکتے ہیں کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ لیکن اتباع کی غرض سے مذہب کی نسبت مجتہدین کے بعد کسی شخص نے اپنی طرف نہیں کی۔" (دھماکہ صفحہ ۱۰۹)

۱۔ مؤلف دھماکہ کی یہ علمی بے بضاعتی ہے کہ اس نے مذہب کی مذکورہ بالا نسبت کی تفصیل بتاتے ہوئے عقائد کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور چند الفاظ کو خود مرتب کر کے بلا دلیل و ثبوت اس کو مذہب کی نسبت کا عنوان دے دیا۔

۲۔ یہ کتابچہ مذکورہ میں بکثرت مقامات پر مذہب اسلام لکھنے اور اپنی جہالت کا فوٹو چھاپنے کے بعد صفحہ ۱۰۹ پر مذکورہ زیر بحث حوالہ میں مذہب کی نسبت مجتہدین کی طرف کر دی اور اس عبارت کی ابتدا میں دین اسلام قرار دیا۔ اور اس سے پہلے اور بعد میں متعدد مقامات پر مذہب اسلام تحریر کیا۔ اب جس شخص کی بے چارگی اور بے بضاعتی کا یہ عالم ہے کہ اس کو یہ پتہ نہیں کہ دین اسلام ہے یا مذہب اسلام ہے اور مذہب کی نسبت کس طرف ہوتی ہے۔ وُہ عرب و عجم کے ممدوح امام اہلسنّت اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی تصانیف جلیلہ پر نکتہ چینی کا شوق لئے پھرتا ہے۔

؎ شرم اُن کو مگر نہیں آتی

۳۔ وُہ ثابت تو یہ کرنا چاہتا ہے کہ مذہب کی نسبت کس طرف ہونی چاہیئے اور کس کی طرف نہیں لیکن بے بسی کے عالم میں اس کو اعلیحضرت کی کتب سے مذہب کی نسبت کا تو کوئی حوالہ ملا نہیں جس سے وہ یہ ثابت کرتا کہ اعلیحضرت نے فرمایا ہو تم جسطرح مجتہدین یا آئمہ کرام کی طرف منسوب ہو کر حنفی، شافعی، حنبلی یا مالکی کہلاتے ہو میری نسبت سے تم رضوی یا بریلوی کہلایا کرو۔ لہٰذا میرے دین و مذہب پر قائم رہنے کا حوالہ اپنی باطل مراد ثابت کرنے کے لئے جڑ دیا۔ اعلیحضرت نے تو کہیں نہیں فرمایا۔ نہ اپنے قلم سے کسی عقیدتمند محب و مخلص شاگرد و مرید کو رضوی بریلوی تحریر کیا۔ مصنف دھماکہ

کا یہ پاگل پن ہے کہ وہ اپنی اس تصریح کے باوجود کہ "مذہب کی نسبت مجتہدین کی طرف ہوتی ہے" دھماکہ صفحہ ۲۰۳ پر متعدد بار خود بریلوی مذہب بریلوی مذہب اور صفحہ ۲۰۴ پر بریلوی مذہب کی فہرست لکھ کر اپنے دماغی توازن درست نہ ہونے کا ایک سے ایک نمونہ پیش کر رہا ہے۔

۴۔ اسی عبارت میں لکھتا ہے "مذہب کی نسبت اتباع اور پیروی کی غرض سے اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرف ہوتی ہے تو وہ صحابہ کرام اور مجتہدین عظام ہیں"۔

اہل دیوبند میں اگر کوئی اہل علم ہے تو ہمیں بتلائے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی اتباع اور پیروی کا کیا مطلب؟ اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کوئی کس طرح کر سکتا ہے؟ اور جہالت و حماقت کا یہ عالم کہ ایک ہی معنی کے دو لفظ ایک دم استعمال کر کے اپنی لفاظی و لغت فہمی کا دباؤ ڈال رہا ہے۔ اتباع اور پیروی جیسے دیوبند کا کوئی دوسرا فاضل کہے آب زمزم کا پانی، کوہ طور کا پہاڑ۔ آب بھی پانی اور پانی تو پانی ہی ہے۔ کوہ بھی پہاڑ کو کہتے ہیں اور پہاڑ بھی پہاڑ ہے اس طرح اتباع کا معنی پیروی ہے تو اتباع کے بعد پھر دوبارہ پیروی کا کیا مطلب۔ جہالت کے اسی زعم میں اعلیحضرت فاضل بریلوی کی تصانیف جلیلہ کا مواخذہ ہو رہا ہے؟

۵۔ صفحہ ۱۰۹ کی سب سے نچلی سطر میں لکھا ہے۔ "ہاں امتحان اور تعارف کیلئے آپ کسی سے پوچھ سکتے ہیں کہ تیرا مذہب کیا ہے" معلوم نہیں یہاں امتحان سے کونسا امتحان اور تعارف سے کونسا تعارف مراد ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ وہ جس چیز کا رد کرنا چاہتا ہے کہ اعلیحضرت بریلوی نے فرمایا میرا دین و مذہب، وہ تو خود اس کے قلم سے ثابت ہو رہا ہے اس نے خود اجازت دی ہے کہ "ہاں امتحان اور تعارف کے لئے آپ کسی سے پوچھ سکتے ہیں کہ تیرا مذہب کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ جب آپ کسی سے پوچھیں گے کہ تیرا

مذہب کیا ہے تو وہ لازماً کہے گا کہ میرا مذہب یہ ہے۔

تو میرا مذہب اور تیرا مذہب کہنا تو خود آپ کے قلم سے ثابت ہو گیا پھر اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیسا؟ آپ خود کسی کو تیرا مذہب کہہ سکتے ہیں تو کیا اعلیٰحضرت خود میرا مذہب نہیں کہہ سکتے؟ اب آئیے وصایا شریف کی اصل عبارت کی طرف کہ اعلیٰحضرت نے بوقتِ وصال اپنے وصایا میں فرمایا "رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

مصنف دھاکہ کا سارا انحصار اسی عبارت پر ہے اس کے متعدد جواب ہیں۔

۱۔ عبارت مذکورہ بالا میں سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں (۱) اتباعِ شریعت (اور ۲) دین و مذہب

احکامِ عملیہ کا نام شریعت ہے اور اعتقادیات کا نام دین ہے بدیہیات شرعیہ میں سے ہے کہ احکامِ شریعت بقدرِ وسعت ہیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا مگر ضروریاتِ دین پر ایمان ہر وقت ضروری ہے۔ اس میں حتی الامکان کی شرط نہیں۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت نے ازراہِ محبتِ دین اسلام کو اپنا دین فرمایا۔ جیسے کوئی کہے میرا رب، میرے رسول جلّ جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم، اسی طرح اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کو اپنا دین فرمایا۔ اور پھر یہ تصریح موجود ہے کہ جو میری کتب سے ظاہر ہے۔ اعلیٰحضرت کی کتب میں کیا ہے بفضلہٖ تعالیٰ قرآن و احادیث اقوالِ آئمہ و فقہاء ایک ایک مسئلہ پر صدہا نصوص۔ مصنف دھاکہ اور اس کے اکابر و مشاہیر تا قیامِ قیامت اعلیٰحضرت کی کتب سے قرآن و احادیث کے خلاف کچھ نہ دکھا سکیں گے۔ اعلیٰحضرت نے بالخصوص اپنی کتب کی تصریح اس لئے فرمائی کہ اس دور میں مرزائی قادیانی

نیچری، رافضی، دیوبندی وہابی چکڑالوی سب ہی قرآن و حدیث کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں اور اپنی باطل مراد کے لئے غلط معنی پہنا کر گمراہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی کتب پر نہیں بلکہ میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا۔ اب اعلیٰحضرت کی کتب سے جو ظاہر ہے وہ ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے۔ مگر نہ جانے مصنف دھاکہ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ اپنے دین و مذہب سے اعلیٰحضرت کی مراد شریعت محمدی نہ تھی اپنا علیحدہ مذہب تھا۔ کچھ اعلیٰحضرت کی کتب سے تو ظاہر نہیں اور قلبی کیفیات پر مطلع ہونا اور دل میں چھپی ہوئی غیب کی بات جاننا بالذات اللہ عزّ وجل کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن مصنف دھاکہ نے اپنے اکابر کے مذکورہ عقیدہ کے خلاف اپنے علمِ غیب کا دعویٰ کس طرح کر دیا۔ یا محض ابلیسی وسوسہ ہے ——؟

بہر حال یہ مصنف دھاکہ کا جاہلانہ اعتراض اور دھوکہ ہے۔ ہم مصنف دھاکہ سے پوچھتے ہیں اسلام آپ کا دین ہے یا نہیں؟ اگر آپ کہیں ہاں تو آپ اپنے فتویٰ سے کافر ہوئے۔ کیونکہ دین کو اپنی طرف اضافت کرنے کے معنی آپ کے نزدیک یہ ہیں آپ کا گھڑا ہوا اور ایجاد کردہ دین اس طرح اسلام کو آپ اپنا دین بتا کر کافر ہوئے اور اگر آپ کہیں اسلام ہمارا دین نہیں تو آپ ہمارے فتویٰ سے بحکمِ شریعت کافر ہوئے ؎

دو گونہ عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

۲۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں تو منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے۔ مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے۔ آپ کے قول پر یہ مطلب ہوا کہ نکیرین علیہم السلام مُردے سے اسلام کے علاوہ خود اس کا گھڑا ہوا دین پوچھتے ہیں یوں نہیں کہتے کہ عَلٰى اَيِّ دِيْنٍ كُنْتَ تو کس دین پر تھا بلکہ یہی کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ مصنف دھاکہ کو چاہیئے کہ وہ کہہ دے میرا کوئی

دین نہیں ۔ میں تو بے دین ہوں لاَ دِیْنَ لِی ۔ مسلمان مردہ یہ نہیں کہتا کہ انا علی دین الاسلام یعنی میں اسلام پر ہوں ۔ بلکہ وہ کہتا ہے دینی الاسلام میرا دین اسلام ہے ۔

۲۔ سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی اس وصیت کے بارہ میں مولوی ضیاء احمد دیوبندی وہابی اپنی کتاب التحقیق العجیب فی بیان انواع التثویب کے ص۲۲ پر لکھتے ہیں : " اور وصیت کنندہ اور اسکی وصیت میں ثواب ہوگی پھر اسی ص۲۲ پر ہے ۔ " متبع وصیت مذکورہ عند اللہ مصاب و مثاب ہے " اس جواب پر آپ کے دیوبندی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرس مولوی عبد اللطیف صاحب کی تصدیق بھی موجود ہے ۔

بتائیے مولوی ضیاء احمد دیوبندی اور مولوی عبد اللطیف سہارنپوری اعلیحضرت کے شریک جرم ہوئے یا نہیں ۔ انہوں نے معاذ اللہ گھڑے ہوئے یا ایجاد کردہ دین کی تائید کی یا نہیں ـــــ ؟

جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں بالتفصیل واضح کر آئے ہیں کہ دھماکہ ایک بہت بڑا فریب گرکھ ہے جس کی بنیاد کذب و افترا پر رکھی گئی اور ڈھیٹ دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کے ساتھ الزام تراشی و دروغ گوئی کا مظاہرہ کیا گیا اور حد یہ کہ حوالہ جات نقل کرنے میں موضوع و مسئلہ زیر بحث کی مناسبت کا بھی خیال نہیں رکھا گیا اور کچھ نہیں تو مذہبی خودکشی کی شرمناک مثال " کا مسئلہ زیر بحث سے قطعاً غیر متعلق عنوان جما کر مولانا علامہ ارشد القادری صاحب کا تضاد ثابت کرنے کے لئے جوڑ توڑ شروع کر دیا ۔ لکھتے ہیں بریلوی مذہب کے ایک صاحب ارشد نام کے ہیں ۔ آپنے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی کتاب میں کہیں دیکھ لیا کہ مولانا رشید احمد صاحب نے اپنے اتباع کا کہا تھا ۔ اس پر ارشد صاحب لکھتے ہیں

" نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علماء کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسول کی دعوت دیں ۔ اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں " (زلزلہ ص۱۳)

علامہ مولینا ارشد القادری صاحب کے ان الفاظ پر مصنف دھماکہ کا احمقانہ تبصرہ ملاحظہ ہو ۔ لکھتے ہیں ۔

" ارشد صاحب نے جس نفیس پیرایہ میں اعلیحضرت کے مذہب کا خون کیا ہے ہم اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے .... ارشد صاحب نے یہاں مولینا احمد رضا خاں صاحب کا نام کیوں نہیں لیا ۔ جب ان کی قلم کی تلوار کا لہو اعلیحضرت پر جلی صورت میں ٹپکا تو وہ کونسا داعیہ ہے جو انہیں اعترافِ حق سے روکتا رہا ۔ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے ایک صحیح الدماغ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کی عبارتیں جب احمد رضا خاں صاحب کے قلم سے نکلتی ہیں تو بریلوی حضرات انہیں عین اسلام قرار دیتے ہیں ۔ اور ایسی کوئی بات خواہ اپنے الفاظ میں اُن سے کتنی ہی کمزور اور سادہ کیوں نہ ہو ۔ جب دوسروں کی زبان سے سنتے ہیں تو ان لوگوں کے دماغ کا لاوا ابلنے لگتا ہے یہ کیا انصاف ہے حق کا کیا یہی تقاضہ ہے ۔ (وغیرہ وغیرہ)

مصنف دھماکہ کی اس طویل چرب زبانی اور لفاظی کا ماحصل یہ ہے کہ مولانا علامہ ارشد القادری صاحب نے جسطرح رشید گنگوہی کی اپنے اتباع کی تلقین پر ڈانٹ ڈپٹ کی ہے ۔ اسی طرح اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلاف کیوں نہیں کہا گیا ۔ اتنی ڈینگیں مارنے اور شیخی بگھارتے اور ہوائی اڑانے سے پہلے اگر آپ نے اپنے دماغی پاگل پن کا علاج کرا لیا ہوتا اور پھر مولوی رشید گنگوہی اور اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی عبارات کو سامنے رکھا ہوتا تو اس بیہودہ گوئی کی ضرورت پیش نہ آتی ۔ مولوی رشید گنگوہی اور اعلیحضرت بریلوی کی عبارات میں دن رات کا فرق ہے ۔ لفظی اور معنوی طور پر قطعاً کوئی مناسبت نہیں اگر آپ بھی گنگوہی صاحب کی طرح ہیں اور کچھ نظر نہیں آتا تو عبارات کسی دوسرے سے پڑھوا کر تضاد ثابت کیا ہوتا ۔ پھر انصاف اور حق پسندی کی دہائی دی ہوتی ۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی واضح طور پر صاف الفاظ میں اپنی اتباع کی تلقین کر رہے ہیں اور اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کھلے الفاظ میں " حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو " فرما رہے ہیں ۔ مولوی رشید گنگوہی کے کلام میں یہی اتباع اعلیحضرت

کے کلام میں اتباع شریعت ہے

ـ
جب آنکھ ہی نہ ہو کھلا دن بھی رات ہے
جان کے بنتے ہیں گنگوہی یہ کیسی بات ہے

کیا اعلیحضرت سے اسی لئے عناد ہے کہ انہوں نے اتباع شریعت کا فرمایا اور گنگوہی کی اتباع سے نجات دلائی۔ اعلیحضرت اور مولوی رشید گنگوہی کے الفاظ میں زمین و آسمان اور رات دن کا فرق ہے۔ لیکن یہ انصاف و حق پسندی کی دہائی دینے والے ہر چیز کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک رہے ہیں۔

ـ
الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

مصنف دھماکہ نے نہایت جعلسازی سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ اعلیحضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک کلام بھی (معاذ اللہ) مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی، مولوی اشرف علی تھانوی کی طرح گستاخانہ ہے۔ اگر خدانخواستہ فی الواقع ایسا ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔؟ مگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو برصغیر و عرب و عجم کے علماء فقہاء ان کے ہمنوا نہ ہوتے اور خود ہم لوگ ان کی تائید و حمایت نہ کرتے۔ مولانا علامہ ارشد القادری صاحب نے اپنی شہرہ آفاق عظیم تالیف زلزلہ میں سینکڑوں کی تعداد میں دیوبندی تضادات ثابت فرمائے ہیں۔ اس قسم کی لن ترانیوں سے قبل مصنف دھماکہ کو اکابر دیوبند کے ان اقوال میں یکسانیت ثابت کرنے کی تو جرأت نہ ہوئی جبکہ علامہ قادری نے اپنے سوالات قاہرہ سے دیوبندیت، وہابیت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ انہوں نے ہزاروں سوالات کی اکابر و اصاغر دیوبند کے سروں پر ایک دیوار کھڑی کردی۔ زلزلہ کے جھٹکوں سے صنم کدہ دیوبند فارس بنا ہوا ہے اور مصنف دھماکہ ہیں کہ حقیقت کا منہ چڑا کر اپنا دل بہلا رہے ہیں۔ کم از کم دنیا کو یہ تو بتایا جائے کہ

بریلوی مذہب کے جو ایک صاحب ارشد نامی ہیں ہم دیوبندیوں نے نجد سے دیوبند تک کی متعدد کوششوں سے ان کی فلاں بات کا فلاں جواب دیا ہے۔ دنیا دیکھ رہی ہے زلزلہ آج بھی زلزلہ ہے۔ لاجواب تھا اور لاجواب ہے اور انشاء اللہ العزیز حاملانِ توہین و تنقیص کے واصل جہنم ہونے تک لاجواب رہے گا۔ کیونکہ

ـ
وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے یہ وار وار سے پار ہے

بریلوی تکفیر کی گولہ باری سے

اکابر دیوبند اور ابن عبدالوہاب نجدی

زیر عنوان لکھا گیا ہے کہ "اس حقیقت سے کوئی مبصر انکار نہیں کر سکتا کہ بریلوی مذہب کے بانی احمد رضا خانصاحب آنجہانی جناب عبدالوہاب صاحب نجدی ۱۲۰۶ھ اور ان کے تمام پیروکاروں کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

قطع نظر اس سے کہ اعلیحضرت نے مرتدین پر جو احکام شرعی نافذ فرمائے مصنف دھماکہ کے پاس ان کا کیا جواب ہے؟

قارئین کرام اور خود مصنف دھماکہ اپنے ہی الفاظ میں اپنی مذہبی خودکشی کا تماشا بھی دیکھ لیں۔ ص۱۲ کی خط کشیدہ آخری سطر میں جناب عبدالوہاب صاحب نجدی ۱۲۰۶ھ کے تمام پیروکاروں نے لکھا ہے اور "پیروکاروں" اتباع کرنے یا تقلید کرنے والوں کو کہتے ہیں۔ ابھی ایک ہی ورق پہلے اتباع کا لفظ مصنف دھماکہ کے لئے قیامت بنا ہوا تھا اور وہ مولانا ارشد صاحب کو حق و انصاف کی دہائی دے رہا تھا۔ اردو کی کسی بھی لغت کو اٹھا کر دیکھ لیں۔ اتباع کا معنی پیروی کرنا ہے۔ فیروز اللغات ص۳۹ پیروی کا معنی تقلید، فرمانبرداری۔ ص۱۸۶ پیروکاروں کا معنی اتباع کرنے والوں۔ مصنف دھماکہ اپنے ہی الفاظ میں خود بتائے کہ اس نے جس نفیس پیرایہ میں دیوبندی دھرم کا خون کیا ہے۔ پوری دنیا اس کی داد دیئے بغیر رہ سکے گی۔ ہم بھی قوم کے سامنے یہ استغاثہ پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ مصنف دھماکہ نے اتباع کے

حکم کی اعلیحضرت کی طرف غلط نسبت کر کے نہ صرف خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کیا کیا بلکہ اپنے ہی طے کردہ اس معیار سے اپنے ہی قلم کی تلوار سے اپنا ہی سر قلم کر لیا اور اس کا لہو کذب وافترا خیانت وفریب کی صورت میں دھماکہ کے صفحات پر بکھرا پڑا ہے۔ اب خود بتلایئے کہ وہ کونسا داعیہ ہے جو اس کو اعترافِ حق سے روکتا ہے۔ ؎

غیر کی آنکھوں کا تجھے تنکا تو آتا ہے نظر
دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

باقی رہا وہابیہ قادیانیہ وغیرہ کے متعلق اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی وتحقیقی شرعی فتاوٰی مبارکہ تو ان کا اثر محض پھبتیوں سے زائل نہیں کیا جا سکتا۔ اعلیحضرت نے مرتدین ومنکرین ضروریاتِ دین پر جو شرعی احکام جاری کئے ہیں میں دلائل کا موا ہے ان کا جواب لایئے۔ حوالہ جات تو نقل کر دیئے مگر اُن کے دلائل کو چھوا تک بھی نہیں۔ بتایئے حسام الحرمین، الکوکبۃ الشہابیہ، سبحان السبوح کا جواب کس کے پاس ہے، اور کیا ہے ــــ؟

یہ عجیب بات ہے کہ مصنف دھماکہ نے نجدی اور اس کے پیروکاروں پر اعلیحضرت کے فتاوٰی کا رونا تو رو دیا۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ ان لوگوں پر فتاوٰی شرعی کیوں جاری کئے گئے عبدالوہاب نجدی کون تھا اور کیا تھا۔ ذرا اپنے اکابرین سے دریافت فرمایئے وہ کیا کہتے ہیں ملاحظہ ہو۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی

سوال:۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال وآبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو کیا مشرب ہے ــــ؟

جواب:۔ ہمارے نزدیک اس (محمد بن عبدالوہاب نجدی) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے۔ (وہ) خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے

امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے...... علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے

جیساکہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو اُن کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے اہلسنّت اور علماء اہلسنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی (الخ)

(المہند یعنی عقائد علمائے دیوبند ص ۲۲-۲۳)

نوٹ:۔ اس کتاب پر دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن مدرس اوّل مدرسہ دیوبند دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد احمد سابق مہتمم مدرسہ دیوبند، مولوی حبیب الرحمٰن نائب مہتمم مدرسہ دیوبند، مصنف تذکرۃ الرشید مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی کفایت اللہ مفتی وصدر جمعیت علماء ہند دہلی جیسے چوٹی کے اکابر دیوبند کی تصدیقات ہیں۔ الغرض ان سب کی تائید وتصدیق اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے جواب اور درِّ مختار وعلامہ شامی کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ:۔

۱۔ وہابیت خوارج کی ایک جماعت ہے

۲۔ انہوں نے امام پر چڑھائی کی

۳۔ یہ جماعت قتال کو واجب کرتی ہے

۴۔ یہ جماعت نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئی ورنہ ہمیشہ سے یہاں نہیں تھے۔

۵۔ ان کا عقیدہ تھا بس وہی مسلمان ہیں اور جو اُن کے عقیدہ کے خلاف ہو مشرک ہے۔

۶۔ انہوں نے اہلسنّت وعلماء اہلسنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا

بتایا جائے جو شخص اپنے سوا ہر کسی کو مشرک قرار دے، اہلسنّت اور اُن کے

علماء کے قتل کو مباح سمجھے ایسے شخص کے متعلق اگر سیدنا اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لکھ دیا اور شرعی حکم واضح فرمادیا تو کونسا جرم کیا

مولوی حسین احمد صدر دیوبند لکھتے ہیں۔ "صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنّت وجماعت سے قتل وقتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس (محمد بن عبدالوہاب نجدی) نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور متبعین کی شان میں نہایت گستاخی وبے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ الغرض وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا"

(الشہاب الثاقب ص۴۲)

مولوی انور کاشمیری شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند

لکھتے ہیں "اما محمد بن عبد الوهاب النجدی فانه کان رجلا بلیدا قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر" یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا۔ اور اس لئے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہ تھا۔

کیوں جناب مصنف ڈھاکہ صاحب! سُنئے آپ نے صدر دیوبند اور شیخ الحدیث دیوبند کے اقوال۔ معلوم ہوتا ہے آپ اس میدان میں نئے آئے ہیں۔ کاش آپ حسین احمد مدنی سے مشورہ کرکے آتے تو وہ بتاتا محمد بن عبدالوہاب نجدی اہل سنت وعلماء اہلسنت کا قاتل اور ظالم وباغی خونخوار و فاسق شخص تھا۔ شیخ الحدیث دیوبند سے مشورہ کرکے آتے تو وہ بتاتا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ایسا تھا کہ اس کو

کفر کا حکم لگانے میں کوئی باک نہ تھا۔ خلیل انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی، محمود الحسن دیوبندی، کفایت اللہ دہلوی اور عاشق الٰہی میرٹھی سے پوچھا ہوتا تو وہ بتاتے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنے عقیدہ کے خلاف ہر شخص کو مشرک قرار دیتا تھا۔ آپ اپنی حماقت سے زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ اعلیحضرت پر کہ انہوں نے اس کو کافر کہہ دیا تو اس کو کافر کہہ دیا، محمد بن عبدالوہاب نجدی کو کافر کہہ دیا مگر آپ کے اکابر کہتے ہیں محمد بن عبدالوہاب نجدی خود اپنے سوا سب کو کافر و مشرک قرار دیتا تھا۔

اکابر علماء دیوبند کے مذکورہ بالا اقوال سے آپ کو ایک گرہ اور پلّے باندھ لینی چاہیئے کہ آئندہ عوام کو یہ دھوکہ نہ دیں کہ وہابی حرمین شریفین پر ہمیشہ سے قابض ہیں

مکہ معظمہ ومدینہ منورہ پر

کفّار کے قبضہ کی بحث

ڈھاکہ کے کذاب مصنف نے ص۱۶ پر اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے مذہب اسلام اور بریلوی مذہب سے منسوب کرکے علیحدہ علیحدہ دو عقیدے درج کئے ہیں اور اپنے بقول مذہب اسلام کا جو عقیدہ بیان کیا ہے اپنی جہالت اور بے علمی کے باعث ص۱۶ پر جتنی احادیث مبارکہ نقل کی ہیں وہ اگرچہ حق وصحیح ہیں لیکن مصنف ڈھاکہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باعث ایک حدیث بھی ایسی پیش نہیں کرسکا جس کے واضح الفاظ یہ ہوں کہ "مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر کفار کا قبضہ نہ ہوسکے گا" اور اپنے الفاظ میں بریلوی مذہب اور سیدنا اعلیحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ جو کچھ لگایا اس میں سو فیصدی خیانت اور بے ایمانی وخبث باطنی کا ثبوت دیا ملاحظہ ہو احکام شریعت حصہ دوم مسئلہ نمبر۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ

کو ہجرت کروں گا۔ کم از کم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا۔ اور کہتا ہے دین مدینہ سے نکلا ہے اور پھر اسی طرف پلٹ جائے گا۔ پس اس جگہ سے کونسی جگہ افضل ہوگی اور اس زمانہ میں جبکہ نصاریٰ کا قبضہ اس جگہ ہے۔ کابل سے ہزار درجہ اس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لئے باعث سلامتی دین و شفاعت تصوّر کرتا ہے۔ زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں؟ اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا۔ الیسی نیت اُس کی درست ہوگی یا نہیں ــــ؟ بینوا و توجروا۔

اس سوال کے جواب میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔

جواب:۔ زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں۔ بیشک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ مدینہ منورہ ان کے لئے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے آئمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ ادب نہ ہو سکے گا اور قبضہ کفار کا بیان غلط ہے اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا الٹی نیت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ملاحظہ ہو دیوبندیت کی وکالت کرنے والے مصنف دھماکہ کی بے ایمانی و دغا بازی۔ سوال کے آخری اور جواب کے ابتدائی الفاظ نقل کر دیئے اور سوال و جواب کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی ناپاک مراد کو ثابت کرنے کے لئے بڑی بے شرمی سے یہ لکھ دیا۔

مسئلہ:۔ اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ آئے گا الیسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں (احکام شریعت حصہ دوم ص۱۴۲)

گویا اب دیوبندیت کا دفاع صرف اسطرح ممکن ہے کہ جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جاؤ۔ حالانکہ مصنف دھماکہ اگر گنگوہی کی طرح اندھا نہ ہوتا تو اس کو صاف نظر آتا کہ سوال کے اس جُز کے متعلق سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے واضح الفاظ موجود ہیں .... اور قبضہ کفار کا بیان غلط ہے اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا الٹی نیت ہے۔ کیا اسی بے ایمانی کے بل بوتے پر دیوبندیت کا بچاؤ ہو رہا ہے ــ؟

ممکن ہے مصنف دھماکہ اپنی عادت و طبیعت سے مجبور ہو کر مزید غلط تاثر دے واضح رہے کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں آج بھی اکثریت اہلسنت کی ہے اور خدام و غلامان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی وہاں غلبہ رہے گا۔ اگر پاکستان میں چند روز کے لئے سکندر مرزا شیعہ برسر اقتدار آگیا تو کیا پاکستان پر رافضیوں کا قبضہ ہو گیا ــ؟

اگر مصنف دھماکہ ہماری اس تاویل کا قائل نہیں تو پھر وہ جواب دے جیسا کہ ہم نے اوپر مفصل نقل کیا ہے۔ اور خلیل احمد انبیٹھوی کی "المہند" کی تحریر اور مولوی اشرف علی تھانوی، محمود الحسن دیوبندی، عاشق الٰہی میرٹھی اور کفایت اللہ دہلوی کی تائید و تصدیق سے ثابت کیا کہ وہابی نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے ان کا عقیدہ تھا بس وہی مسلمان ہیں جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نجدی حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اور جن کے نزدیک ان کے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے تو کیا نجدی کے غلبہ و قبضہ سے قبل مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر غیر مسلموں اور مشرکوں کا قبضہ تھا؟ اگر آپ یہ کہیں کہ وہاں کفار کا قبضہ تھا تو آپ نے خود شرمناک مذہبی خودکشی کی۔ اگر یہ نہیں تو پھر بتائیں کہ اپنے سوا کسی کو مسلمان نہ سمجھنے والا اور اپنے عقیدہ کے خلاف تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دینے والا خود کون ہوا اور اس پر یہ کفر پلٹا یا نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ صحیح بخاری جلد دوم ص۹۰۱ صحیح مسلم جلد اوّل ص۵۷ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی روایت حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد۔ ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما ان کان کما قال والا رجعت الیہ۔

ترجمہ:۔ یعنی جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے۔ ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے۔ اگر جسے کہا وہ سچ کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر ۱۲۷۶ھ جلد دوم صہ ۱۵۶ کذالک یا مشرک وانحوہ۔ اسی طرح کسی کو مشرک یا اس کے مثل کوئی لفظ کہا جب کہ وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہو گیا۔

مولوی انور کاشمیری مقدمہ فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو کفر کا حکم لگانے میں کوئی باک نہ تھا اور خلیل احمد انبیٹھوی صاحب اشرف علی تھانوی محمود الحسن دیوبندی اور عاشق الٰہی میرٹھی کی تائید و تصدیق کے ساتھ لکھتے ہیں۔ "ان (عبدالوہاب نجدی) کا عقیدہ تھا۔ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے

مصنف دھماکہ بتائے فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق یہ کفر و شرک محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف پلٹا یا نہیں۔؟

اور پھر یہ بھی بتائیں جیسا کہ مولوی حسین احمد مدنی صدر و شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں "اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس (محمد بن عبدالوہاب نجدی) نے تکالیف شاقہ پہنچائیں .... اور بہت لوگوں کو بوجہ اس تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

(الشہاب الثاقب صہ ۴۲)

اس کے بعد آپ دھماکہ کے صہ ۶ پر اپنی نقل کردہ حدیث شریف "جو شخص مدینہ شریف کے لوگوں سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دیں گے جس طرح

نمک پانی میں گھل جاتا ہے" کے آئینہ میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر متغلب ہونے والے اور اہل حرمین کو تکلیف شاقہ پہنچانے والے اور مسلمانان مدینہ کو مدینہ شریف چھوڑنے پر مجبور کرنے والے اور وہاں کے ہزاروں کلمہ گو سنی لوگوں کو شہید کرنے والے محمد بن عبدالوہاب نجدی وہابی کا اور اپنا چہرہ دیکھ لیں ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اور یہ بھی بتائیں کہ سلطان عبدالعزیز کی بادشاہت سے قبل مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر شریف حسین کا قبضہ تھا۔ عبدالعزیز نے اُن سے قتل و قتال کیا۔ آیا سلطان عبدالعزیز نے ان سے بحیثیت کافر و مشرک قتل و قتال کیا تھا یا محض حصول اقتدار کے لئے ان کو مسلمان سمجھتے ہوئے اُن کا خون بہایا۔؟

اگر پہلی بات صحیح ہے کہ شریف مکہ معاذ اللہ کافر و مشرک تھا تو آپ نے مکہ و مدینہ پر کفار و مشرکین کا قبضہ تسلیم کیا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ سلطان عبدالعزیز نے محض اقتدار کے لئے قتل و قتال کیا تو یہ بتائیں کہ مسلمانوں بالخصوص مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے لوگوں پر ظلم و زیادتی اور ان سے قتل و قتال کرنے والے پر کم سے کم حکم شرعی اور سزا کیا ہے۔؟

یاد رہے کہ اس لڑائی میں شریف حسین کی فوج کے تین ہزار سے زائد (مسلمان) سپاہیوں کو ہلاک کیا گیا۔

(امروز ۲۰ اپریل۔ ٹائیٹل صفحہ آخر) بتایا جائے ان تین ہزار سپاہیوں کے قتل اور خون کا بار کس کی گردن پر ہوا ہے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی بتائیں کہ اسلام میں بادشاہت کا شرعاً کیا جواز ہے؟ ہماری ان معروضات کا مقصد یہ نہیں کہ ہم پاکستان کے کسی دوست ملک کے خلاف اپنی طرف سے کوئی معاندانہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں بلکہ دیوبندیوں کے شرمناک معاندانہ پراپیگنڈہ اور کانگریسی ذہنیت اور نظریۂ پاکستان کے مخالف علماء کی الزام تراشیوں سے جو صورت حال پیدا ہو رہی ہے اس کا ازالہ کر رہے ہیں۔

اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مصنف دھماکہ نے خود صہ ۱۲-۱۳ پر نجدیوں

وہابیوں پر فتاویٰ کا مسئلہ چھیڑ دیا تو ہمیں ثابت کرنا پڑا کہ اس کے اکابر کا مسلک بھی یہی ہے جس پر وہ پردہ ڈال کر عوام کو غلط تاثر دے رہا ہے اور اس کے اس موضوع کو چھیڑنے کے نتائج اس کے سامنے ہیں جس کا جواب اس سے صبح قیامت تک انشاء اللہ العزیز نہیں بن سکتا۔

مصنف دھماکہ نے نجدی وہابی قبضہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے چند احادیث مبارکہ بھی دھماکہ کے صفحہ ۲۶ پر نقل کی ہیں ان کا ترجمہ مصنف کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

۱۔ فرشتے مدینہ شریف کا پہرہ دے رہے ہیں وہاں طاعون اور دجال داخل نہ ہو سکیں گے۔

۲۔ مدینہ شریف میں دجال اکبر کا رعب داخل نہ ہو سکے گا۔ اس دن مدینہ شریف کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے پہرہ دیں گے۔

۳۔ دجال مشرق کی طرف سے مدینہ کے ارادے سے نکلے گا۔ اُحد پہاڑ کے پیچھے نزول کرے گا۔ پھر فرشتے اس کا رُخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں وہ ہلاک ہوگا۔

مذکورہ بالا احادیث طیبہ تو جانِ وہابیت پر کروڑ کروڑ ٹن کے پہاڑ ہیں ۔۔۔ جو نبی اکرم واقف اسرار لوح وقلم رسول غیب دان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیامت تک علم غیب شریف پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ مصنف دھماکہ کی ستم کوری اور محرومی ہے کہ اس کو ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف اور فضائل وکمالات کا جلوہ تو نظر آیا نہیں اور ان احادیث کا سہارا لے کر نجدی کی قصیدہ خوانی شروع کر دی حالانکہ نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت تک کے واقعات کی خبر دے رہے ہیں:

حضور ان فرشتوں کا مشاہدہ فرما رہے ہیں جو مدینہ طیبہ کا پہرہ دے رہے ہیں

اور غیب کی خبر دے رہے ہیں کہ مدینہ میں دجال اور طاعون داخل نہ ہوگا۔ مدینہ شریف کے سات دروازے ہوں گے۔ مدینہ شریف میں دجال اکبر کا رعب داخل نہ ہو سکے گا۔ دجال مشرق کی جانب مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ اُحد پہاڑ کے پیچھے نزول کرے گا۔ فرشتے اس کا رُخ شام کی طرف پھیر دیں گے۔ وہ وہاں ہلاک ہوگا۔ بتایا جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں غیب کی خبریں دیں یا نہیں ۔۔۔؟ جبکہ دیوبندیوں وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے۔

۱۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت وحشر میں اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا۔

۲۔ میں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (براہین قاطعہ صد ۵۱ از مولوی خلیل انبیٹھوی)

۳۔ .... کل کیا ہوگا۔ کس جگہ موت آئے گی۔ ...... یہ اللہ کو معلوم ہے نبی ولی کو علم نہیں (ملخصاً) (از فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص۷۲)

لیکن مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ بتا رہے ہیں۔ کل ہی نہیں قیامت تک کی خبریں دے رہے ہیں اور واضح طور پر ارشاد فرما رہے ہیں کہ دجال شام میں ہلاک ہوگا۔

کیا خبر تھی انقلاب آسماں ہو جائے گا
دینِ نجدی پائمال سنیاں ہو جائے گا

مذہبی خودکشی کی بدترین مثال

مصنف دھماکہ نے صد ۱ اور صد ۲۶ پر احادیث مبارکہ کے حوالہ سے لکھا ہے مدینہ طیبہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا اور وہابیوں کی جماعت اسلامی کا بانی مودودی متعدد بار مدینہ طیبہ جا چکا ہے جبکہ دیوبندیوں کے شیخ التفسیر مولوی احمد علی لاہوری

اور دیوبندی امیر شریعت عطاء اللہ بخاری کا فتویٰ یہ ہے۔ "میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں ایک مودودی ہے"

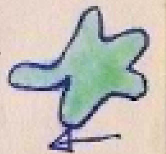
(رسالہ حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب صفحہ ۹۷)

مذکورہ حوالہ سے ثابت ہوا کہ اکابر علماء دیوبند کے نزدیک مودودی صاحب تیس دجالوں میں سے ایک ہیں تو یہ مدینہ طیبہ کئی بار گیا ہے۔ مصنف دھماکہ یا تو یہ تسلیم کریں کہ دیوبندی علماء غلط فتوے دے دیتے ہیں۔ یا پھر یہ تسلیم کریں اکابر دیوبند کا احادیث شریفہ کے خلاف یہ عقیدہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں دجال جا سکتا ہے۔ جو احادیث طیبہ کو جھٹلائے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

؎ الزام اوروں کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

جوڑ توڑ کی بدترین مثال

۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو شاہ فیصل کو اُن کے حقیقی بھتیجے فیصل بن مساعد نے قتل کیا حق تبارک وتعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا۔ قتل خواہ کسی کا بھی ہو قابلِ ملامت ہے۔ لیکن مصنف دھماکہ کی اہلسنت دشمنی اور شقاوت قلبی ملاحظہ ہو کہ اس واقعہ کی تمام ذمہ داری علماء اہلسنت پر ڈال کر اس بنیاد پر حق و باطل کا فیصلہ کرنا شروع کر دیا۔ پوری دنیا میں مصنف دھماکہ کے سوا شاید ابلیس کے خیال اور قادیانی مرزا ناصر کے وہم وگمان میں بھی یہ نہ آیا ہوگا کہ یہ قتل علماء اہلسنت کی سازش ہے ورنہ شاہ خالد کی حکومت اپنے حقیقی بھتیجا کی بجائے مولانا علامہ ارشد القادری یا مولانا شاہ احمد نورانی کا سر قلم کرتی یا کم از کم پاکستان اور بھارت کی حکومتوں سے احتجاج کرتی مگر کسی کے وہم وگمان اور تصورات کی گہرائیوں میں جو بات نہیں وہ مصنف دھماکہ سوچ رہا ہے اور الزام تراشی و دروغ گوئی سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر رہا ہے۔



اپنے وہابی نواز روزنامہ ملت لندن ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کے حوالہ سے صرف اتنا ثابت کیا۔ بریڈ فورڈ جمعیت تبلیغ الاسلام کے عارف نوشاہی نے شاہ فیصل کی شہادت پر شاہ خالد اور برطانیہ میں سعودی عرب کے سفیر کے نام تعزیتی تار میں کہا ہے کہ شاہ فیصل کی شہادت

عالم اسلام کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ جمعیت کل بعد نماز جمعہ مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کر رہی ہے۔

روزنامہ جنگ کے نمائندہ کے حوالہ سے صرف اتنا لکھا کہ بریڈ فورڈ جامع مسجد تبلیغ الاسلام ساؤتھ فیلڈ سکوائر میں خطبہ جمعہ سے پہلے ایک جلسہ میں شاہ فیصل کی شہادت کو عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ امام مسجد مولانا ابو المحمود نشتر نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس زمانہ میں ایسا شخص جس نے عالم اسلام کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہوا۔ ان کا اسطرح ناگہانی طور پر جدا ہونا انتہائی رنج کی بات ہے۔ نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مسجد میں قرآن خوانی کی گئی۔ (دھماکہ صہ ۱۴ و صہ ۱۵)

بس ان دو بہل حوالوں پہ آسمان سر پہ اٹھا لیا اور بے حیائی و بدزبانی کا وہ مظاہرہ کیا کہ ابلیس بھی اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا ہوگا۔

۱۔ تو عیاری یہ کے حوالے ایسے اخبارات کے دیئے جو پاکستان میں دستیاب نہیں برطانیہ میں شائع ہوتے ہیں یہ اس لئے تاکہ اس کی چور بازاری کا پتہ نہ چل سکے۔

۲۔ یہ کہ یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہوتی ہے۔ یہاں بھی رپورٹر یا نامہ نگار بیان دینے والے کی مرضی کے خلاف ان سے منسوب کر کے بہت کچھ لکھ دیتے ہیں اور بعد میں تردیدی بیان جاری ہوتے ہیں۔

۳۔ اخبارات کے دونوں حوالوں میں مولینا علامہ ارشد القادری صاحب کا کہیں نام نہیں ان کے زلزلہ کے جھٹکوں سے صنم کدہ دیوبندیت زمین بوس ہو چکا ہے اور مصنف دھماکہ اپنے زخم چاٹ چاٹ کر ان کو کوس رہا ہے اور بے مقصد بدزبانی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

۴۔ شاہ فیصل کے متعلق ان کے اپنے افکار کیا ہیں ملاحظہ ہو:۔

شاہ فیصل کا عقیدہ

لاہور۔ ۲ اپریل (چیف رپورٹر) سعودی عرب کے شاہ فیصل نے جمعہ کو یہاں انجمن حمایت اسلام کی طرف سے دی گئی دوپہر کے کھانے کی دعوت میں تقریر کرتے ہوئے انجمن کے کارکنوں

کو مشورہ دیا کہ "وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اپنے نیک اقدامات میں کوتاہی نہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں" (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ یکم محرم الحرام ۱۳۸۹ھ)

مذکورہ تقریر میں شاہ فیصل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر مانا اور اس عقیدہ کا برملا اظہار فرمایا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ مصنف دھماکہ خود بتائے اور حق پسندی کا اعلان کرے کہ شاہ فیصل کا یہ عقیدہ صحیح تھا یا نہیں؟ جہاں تک علماء دیوبند کا تعلق ہے وہ صاف کہتے ہیں۔ ؎

نبی کو جو حاظر ناظر کہے
بلا شک شرع اسکو کافر کہے (جواہر القرآن ص۹)

(از مولوی غلام اللہ خاں دیوبندی وہابی)

"جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے"

جواہر القرآن ص۲۲ بتایئے دیوبندی مولوی غلام خاں کے فتویٰ کی زد شاہ فیصل پر پڑی یا نہیں ـــ اور پھر یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ شاہ فیصل کے ایصال ثواب سے توان کو اتنی پریشانی ہوئی کہ اس کو آڑ بنا کر سنیت کے خلاف زبان درازی شروع کردی۔ لیکن اپنے اکابر علماء دیوبند کو کیا کہیں گے جنھوں نے گاندھی کا فوٹو سامنے رکھ کر قرآن خوانی کی ملاحظہ ہو:۔

"تلک ہال میں مہاتما گاندھی کا یوم شہادت بڑی دھوم دھام سے منایا گیا ـــ حافظ بیعت اللہ (دیوبندی وہابی)، اور بابا خضر (دیوبندی)، نے گاندھی کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر قرآن خوانی کی .... جناب حافظ بیعت اللہ رکن جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت بابا خضر محمد سابق سرپرست جمعیۃ العلماء ہند کانپور نے مہاتما گاندھی کی روح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے قرآن کریم کی آیتیں اُن (گاندھی) کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں اور اُن کی روح کو بخش دیں۔ ایک طرف لوگ (ہندو) بھجن گا رہے تھے تو دوسری طرف (دیوبندی) جمعیۃ العلماء ہند کے کچھ ذمہ دار ارکان (گاندھی

کے لئے) تلاوت قرآن مجید کررہے تھے۔

(اخبار سیاست کانپور۔ یکم فروری ۱۹۵۷ء)

شاہ فیصل کے لئے تو قرآن خوانی آپ کو ناگوار تھی لیکن مہاتما گاندھی کے لئے قرآن خوانی کونسی دلیل شرعی سے جائز ہے ـــ؟ کیا مذہبی خودکشی کی ایسی شرمناک مثال دیوبندی دھرم کے سوا اور کہیں مل سکتی ہے؟

مصنف دھماکہ کو چاہیئے اگر وہ شاہ فیصل کا واقعی شیدا ہے تو حکومت پاکستان کو مشورہ دے کہ ڈاکٹر اقبال کے یوم ولادت و یوم وصال اور بانی اخبار زمیندار اور آپ کے اور آپ کے بابائے صحافت مولانا ظفر علی کا دن منانے پر فوراً پابندی عائد کرے کیونکہ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے شاہ فیصل کے والد بزرگوار سلطان عبد العزیز کے متعلق لکھا ہے ؎

سجود نیست اے عبد العزیز ایں
بروبم از مژدہ خاک در دوست (ارمغان حجاز ص۹۳)

امید ہے مصنف دھماکہ ارمغان حجاز کی ضبطی کا بھی مطالبہ کریں گے اور مولوی ظفر علی ایڈیٹر و بانی اخبار زمیندار لکھتے ہیں ؎

ابن سعود کیا ہے؟ فقط اک حرم فروش
برطانیہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر
اسلامیوں پہ اس نے برسوائیں گولیاں
پھر کیوں نہ کشتنی ہو زمیندار کا مدیر

(نگارستان ص۲۵۲ از بابائے صحافت مولوی ظفر علی)

اُمید ہے اب آپ کی پوری طرح تشفی ہوگئی ہوگی لیکن ہم آپ کی حق گوئی کا لوہا اس وقت مانیں گے کہ سعودی خاندان کے خلاف لکھنے کے جرم میں آپ ڈاکٹر اقبال اور مولوی ظفر علی کی کتابوں کی ضبطی اور ان کے یوم منانے پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کر کے اپنی حق گوئی و حق پسندی کا ثبوت دیں گے

وہابیت کی دلالی کرتے ہوئے مصنف دھماکہ نے علماء اہلسنت پر وہابیوں کی

اقتدار میں نماز نہ ادا کرنے اور وہاں سے محروم لوٹنے کی پھبتی بھی کستی ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی بہت بڑا دھوکہ ہے اور عوام کو فریب دینے کا حربہ ہے جیسا کہ ہم اوپر مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی، مولوی اشرف علی تھانوی، محمود الحسن دیوبندی، صدر دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی، مولوی انور شاہ کاشمیری سے ثابت کر آئے ہیں کہ نجدی وہابی نجد سے نکلے حرمین شریفین پر متغلب ہوئے۔ اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے اور کافر و مشرک قرار دیتے تھے۔ وہ فاسق و فاجر باغی و ظالم خونخوار ہیں۔ انہوں نے اہلسنت و علماء اہلسنت کے قتل کو مباح سمجھا وغیرہ

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جیسا کہ نجدی کے متعلق اکابر دیوبند نے تصریح فرمائی ایسے بدعقیدہ کے پیچھے کونسی دلیل شرعی سے نماز ہو جاتی ہے جب اکابر دیوبند نجدی وہابیوں اور اُن کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی پر اس قدر شدید و کثیر الزام عائد کر رہے ہیں تو پھر مصنف دھماکہ خود فیصلہ کرے کہ سنی مسلمان نجدیوں وہابیوں کی اقتدار میں نماز پڑھ کر آخر کونسے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یا پھر آپ اُن کو صحیح العقیدہ اور پابند شرع متقی و پرہیزگار قرار دیں یا پھر نماز کو سمجھیں۔ آخر یہ دوغلا پن کیوں ہے۔ ان میں ہزار برائیاں ثابت کر رہے ہیں اور ان کی اقتدار میں نماز بھی پڑھ رہے ہیں درحقیقت آپ کے ہاں نماز کی کچھ حقیقت نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم ص۹۶ پر لکھا کہ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال (معاذ اللہ) گدھے اور بیل کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔

کیا دنیا پر اب بھی یہ ظاہر نہ ہو گا کہ آپ اصول و انصاف اور حقیقت پسندی سے کتنا دور ہیں اور ہر بات میں عیاری و مکاری اور جوڑ توڑ سے کام لیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو دیوبندی فرقہ کی ساری عمارت ہی کذب و فریب کی بنیاد پر کھڑی ہے۔

لیگ اور قائد اعظم پر فتویٰ

مصنف دھماکہ نے بڑے طمطراق سے الجوابات السنیہ و تجانب اہلسنت کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ کہ بریلوی علماء نے لیگ کے خلاف فتوے دیئے وغیرہ وغیرہ۔

ہم کہتے ہیں کہ بانئ پاکستان محمد علی جناح کیا خود ایک زمانہ میں کانگریس میں نہیں تھے؟ اور پھر آپ نے الزام تراشی کے جنون میں مبتلا ہو کر یہ بھی غور نہیں کیا کہ بعض علماء اہلسنت نے تو اس وقت کے حالات کے تحت صرف لیگ کے خلاف فتاویٰ دیئے لیکن آپ کے ابو الکلام آزاد صدر دیوبند حسین احمد مدنی، کفایت اللہ دہلوی عطاء اللہ بخاری، حفظ الرحمٰن نے احرار اور جمعیت العلمائے ہند بنا کر اور براہ راست کانگریس میں شامل ہو کر کانگریس کی دلالی اور گاندھی نہرو کی نمک حلالی نہیں کی۔
ذرا ادھر بھی نظر ڈال لیتے کہ قائد اعظم کو کافر اعظم کہنے والے کون تھے ملاحظہ ہو:۔

"مولانا حسین احمد صاحب (صدر دیوبند) کا بے بنیاد و بے دلیل فتویٰ نئی دہلی ۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء مولانا حسین احمد صاحب نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا اور قائد اعظم کو کافر اعظم کا لقب دیا"

(مکالمۃ الصدرین ص۴۸)

مولانا عثمانی نے جو پیغام جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقع پر بھیجا تھا اس میں صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ یہ پرلے درجے کی شقاوت و حماقت ہے کہ قائد اعظم کو کافر اعظم کہا جائے۔"

(مکالمۃ الصدرین ص۳۲)

صدر دیوبند کی کانگریس پرستی لیگ اور جناح دشمنی وطنیت پرستی اور دین سے دوری دیکھ کر ہی ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر دیوبندی مجلس احرار میں

قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے غصہ میں آکر ہونٹ چبائے جاتے تھے کہ دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں،[1] یہ دیوبندی اکابر کا حال تھا جو کہہ رہے تھے مسلم لیگ کو (پاکستان کیلئے) ووٹ دینے والے سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں[2]

حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی اور شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں صاحب قدس سرہ کے فتاوی، تو آپ کو نظر آگئے مگر حسین احمد صدر مدرسہ دیوبند امیر شریعت عطاء اللہ بخاری وغیرہ کے فتوے آپ کو نظر نہیں آئے تاریخ گواہ ہے دنیا جانتی ہے ۵ ہزار سے زائد علماء و مشائخ اہلسنت آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اسٹیج سے مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی سو فیصد حمایت کر رہے تھے یہ علماء اہلسنت ہی تھے جنہوں نے نظریۂ پاکستان کے مخالف کانگریسی علماء کا منہ بند کر دیا تھا مگر اس کے ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ علماء اہلسنت نے لیگی قائدین کو خدا اور رسول اور نبی نہیں مان لیا تھا۔ لیگیوں کے بعض غیر شرعی الفاظ پر بعض علماء اہلسنت نے فتاویٰ شرعی بھی دیئے جیسا کہ ایک نظم میں امیر الٰہ آبادی لیگی نے لکھا تھا۔

ے اے محمدؐ اور علیؓ کی چلتی پھرتی یادگار
تیرے رُخ سے پرتو شبیرؓ و شبرؓ آشکار
تیرا پیکر خالدؓ و طارق کا زندہ شاہکار
تو سیاست کا نبی قانون کا پروردگار

ملاحظہ ہو مسلم لیگی اخبار انقلاب بمبئی - ۲۶ دسمبر ۱۹۴۵ء اور ایک اور لیگی شاعر حیرت مالے صاحب نے لکھا تھا۔

ے
جگایا ہے مسلمانانِ ہندی کو بھلا کس نے
بنایا ہے مسلماں کو سیاست کا خدا کس نے

ہم خدا کو خدا، رسول کو رسول، نبی کو نبی مانتے ہیں (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) لیگی قائدین کو خدا، رسول اور نبی ماننے کے لئے تیار نہیں - مذکورہ بالا اشعار میں اگر شرعی لغزش نہیں تو آپ موجودہ اکابر دیوبند میں سے کسی سے ان اشعار پر فتویٰ لے کر دیکھ

[1] چمنستان صہ ۱۶۵ [2] چمنستان ناظر مفتی کفایت صہ ...

لیں حق واضح ہو جائے گا

مگر آپ حق کے متلاشی کہاں آپ تو اس مسئلہ میں محض سطحی باتیں بنا کر حکومت اور عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علماء اہلسنت پاکستان کے خلاف تھے اور دیوبندی ملاں قائد اعظم کو کافر اعظم اور پاکستان کو پلیدستان سمجھنے کے باوجود پاکستان کے حامی تھے

ے قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

مسئلہ ایصالِ ثواب

مصنف دھماکہ نے رسالہ تصنیف کرتے وقت غالباً یہ عہد کیا تھا وہ لازماً ہر بات غلط کرے گا اور حوالوں میں قطع برید کرے گا بلکہ بے ربط و بے مقصد حوالے نقل کرتا چلا جائے گا۔ اور جب کوئی سُنّی اس سے یہ کہے گا کہ بھئی فلاں عبارت کا تو یہ مطلب ہے تم کھینچا تانی مت کرو تو میں فوراً کہوں گا تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی توہین آمیز گستاخانہ عبارات کو عین اسلام تسلیم کر لو۔ لہذا جان بوجھ کر اور جی بھر کر غلط باتیں اور الزام تراشیاں کی گئی ہیں۔ صہ۱ پر ایصال ثواب کے بارے میں عنوان جما کر مذہب[1] اسلام اور بریلوی مذہب کی ذیلی سرخیوں کے تحت ایصال ثواب پر اپنے مسخرے پن کا ڈرامہ شروع کر دیا۔ مذہب اسلام کے تحت تسلیم کیا کہ نیک اعمال کا ثواب اُن کی نیتوں کے مطابق مرحومین کو پہنچتا ہے۔ جب مصنف کو یہ تسلیم ہے تو پھر غرباء اور حاجت مندوں کو کھانا کھلانا بھی تو نیک عمل ہے اس کا ثواب نہ پہنچے گا

اس کے بعد لکھتا ہے ایصال ثواب برحق ہے مگر چیزوں کو ہی بھیج دینا کہیں

[1] مذہب اسلام کوئی چیز نہیں یہ اصطلاح غلط ہے اور مصنف دھماکہ کی جہالت ہے

ثابت نہیں۔ بشکر ہے اتنا تو تسلیم کیا کہ چیزوں (طعام واشیاء) کا ثواب پہنچتا ہے مگر اصل چیزیں نہیں پہنچتیں۔ مگر یہ کہا کس نے ہے کہ اصل چیزیں پہنچ جاتی ہیں۔ عام لوگوں کو اپنے مردوں کو اصل چیزیں ہی بھیج دینی چاہئیں ایسا کسی نے بھی نہیں لکھا۔ ملفوظاتِ اعلیٰحضرت حصہ اوّل سے یہ نقل کرنا کہ "ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرا کفن ایسا خراب ہے مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اُس شخص کا دریافت کیا معلوم ہوا وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نیا عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا کہ یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو وُہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تُم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔

(یہ واقعہ بیان کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ہر شخص اس طرح کفن اور کھانے پینے کی دیگر اشیاء اپنے مرنے والوں کے ساتھ بھیجتا رہے۔ نہ اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ نے تحریر فرمایا نہ کسی اور سُنّی بریلوی عالم سے یہ ثابت ہے) اس واقعہ پر چند طریقوں سے غور لازم ہے۔ اوّل یہ خواب کا واقعہ پھر اعلیٰحضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا وہ صالحہ تھیں ولیہ تھیں۔ ہم اہلسنّت کا عقیدہ ہے شہدا اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ اس واقعہ میں ان صالحہ ولیہ بزرگ خاتون کی کرامت پوشیدہ ہے۔ مصنف دھماکہ بھول گیا اس کو واقعہ کے اس جُز پر بھی اعتراض کرنا چاہیئے تھا کہ یہ غلط ہے وُہ تندرست آدمی کیسے مرگیا۔ کون کب مرے گا یہ غیب کی بات ہے اللہ ہی جانے وَلی وَلیہ کو کیا خبر۔

حاشیہ :۔ دین اسلام ہے نہ کہ مذہب اسلام۔ اور بریلوی مذہب کہنا خود مصنف دھماکہ کی تصریحات کی روشنی میں غلط۔ لیکن وہ دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے بار بار لکھے جارہا ہے۔

بہرحال ہم اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ عزّوجل کی عطا سے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام قدست اسرارہم کو اُن کی شان کے لائق علم غیب حاصل ہے۔ تو اُن کی یہ کرامت کہ اس خاتون نے بتادیا کہ فلاں شخص آنے والا ہے۔ جب وہ اپنی کرامت سے یہ معلوم کرسکتی ہیں کہ فلاں مرنے والا ہے اور آنے والا ہے تو کرامت کے طور پر اُن کے پاس کفن پہنچ جانا کیا بعید ہے۔ ہر شخص صاحب کرامت نہیں ہوتا۔ نہ ہر شخص کو کفن بھیجا جاتا نہ کھانا بھیجا جاتا ہے۔ البتہ شہدا کی یہ شان ہے کہ اللہ عزّوجل خود فرماتے ہیں کہ ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ ہر کسی کے لئے یہ حکم نہیں۔ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرّہٗ نے کرامت کے طور پر اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

(۱) (افسوس اگر مصنف دھماکہ چند ایک سطر آگے اور پڑھ لیتا تو اعتراض کر کے مسخرے پن کا مظاہرہ کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ امام اہلسنّت اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے ایک سطر آگے حضرت رہبان بن صیفی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ لکھا ہے۔ ان کے کفن میں ایک تہبند زائد چلا گیا شب کو اپنے صاحبزادے کی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا یہ تہبند لے لو اور الگنی پر ڈال دیا صبح کو ان کی آنکھ کھلی تو وہیں رکھا ملا۔) یہ صحابی رسول رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے کہ کفن واپس آگیا۔ وہ صالحہ ولیہ کی کرامت ہے کہ فلاں آنے والا ہے اس کے ساتھ کفن بھیج دینا۔ مگر جو کرامات کا دشمن ہے وہ ضرور پھبتیاں کسے گا اور اعتراض کرے گا۔ کاش کہ مصنف دھماکہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کو بھی بیان کر دیتا تو جواب خود بخود ہو جاتا۔ مگر اس نے خیانت کرنے کا عہد کیا ہوا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ اپنے دادا دادی پھر اُن سے آگے جو اجداد گذر چکے ہیں ان کو کفن بھیجتے رہو۔ من گھڑت

حاشیہ :۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام اہلسنّت اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ کی بیان فرمودہ بات یا کوئی مسئلہ اگر کسی کو کہیں نہ ملے یا وہ اس کی اصل نہ پا سکے تو یہ اس کی اپنی علمی بے بضاعتی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ جیسا بحرِ ذخار کوئی بات بلا دلیل و ثبوت کیسے تحریر فرما

باتوں سے اپنے طائفہ کا دل بہلانا ہی شعار ہو تو کیا کیجئے۔

اس کے بعد اس عنید مصنف نے پھر سیدنا امام اہلسنّت اعلیحضرت قدس سرّہٗ کی اس نصیحت پر اعتراض کر کے مذاق اڑایا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) سکتا ہے۔ مصنف دھاکہ نے اپنی علمی بے بضاعتی کے باعث کفن بھیجنے پر اعتراض کر دیا۔ امام اجل علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی "بشرالکئیب[1] بلقاء الحبیب" میں کفن بھیجنے کا بالکل اسی قسم کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ابن ابی الدنیا، "کتاب المقامات" میں مرسلاً ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راشد ابن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی فوت ہو گئی بخواب میں بہت سی عورتوں کو دیکھا لیکن ان میں اپنی بیوی کو نہ دیکھا تو اس نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے کہا چونکہ تم نے اُسکو کم کفن دیا ہے اس لئے وہ ہمارے ساتھ نکلنے میں شرم محسوس کرتی ہے۔ پھر وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کوئی ثقہ شخص دنیا سے رخصت ہونے والا ہے؟ تو ایک انصاری ملا جو قریب الموت تھا۔ اُس نے اُس سے اس کا تذکرہ کیا تو اس انصاری نے کہا اگر کوئی مردہ کو پہنچا سکتا ہے تو میں پہنچا دوں گا۔ اُس کے بعد اس انصاری کا انتقال ہو گیا۔ پھر دو کپڑے زعفران میں رنگے ہوئے لایا اور اُن دونوں کپڑوں کو انصاری کے کفن میں رکھ دیا۔ اس کے بعد جب رات آئی تو اس نے عورتوں کو دیکھا اور ان کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی اور اس پر وہی زرد رنگ کے کپڑے تھے۔ اب مصنف دھاکہ کو چاہیئے کہ علامہ جلال الدین سیوطی نہ صرف آپ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ثقہ شخص دنیا سے رخصت ہونے والا ہے فرمایا، پر اسی طرح زبان طعن دراز و تمسخر کا ذکر کر کے جہنم کا صحیح حق دار ہو جائے جس طرح اعلیحضرت علیہ الرحمۃ پر اس قسم کا واقعہ بیان کرنے پر خرافات کا مظاہرہ کیا تھا۔

علاوہ ازیں سعید بن منصور علیہ بنت ابان ابن صیفی غفاری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

[1] یہ کتاب امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا ہے کتبہ فریدیہ سے دستیاب ہے۔

اعزاء سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحہ۔ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز۔ اگر بھینس کا دودھ ہو۔ مرغ کی بریانی مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی، اُرد کی پھیری دال مع ادرک و لوازم گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی۔ سوڈے کی بوتل دودھ کا برف۔

(وصایا شریف صہ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

اس عبارت کے نقل کرنے میں مصنف نے یہ کاریگری دکھائی کہ گنگوہی اور نانوتوی سے ورثہ میں ملی ہوئی یہودیانہ خیانت سے کام لے کر فاتحہ پر مشتمل اسی وصیت کے یہ الفاظ اپنے بے ایمانی کے خلاف سمجھتے ہوئے کاٹ دیئے۔

اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو جیسے مناسب جانو مگر بطیبِ خاطر میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو اور اسی وصیت کے مندرجہ ذیل ابتدائی الفاظ بھی اپنی خیانت کی نذر کر دیئے۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے وصیت کی ابتداء میں فرمایا

"فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کہ کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔"

بقیہ صفحہ گذشتہ:۔ کی تھی کہ قمیص میں مجھے کفن نہ دینا۔ فرماتی ہیں کہ اُن کی وصیت کے برعکس قمیص کا کفن دے دیا تو اُن کے دفن کر دینے کے دوسرے دن صبح کو اچانک ہم نے دیکھا کہ جس قمیص میں انہیں کفن دیا گیا تھا وہ کھونٹی پر لٹکی ہوئی ہے۔

دیوبندی اعلیحضرت کی کس کس بات کو غلط ثابت کریں گے۔ اعلیحضرت دشمنی میں سارا ہی اسلام چھوڑنا پڑے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیحضرت کی کوئی بات بلا دلیل و ثبوت نہیں ہوتی۔ ان مختصر معروضات کے بعد اب ہم مصنف دھاکہ کے حکیم الامّت کے گھر سے ایسی معتبر ترین شہادت پیش کرتے ہیں جس سے ایوان دیوبندیت و وہابیت میں گہرے شگاف پڑ جائیں گے۔

مصنف دھاکہ کو ایک صالح خاتون کے کپڑا دکفن، منگوانے پر تو تعجب ہوا اور اس نے جذبۂ عناد سے مغلوب ہو کر اُسکو اہلسنّت کا مستقل عقیدہ قرار دے دیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وصیت کے ابتدائی اور آخری حصہ کو یہ بیہودیوں کا تربیت یافتہ مصنف اپنی بے ایمانی سے تلف نہ کرتا تو اس کا جواب ہمیں دینے کی ضرورت ہی نہ تھی اس وصیت پر مصنف نے عامیانہ انداز میں جو حاشیہ آرائی فرمائی ہے شیطان بھی توبہ کر گیا ہوگا۔

بھلا اس وصیت پر بدزبانی کا کیا موقعہ تھا۔ کفن ساتھ بھیج دیا گیا تو اعتراض کی گنجائش نکال لی مگر اعلیٰحضرت نے یہاں تو یہ فرمایا تھا کہ فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں۔ اعلیٰحضرت کو آخری وقت میں اپنا نہیں فقراء کا خیال تھا، غرباء کا خیال تھا۔ باقی رہا گیارہ نمبر پر فقراء کو دینے اور بارہ نمبر پر ان چیزوں کو بھیجنے کا مغالطہ تو یہ اس کی اپنی عادت و طبیعت کی مجبوری کے باعث ہے۔ بارہ نمبر میں بھی اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ یہاں بھی فاتحہ کا لفظ نمایاں طور پر موجود ہے جو اندھے پن کے باعث نظر نہیں آ رہا یعنی فاتحہ کے لئے بھیج دیا کریں نہ کہ خود میری قبر میں اور ابتداء میں بھی یہی مذکور ہے۔ فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیں۔ مصنف کا مدعا تو جب ثابت ہوتا کہ اعلیٰحضرت یہ فرماتے فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیں میرے لئے مزار میں بھیج دیا کریں۔ مگر اسے اول و آخر کچھ نظر نہیں آتا۔ گنگوہی کو کچھ نظر آیا ہو تو اُسے نظر آئے۔

بقیہ حاشیہ :۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو صالحہ کو کپڑا بھیجنے کا لکھا تھا۔ لیکن حکیم الامت تھانوی صاحب تو فرما رہے ہیں کہ قبر سے کپڑا واپس آ بھی سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

"ابو عبداللہ محمد بن ظفر شیری بڑے شیخ عارف ربی صاحب کرامات و علامات تھے۔ آپ کی ایک کرامت یہ نقل کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی بیوی بہت نیک تھیں۔ آپ نے اُن کے علاوہ اور کوئی نکاح نہیں کیا تھا۔ دونوں میں آپس میں محبت تھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مصنف نے اپنی غلیظ روح کو تسکین پہنچانے کے لئے اعلیٰحضرت قدس سرہ کو سوڈے کی بوتل فاتحہ میں شامل کرنے پر لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی سوڈے کی بوتل بہت پسند تھی گویا یہ اس مردود کو سوڈے کی بوتلیں پیش کرنے کے لئے حاضر رہتا تھا۔ ہم کہتے ہیں قادیانی مردود کو تو پانی بھی پسند تھا۔ کیا قاسم نانوتوی اور رشید گنگوہی نے پانی پینا چھوڑ دیا تھا ؟ ورنہ گنگوہی اور نانوتوی پانی پی کر قادیانی کے ہم پسند ہوئے۔

اعلیٰحضرت کی عظمت و شان اور فقراء پروری کے قربان جائیے آخری وقت میں بھی غرباء کا خیال، بہترین کھانوں کی فقراء کے لئے وصیت اور بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی مرتے وقت محمود الحسن سے کہہ رہے تھے کہیں سے لکڑی لاؤ۔ مولوی محمود الحسن کہتے ہیں میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک چھوٹی سی لکڑی ملی (ارواح ثلاثہ صفحہ ٢٧٤) وہ بھی چوری کی جو مولوی محمود الحسن بلا اجازت و بغیر قیمت ادا کئے کھیتوں میں سے توڑ کر لائے۔ آخری وقت میں چوری کا مال کھا گئے ٩٨ سال کا عرصہ ہوگیا دیوبندی فرقہ والوں نے آج تک پتہ نہیں دیا کہ لکڑی کی قیمت ادا کر دی گئی یا نہیں۔ اور صدر مدرسہ دیوبند مولوی حسین احمد مدنی نے مرتے وقت کہا مجھے لاہور سے سردے منگوا دو۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر) دیکھا مصنف صاحب آپ نے اپنے اکابر کا حال نہ خدا و رسول یاد نہ کلمہ و استغفار آخری وقت میں لکڑیاں و سردے کھانے کی فکر ہے۔

بقیہ حاشیہ

شیخ کی وفات پہلے ہو گئی۔ آپ کی وفات کے بعد معزز لوگوں میں سے متعدد پیامات بھیجے مگر انہوں نے وفا عہد کے لئے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ اتفاق سے شیخ مبارز بن خانم نے جو شیخ کے مرید تھے ان کے گھر والوں کو پیام دیا۔ ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ شیخ کے بعد بھی یہ بزرگ مشہور تھے قبول کر لیا .... شیخ مرحوم کا ایک کپڑا تھا جس کو وہ پہنا کرتے تھے اور دفن کے وقت ان کی وصیت کے مطابق وہ اُن کے ہمراہ دفن کیا گیا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دیوبندی ملاؤں کی دورنگی پالیسی کا یہ حال ہے ۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فاتحہ کے کھانوں کی نصیحت پر اعتراض کر ڈالا لیکن نانوتوی صاحب کی آخری وقت ککڑی کی خواہش اور مصلاقی کے سروے منگوانے پر کوئی مروڑ نہیں اٹھا ۔

یاد رہے کہ مصنف دھماکہ نے یہ جملہ خرافات اپنے ہی قلم سے صہ پر اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ سے احکام شریعت جلد اول صہ کا حوالہ نقل کرنے کے بعد بکی ہیں " فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسے ہی منع ہے جیسے چراغ اس پر رکھ کر جلانا ۔ اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں ہے "

جب مصنف کے علم و یقین میں یہ سب کچھ تھا تو پھر آخر اس قدر مسخرے پن کا رنگ بھرنے کا کیا موقع تھا ؟ چٹ پٹ کھانے نہ اعلیٰحضرت اپنے لئے منگوا رہے ہیں نہ اُن کو لازمی قرار دے کر اہل خانوادہ کو مجبور اور پابند کیا جس پر بطیب خاطر کا لفظ واضح ثبوت ہے اور پھر ان کھانے کھلانے کا فائدہ جو کچھ ہے وہ فقراء کے لئے ہے ۔

بقیہ حاشیہ

خواب میں (شیخ ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی) کو دیکھا ۔ فرماتے ہیں ، اے فلاں کیا معاہدہ والے کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے ۔ میں نے اُن سے معذرت کی کہ ان لوگوں نے مجھے مجبور کیا ۔ اس پر فرمایا کہ اچھا تمہارا قصور نہیں ہے ۔ بس تم اس کے متعلق ان سے کہہ دینا ۔ انہوں نے اپنا یہ کپڑا بطور علامت کے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم مجھ کو اس پر مجبور نہ کرو ۔ ان لوگوں نے وہ کپڑا شیخ مبارذ بن خانم کو دکھایا اور سب حال سنایا ، شیخ مبارز نے اسے دیکھا تو ان پر ایک حال طاری ہوا اور ان کو طلاق دیدی " (جمال الاولیاء ۱۸۶/۱۸۷)

اب مصنف دھماکہ اپنے حکیم الامت تھانوی جی صاحب سے پوچھے کہ حضرت آپنے کیا بجلی گرائی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ شیرازی جیسا بزرگ اور عارف کامل سنت و شریعت کے خلاف اپنی بیوی کو دوسرا نکاح نہ کرنے کے لئے کس طرح پابند کرسکتا ہے ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

سرکارِ بغداد و سرکارِ سرہند

قدست اسرارھم

مصنف نے نامعلوم اپنی کس باطل خواہش کی تکمیل کے لئے سرکار بغداد غوث اعظم حضور شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ و سرکار سرہند مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام گرامی کے ساتھ اپنے پسندیدہ دو حوالے بھی نقل کئے ہیں اول تو اُن کے شرک و بدعت افروز مذہب میں سرکار بغداد اور سرکار سرہند لکھنا شرک خالص ہونا چاہیئے ۔ دوم یہ کہ مصنف مذکور کے ان ہر دو پسندیدہ حوالوں پر اول تا آخر نظر ڈال کر دیکھیں اس میں کوئی ایک لفظ بھی مسلک اہلسنت و شریعت کے خلاف اور دیوبندیت کی تائید میں نہیں ۔ شرک و بدعت سے روکنا اور اتباع سنت و فتاوٰی و مضامین تلقین کرنا ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں بلکہ خود سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے صدہا فتاوٰی و مضامین شرک و بدعت کے رد میں حتیٰ کہ جو عبارت کھانوں کی فہرست کے طور پر مصنف نے نقل کی ہے اس میں صہ پر یہ بات واضح ہے ۔

" غرض کوئی بات خلافِ سُنّت نہ ہو " اس سے دو سطر اوپر ہے " کفن پر کوئی

بقیہ حاشیہ

پھر یہ کہ ہم تو فاضل بریلوی پر صالحہ کو کپڑا (کفن) بھیجنے پر معترض تھے ۔ آپ قبر سے کپڑا منگوا کر فاضل بریلوی سے بھی آگے بڑھ کر اور خود اپنے ہی دست کرم سے دیوبندیت کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب الافاضات الیومیہ جلد چہارم صہ ۱۹۹ پر ہے ۔ ملفوظ صہ ۲۵۲ " ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھی عمدہ اور مقوی غذائیں کھانا چاہیئے اور خوب کام کرنا چاہیئے ۔ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے چار انگشت حریر کو جو جائز فرمایا گیا ہے اس میں بھی فقہاء نے یہی حکمت لکھی ہے جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے " لیکون انموذجا من حریر الجنۃ "

دوشالہ قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو۔ کوئی بات خلافِ سنّت نہ ہو" صہ۹ اور صہ۱۱ پر ہے "غسل وغیرہ مطابقِ سنّت ہو" الغرض خود امام اہلسنّت سیدنا اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے ہر گام و ہر مقام پر سنّت کو مدِ نظر رکھا سرکار بغداد و سرکار سرہند نے بھی اپنے اقوال میں سنّت پر عمل کی تلقین کے ساتھ شرک و بدعت کے من ملنے فتاویٰ نہیں دیئے۔ ہر چیز و ہر بات کو دیوبندیوں کی طرح شرک و بدعت قرار نہیں دیا مصنّف دھماکہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سرکار بغداد و سرکار سرہند کے یہ ارشادات بھی ہیں۔

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ ۔ وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ
نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا ۔ کَخَرْدَلَۃٍ اِلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

بتایئے حضور غوث اعظم قدس سرّہ کے یہ اشعار مبارکہ دیوبندی دھرم میں خالص شرک و بدعت ہیں یا نہیں ـــ؟ اور سرکار سرہند حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہ فرماتے ہیں۔

"خواجہ محمد اشرف ورد کش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوٰۃ آں را مسجود خود می دانند و می بینند و اگر فرضاً نفی کنند منتفی نمی گردد و محبتِ اطوار ایں دولت متمنائے طلاب است از ہزاراں یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبۃ است یتحمل کہ باندک صحبتِ شیخ مقتدا جمیع کمالات اورا انجذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرا محاریب و مساجد را نفی نہ کنند ظہور ایں قسم دولت سعادتمنداں را متوجہ او باشند نہ در

بقیہ حاشیہ:۔ امام اہلسنّت اعلیحضرت قدس سرّہ بلاشبہ اہل اللہ بلکہ اہل اللہ کے پیشوا تھے۔ عمدہ غذاؤں پر فاتحہ کی نصیحت بلاشبہ جنت کی نعمتوں کے مشاہدہ کے تحت کی جا رہی تھی۔ ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

رنگ جماعۂ بے دولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ را شیخ خود منحرف سازند و معاملۂ خود را برہم زنند"

مکتوبات مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ صہ۴۶ جلد دوم مکتوب سیم۳ مطبوعہ لکھنؤ

اس میں یہ لکھا کہ تصورِ شیخ اس قدر غالب ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا ہے صورتِ شیخ ہی کو سجدہ نظر آتا ہے۔ جناب شیخ مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ دولت سعادتمندوں کو ملتی ہے طالبانِ حق کو اس دولت کی تمنا ہوتی ہے

بتایئے حضرت مجدّد الف ثانی سرکار سرہند کی یہ عبارت شرک خالص ہے یا نہیں؟ مکتوبات شیخ مجدّد دیوبندیوں کے نزدیک شرک و بدعات کا مجموعہ ہے یا نہیں ـــ؟ کہیں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے تو جناب سرکار بغداد حضور غوث اعظم و سرکار سرہند مجدّد الف ثانی (قدست اسرارھم) کا نام گرامی نہیں لیا جا رہا ورنہ ان بندگانِ دین کے ارشادات کا تو ایک ایک لفظ وہابیت کے لئے نشتر ہے۔ سرکار بغداد و سرکار سرہند کے مسلک و تحقیق کے خلاف خود ان سرکاروں کا نام لینا کتنا بڑا فراڈ ہے۔ ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مسئلۂ ایصال ثواب پر احکام شریعت میں سیدنا اعلیحضرت مجدّد دین و ملّت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل سے لاجواب ہو کر ان کا مدلل تحقیقی توڑ پیش کرنے کی بجائے مصنف دھماکہ نے اس موقعہ پر بھی لفظی ہیر پھیر کے ذریعہ چکر چلانے کی ناکام کوشش کی مگر وہ اپنے دام میں خود ہی پھنس کر رہ گیا۔ ہزاروں لن ترانیوں کے باوجود بھی کہیں جائے فرار نہ پا کر بالآخر اس کو یہ تسلیم کرنا پڑا۔ "مذہب اسلام مرحومین کو ثواب پہنچانے کا عقیدہ برحق زندوں کے نیک اعمال کا ثواب ان کی نیتوں کے مطابق مرحومین کو پہنچتا ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ ثواب پہنچتا ہے اصل چیزیں نہیں پہنچتیں۔"

(دھماکہ صہ۱۸)

اور ص۲۲ پر لکھا ہے :-

"اسلام میں ایصال ثواب کے لئے چیزوں کی کوئی خاص مقدار معین نہ تھی"

گویا اپنے ہی بقول اگر ایصال ثواب میں چیزوں کی مقدار معین نہ ہو تو جائز ہے۔ مقدار معین کئے بغیر کھانے پینے کی ہر چیز پر فاتحہ ایصال ثواب ہو سکتا ہے اُن کو اختلاف ہے تو مقدار معین کرنے سے ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو آج تک علماء دیوبند میں سے کسی نے بھی نہ کہی تھی اور آج تک تقریباً تمام علماء دیوبند سرے سے ایصال ثواب میں چیزوں کو سامنے رکھنے ہی کے مخالف تھے۔ مگر مصنف دھماکہ نے اپنے مذہب کی وکالت میں اپنے مذہب کا خون اور اپنے اکابر کا قتل کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ "اسلام میں ایصال ثواب کے لئے چیزوں کی کوئی خاص مقدار معین نہیں" دھماکہ ص۲۲ چیزوں کی مقدار معین کئے بغیر فاتحہ جائز ہے تو پھر اختلاف کیا رہا ـــ؟ یہی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر علماء مشائخ اہلسنت فرماتے ہیں جیسا کہ چند ہی سطر میں اسی ص۲۲ پر مصنف دھماکہ خود بھی اعلیٰحضرت سے نقل کرتے ہوئے اعتراف کر رہا ہے کہ اعلیٰحضرت نے لکھا ہے "الجواب کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں" اس اعتراف کے باوجود عناد کا کیا معنیٰ ـــ؟

دروغ گو را حافظہ نباشد

جھوٹے آدمی کے حافظہ کمزور ہونے کے متعلق یہ محاورہ زبان زد عام و خاص ہے مگر آج اس کا مشاہدہ بھی ہو گیا۔ مصنف دھماکہ ایک طرف تو اپنے بقول اعلیٰحضرت پر یہ افترا کرتا ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ یہ چیزیں مجھے بھیج دیا کریں.... ...... جن چیزوں کے بھیجنے کا امر فرمایا تھا وہ درج ذیل ہیں ...... دھماکہ ص۱۹ مگر اس کے ایک ہی صفحہ بعد اسی دھماکہ کے ص۲۰ پر خود ہی یوں رقمطراز ہے کہ "بہرحال اعلیٰحضرت نے جن چیزوں کا امر فرمایا تھا انہیں قبر سے ذرا جدا رکھنا چاہیئے........ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو

ویسا ہی منع ہے جیسے چراغ قبر پر رکھ کر جلانا اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں" مصنف دھماکہ کی اگر عقل ہوتی تو وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ قبر کے اوپر کھانا رکھنے کی ممانعت فرما رہے ہیں تو قبر کے اندر لے جانے یا بھجوانے کا امر کس طرح فرما سکتے ہیں؟

مگر مصنف دھماکہ نے یہاں مرزائیانہ تحریف اور خیانت سے کام لیا اور اعلیٰحضرت کی وصیت کے الفاظ توڑ مروڑ کر ان اشیاء سے بھی کچھ بھجوا دیا کریں کی بجائے یہ چیزیں مجھے بھیج دیا کریں۔ حالانکہ ان اشیاء سے بھیجنے کا مطلب ان کا ثواب ہے۔ حالانکہ اصل اشیاء جو وصیت میں مذکور ہیں کے متعلق تو وہ خود فرماتے ہیں "فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں (وصایا شریف ص۱۱) جب وصیت میں یہ مذکور ہے تو پھر قبر میں بھیجنے کا واہمہ کیوں ہوا؟ اس کا مقصد محض مغالطہ دے کر اپنے مذہب نامہذب کو حق ثابت کرنا ہے۔ کفن بھیجنے کا معاملہ اس سے مختلف ہے، نہ وہ سب کے لئے عام ہے، نہ کفن کھانے پینے کی چیزوں میں سے کوئی کھانے کی چیز ہے۔ اور یہ ایک صالح کی اپنی بشارت وطلبی پر موقوف ہے اور جیسا کہ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب اور ابن ابی الدنیا کی کتاب المقامات میں راشد ابن سعید کی روائیت اس کی سند ہے اس پر ٹھٹھا و تمسخر درحقیقت اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر نہیں بلکہ علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ ابن ابی الدنیا اور راشد ابن سعید جیسے مقتدر حضرات سے ٹھٹھہ۔ تمسخر ہے اور بزرگان دین پر اعتراض ٹھٹھہ و تمسخر ان کے ذہن و فکر کی مرغوب غذا ہے۔ ہماری اس مختصر مدلل گفتگو سے واضح ہو گیا کہ سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں نہ تو تضاد ہے نہ کھانے پینے کی چیزوں کو قبر پر بھیجنے کا حکم۔ اور یہ سب کچھ مصنف دھماکہ کی اپنی اختراع اور ذہنی خلفشار کا نتیجہ ہے۔

*

ـــــــــــــــ

۱؎ یہ کتاب مکتبہ فریدیہ سے طلب فرمائیں۔

دماغی توازن بگڑنے کی انتہا

مصنف دھماکہ اپنے پاگل پن پر جتنا ماتم کرے کم ہے۔ اس کی ہر بات الٹی اور فہم و فراست کے دیوالیہ کی عکاسی کرتی ہے۔ اُس کے دماغی توازن بگڑنے کی انتہا ملاحظہ ہو۔ اس نے احکام شریعت میں کہیں یہ دیکھ لیا "مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف عام میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اولیاء کرام جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں" (احکام شریعت ص۱۲۱) اس پر اس کی رگ تحریف پھڑکی نذر نیاز کے عدم جواز پر تو دلائل قائم نہ کر سکا اور کچھ نہیں اپنی عادت و طبیعت سے مجبوری کے باعث اس عبارت میں سے بیچ کے الفاظ کہ اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اپنے مقصد کے خلاف سمجھتے ہوئے کاٹ کر اس پر یہ ذلیل تبصرہ کر ڈالا۔

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے ـــــ؟ اگر اس میں بے حیائی اور بے شرمی کی بات نہ ہوتی تو وہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے ان الفاظ سے سمجھ سکتا تھا کہ اولیاء کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔ کیا اعلیٰحضرت معاذ اللہ اولیاء اللہ کو کفار سمجھتے ہوئے ان کی فاتحہ کو نذر و نیاز کہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے عام مسلمانوں کے مقابلہ میں اولیاء کرام مقبولان بارگاہ الٰہی کا ذکر کیا ہے مگر مصنف دھماکہ کا اندھا پن ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں اولیاء اللہ کو معاذ اللہ کفار سمجھ رہا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کو درد اس بات کا ہے کہ اعلیٰحضرت نے اولیاء کرام کی تمام مسلمانوں سے بڑھ کر تعظیم کیوں فرمائی اور اُن کی فاتحہ کو تعظیماً نذر و نیاز کیوں کہا۔ یہ اُن کے مذہب کے مخالف ہے۔ یہ سب کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ اپنی مثل جانتے ہیں۔ انہیں یہ کس طرح گوارا ہو کہ اولیاء اللہ کو عام مسلمانوں سے ذرا تعظیم و عزت سے ذکر کیا جائے۔ لہٰذا اس بدبخت نے الٹا یہ تاثر دیا کہ کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے؟

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری

ختم میں ستر ہزار چھوہارے

یہ عنوان جما کر مصنف دھماکہ نے عرفان شریعت کا ایک حوالہ نقل کیا اور پھر حسب عادت اس پر بھی ہوائیاں اڑائیں اور مسخرے پن کا مظاہرہ کیا۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے اگر سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہوتا کہ شرعاً ستر ہزار چھوہارے اس سے کم و بیش نہ ہوں تو واقعی قابل اعتراض بات تھی۔ لیکن اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ تو عرفان شریعت میں برملا فرما رہے ہیں کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں۔ اتنے ہوں ستر ہزار پورا ہو جائے عرفان شریعت ص۱۔ جب کوئی شرعاً وزن مقرر نہیں تو پھر کوئی شخص ستر ہزار چھوہارے تو کیا ستر لاکھ سونے کی ڈلیوں کو خیرات کرے تو کس طرح اعتراض کیا جا سکتا ہے اور اس کی ممانعت کونسی دلیل شرعی سے ہے۔ یہ آدمی کی اپنی گنجائش پر منحصر ہے۔

عرفان شریعت ہمارے پاس بریلی شریف کا مطبوعہ ہے اس میں کسی جگہ کہیں بھی چھوہاروں کا نام و نشان نہیں اور نہ ہی آج تک کسی جگہ چھوہاروں پر سوئم کا فاتحہ ہوا۔ غالباً اس عرفان شریعت میں جو مصنف دھماکہ نے دیکھی غالباً سہو کتابت کے باعث چنوں کی بجائے چھوہارے لکھا گیا۔ چھوہاروں پر سوئم کے فاتحہ سے خود ہمیں بھی تعجب ہوا مگر بریلی کے مطبوعہ عرفان شریعت میں ایسا نہ نکلا تو ہم نے سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد کے شائع کردہ عرفان شریعت سے مطابقت کی تو وہاں ص۲ پر اگرچہ چھوہاروں کا ذکر ہے لیکن اس کی فہرست مضامین میں ص۹۵ پر میت کے سوئم کے چنوں کا وزن کس قدر ہونا چاہیئے" یہی ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ یہ کتابت کی غلطی سے چنوں کا چھوہاروں لکھا گیا ورنہ ایسی کوئی مثال ہی نہیں۔ سوئم

کا فاتحہ چھوہاروں پر ہوا ہو۔ اور چھوہارے بھی ہوتے تو کونسی قیامت آنے لگی
تھی حسب استطاعت اس سے بھی بڑھ کر کر سکتے ہیں۔ مگر جیسا کہ اعلیٰحضرت
نے خود فرمایا کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں۔ بتائیے اس سے شریعت میں کیا مداخلت
ہوتی ہے۔ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے جو ستر ہزار عدد کا فرمایا تو یہ اس لئے
ہے کہ ستر ہزار چنوں پر کلمہ شریف پڑھا جائے۔ اس کلمہ شریف کا ثواب فوت ہونے
والے کی روح کو بخشا جائے۔ اس کی غرض وغایت صرف اتنی ہے خواہ کسی چیز
پر بھی ستر ہزار کلمہ شریف پڑھا جائے اور ایصال ثواب کیا جائے۔ جب مصنف خود
ایصال ثواب کا قائل ہے جیسا کہ دھماکہ صہ۱۸ پر تحریر ہے تو پھر یہاں کلمہ کے ایصال
ثواب پر بدزبانی کرنے کا کونسا موقع تھا۔

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے تو ستر ہزار لکھا تھا۔ لیکن بانی مدرسہ دیوبند مولوی
خورشید حسین عرف قاسم نانوتوی صاحب اپنی تحذیر الناس کے صہ۵۶ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا
بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے
ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا تو یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اسقدر
کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے۔ اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش
دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش
ہے۔ آپ نے پھر پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں" مصنف
دھماکہ اب اپنے بانی دار العلوم دیوبند سے دریافت کرے کہ حضرت آپ نے ہمیں
کیوں الٹی چھری سے ذبح کر دیا۔ ہم تو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے ستر ہزار کلمہ
پڑھوانے پر معترض تھے۔ آپ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھنے اور بخشنے پر
دوزخ سے رہائی اور جنت میں داخلہ کی بشارت دے دی۔ اور نہ صرف یہ بلکہ بانی
مدرسہ دیوبند نے یہ بھی مان لیا کہ حضرت جنید تو حضرت جنید ان کے مریدوں کی
اتنی طاقت ہے کہ وہ جنت اور دوزخ پر نظر رکھتے ہیں اور ان کو علم ہوتا ہے کہ

کون جنت میں ہے اور کون دوزخ میں ہے اور کس کو دوزخ سے نکال کر
جنت میں داخل کر دیا گیا ہے۔

واہ رے یہ وہی جنید ہیں جو صہ۱۵ پر مصنف دھماکہ کے لئے موت بن گئے
ہیں۔ مصنف دھماکہ اپنے مخصوص انداز میں قاسم نانوتوی کی روح سے ذرا سوال کرے
کہ حضرت آپ کیا فرما رہے ہیں کہ مرید کی ماں دوزخ میں چلی گئی پھر ایک لاکھ یا پچھتر
ہزار کلمہ شریف کے ایصال ثواب کے بعد وہ جنت میں داخل ہو گئی۔ کیا قیامت
قائم ہو گئی۔ میزان سے فراغت ہو گئی۔ تو آج تک اپنے قطب عالم مولوی رشید احمد
گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے براہین قاطعہ کے فرمان کے مطابق حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں مانتے اور آپ ہیں کہ حضرت جنید
کے مرید کو جنت و دوزخ کا علم مان رہے ہیں یہ کیا ہے؟ کہاں کی توحید ہے؟

مصنف دھماکہ میں اگر ذرہ بھر بھی دیانت ہے تو وہ خود بتائے کہ مذہبی خودکشی
کی ایسی بدترین مثال دنیا کے کسی مذہب میں بھی دیکھی گئی۔ چنوں یا چھوہاروں
یا کسی چیز کے ستر ہزار عدد کا مقصد ستر ہزار کلمہ شریف پڑھوا کر ایصال ثواب کرانا
ہے اور اس پر دوزخ سے رہائی اور جنت کی بشارت کی سند۔ تحذیر الناس صہ۵۶ پر
[illegible] ہے۔

مزاروں پر لڑکیوں کے چڑھاوے کا افتراء

دھماکہ کے مصنف کی افتری

حسب عادت الملفوظ حصہ سوئم کے ایک حوالہ سے افترا کیا ہے "بریلوی مذہب
میں بزرگوں کی قبر پر خوبصورت عورتوں کا چڑھاوا بھی چڑھتا ہے۔ مزارات
اولیاء اللہ کے قریب کے حجروں میں وہ لڑکیاں ہی بھیج دی جاتی ہیں اور مریدان
باصفا ان حجروں میں ان سے حاجت پوری کرتے ہیں۔"

اصول دیانت کا تقاضہ یہ تھا کہ یہ ذلیل افترا کرنے سے پہلے اعلیٰحضرت
فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب سے یہ ثابت کیا جاتا کہ مزارات اولیاء اللہ

پر لڑکیوں کا چڑھاوا چڑھانے اور مریدوں کو ان سے حاجت پوری کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن بے شرمی کی بھی انتہا ہوتی ہے دعویٰ کچھ اور دلیل کچھ۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت سیّدی عبدالوہاب اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیّدی احمد کبیر بدوی کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا اس مجمع میں چلے آتے تھے۔ ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہے۔

النظرة الاولىٰ لك والثانية عليك۔ پہلی نظر تیرے لئے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کوئی گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے (حضرت سیّدی احمد بدوی نے) ارشاد فرمایا کہ عبدالوہاب وہ کنیز تمہیں پسند آئی۔ عرض کی ہاں اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیئے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ھبہ کی اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی اور حضور ھبہ فرماتے ہیں معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وُہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا۔ "اب دیر کا ہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

دیوبندیوں کے جدید وکیل مصنّف دھاکہ نے شرعی فقہی مسائل سے ناواقفیت اور اپنے طائفہ کے اکابر سے ورثہ میں ملی ہوئی جہالت سے اعلیٰحضرت کی اس عبارت پر اعتراض جڑا ہے۔ اوّل تو اس بدبخت کو اگر اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں تو کم از کم سیّدی امام شعرانی علیہ الرحمۃ اور آپ کے شیخ طریقت حضرت سیّدی احمد کبیر بدوی علیہ الرحمۃ کا تو پاس ولحاظ اور ادب واحترام کرنا چاہیئے تھا۔ یہ وُہ امام عبدالوہاب شعرانی ہیں جن کو مصنّف دھاکہ کے حکیم الامّت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے "جمال الاولیاء" صـ۵۷ پر دوبار اور صـ۱۹۵ پر امام شعرانی امام شعرانی کہہ کر حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ ان بزرگوں کا بھی نہ سہی کم از کم اپنے حکیم الامّت

کی حیا کی ہوتی کہ وہ انہیں امام شعرانی علیہ الرحمۃ کو امام مان رہے ہیں۔ ان کے حوالوں کو معتبر و مستند سمجھ رہے ہیں۔ یہ اعلیٰحضرت کا اپنا واقعہ یا کوئی من گھڑت کہانی تو نہ تھی وہ تو صرف ناقل ہیں۔ کیا اس ساری زبان درازی اور لغو گفتگو کی زد براہِ راست علاّمہ امام شعرانی اور آپ کے پیر و مرشد سیّدی احمد کبیر بدوی پر نہیں پڑتی۔ اعلیٰحضرت کے بغض و عناد میں یہ لوگ کہاں کہاں تک ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ مصنّف دھاکہ نے نہ تو نقل پر اعتراض کیا نہ حوالہ کا انکار کیا اور اپنے دِل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے خلاف بکواس بازی شروع کر دی۔ اس عبارت پر عنوان "مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا" بھی اپنے ذیل کے مضمون سے یکسر مختلف ہے۔ عنوان میں تو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا چڑھتا ہے لیکن ذیل میں کنیز کا ذکر ھبہ کرنے کا ذکر ہے۔ شرعی باندھی کا ہبہ کونسی دلیل شرعی سے ناجائز ہے۔ یہ تو خدائے قہار کا قہر و غضب ہے کہ دیوبندی قوم سے علم سلب کر لیا گیا ہے۔ یہ کتنی بڑی خیانت اور کتنا بڑا ڈاکہ ہے۔ کنیز شرعی باندھی کو تو لڑکی بنا دیا اور ہبہ کرنے کو چڑھاوا قرار دیدیا اور بے ایمانی کے اس جوڑ توڑ کو اعلیٰحضرت قدس سرہ کے ذمہ لگا کر بریلویوں کا مستقل مذہب قرار دیا کہ مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے۔ ہمیں اختصار مانع ہے ورنہ خود دیوبندی کتب کی روشنی میں ہبہ کے مسائل اور کنیز (شرعی باندی) کے احکام تفصیل سے بیان کرتے حدیث شریف صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت امّ المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے ایک کنیز آزاد کی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے حضور کو اس کی اطلاع دی۔ فرمایا اگر تم نے اپنے ماموں کو ہبہ کی ہوتی تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا۔ ہدایہ اور درّ مختار میں ہے کنیز کو ہبہ کیا اور اس کے حمل کا استثناء کیا یا یہ شرط کی کہ تم اسے واپس کر دینا یا آزاد کر دینا یا ہدیہ کر دینا یا امّ ولد بنانا یا مکان ہبہ کیا اور یہ شرط کی کہ اس میں سے کچھ جزو معین مثلاً کمرہ یا غیر معین مثلاً اس کی تہائی چوتھائی

واپس کر دینا یا ہبہ میں یہ شرط کی کہ اس عوض میں کوئی شے (غیر معین) مجھے دے دینا۔ ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہوگا (ہدایہ در مختار) اور در مختار ہی میں ہے کنیز کے شکم میں جو بچہ ہے اسے آزاد کر کے ہبہ کیا صحیح ہے۔ اور اگر حمل کو مدبر کر کے جاریہ کو ہبہ کیا صحیح نہیں۔ اب دیوبندی طائفہ یا تو کنیز کے ہبہ کا انکار کرے اور اس کو شریعت اسلامیہ سے بحوالہ کتب ثابت کریں اور کنیز (شرعی باندھی) جو بصورت ملک بغیر نکاح حلال ہے اس کا حرام ہونا بحوالہ کتب احادیث وفقہ ثابت کریں یا پھر سیدی احمد کبیر بدوی علیہ الرحمۃ کے کئے ہوئے ہبہ اور حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کے کنیز کو حجرہ میں لے جانے اور حاجت پوری کرنے پر اعتراض ذکریں۔ کیا یہ حضرات جلیل القدر آئمہ دین و اولیاء کاملین مصنف دھاکہ جتنی بھی استعداد نہ رکھتے تھے۔

نیز یہ حوالہ الابریز شریف میں موجود ہے جہاں سے اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے نقل کیا ہے تو اعتراض الابریز پر ہونا چاہیئے لیکن ان پر بھی کیا اعتراض جبکہ اپنی نوعیت اور متعلقات کے ساتھ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں جیسا کہ مفصل مذکور ہوا۔

وَلٰكِنَّ الْوَهَابِيَّةَ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ط

ازواجِ مطہرات کی شان میں

گستاخی کا اتہام

مصنف دھاکہ نے ص۲۲ پر سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر ازواجِ مطہرات کی گستاخی کا الزام عائد کیا ہے مگر یہ اس کی بے حیائی ہے کہ اپنے اکابر کو تو حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام بلکہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی گستاخی و بے ادبی

اور تنقیص پر کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرتا اور نہ اس گستاخی و تنقیص کو گستاخی و تنقیص سمجھتا ہے لیکن اس کے برعکس عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کا ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے وہ کیا گستاخی ہے جو ازواج مطہرات کی شان میں کی گئی۔ کس نے کی سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ ملفوظات حصہ سوئم میں ص۳۲ پر لکھتے ہیں۔ "انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں"۔ اگر مصنف دھاکہ یہ پوری عبارت نقل کر دیتا تو اس کی بے ایمانی اسی کے دھاکہ کی زد میں آجاتی۔ اسے ازواج مطہرات کی گستاخی سے کوئی سروکار نہیں یہ ایک حقیقت ہے جب یہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی کو گستاخی نہیں سمجھتے تو ازواج مطہرات کی گستاخی کو گستاخی کیسے سمجھیں گے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ کے اس ایمان افروز ارشاد سے اس کا تقویۃ الایمان دھرم خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اسماعیل قتیل مر کے مٹی میں ملنے کے قائل ہیں اور اعلیٰحضرت کا ایمان افروز ارشاد حیات انبیاء علیہم السلام کی عکاسی کرتا ہے جو اس کے لئے تیر و نشتر کا حکم رکھتا ہے اب اگر یہ علی الاعلان حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار کرتا تو برملا اس کی گستاخی و بے ایمانی کا اظہار ہو جاتا۔ لہٰذا اس نے بڑی عیاری سے ازواج مطہرات کی گستاخی کا بہانہ بنا کر حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا ہے۔ حقیقتاً یہی اس کا اصل مدعا ہے اور اگر یہ نہیں تو پھر یہ خود ہی بتائیے کہ جب اس اعلیٰحضرت کے ارشاد کی پوری عبارت میں نہ تو انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی دنیاوی پر اعتراض کیا نہ

واپس کر دینا یا ہبہ میں یہ شرط کی کہ اس عوض میں کوئی شے (غیر عین) مجھے دے دینا۔ ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہو گا (ہدایہ درمختار) اور درمختار ہی میں ہے کنیز کے شکم میں جو بچہ ہے اسے آزاد کر کے ہبہ کیا صحیح ہے۔ اور اگر حمل کو مدبر کر کے جاریہ کو ہبہ کیا صحیح نہیں۔ اب دیوبندی طائفہ یا تو کنیز کے ہبہ کا انکار کرے اور اس کو شریعت اسلامیہ سے بحوالہ کتب ثابت کریں اور کنیز (شرعی باندھی) جو بصورت ملک بغیر نکاح حلال ہے اس کا حرام ہونا بحوالہ کتب احادیث و فقہ ثابت کریں یا پھر سیدی احمد کبیر بدوی علیہ الرحمۃ کے کئے ہوئے ہبہ اور حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کے کنیز کو حجرہ میں لے جانے اور حاجت پوری کرنے پر اعتراض نہ کریں۔ کیا یہ حضرات جلیل القدر آئمہ دین و اولیاء کاملین مصنف دھاکہ جتنی بھی استعداد نہ رکھتے تھے۔

نیز یہ حوالہ الابریز شریف میں موجود ہے جہاں سے اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے نقل کیا ہے تو اعتراض الابریز پر ہونا چاہیئے لیکن ان پر بھی کیا اعتراض جبکہ اپنی نوعیت اور متعلقات کے ساتھ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں جیسا کہ مفصل مذکور ہوا۔

وَلٰكِنَّ الْوَهَّابِيَّةَ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ط

ازواجِ مطہرات کی شان میں

گستاخی کا اتہام

مصنف دھاکہ نے صد۲۹ پر سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر ازواجِ مطہرات کی گستاخی کا الزام عائد کیا ہے مگر یہ اس کی بے حیائی ہے کہ اپنے اکابر کو تو حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام بلکہ خود حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی گستاخی و بے ادبی

اور تنقیص پر کچھ لکھنے کی جرأت نہیں کرتا اور نہ اس گستاخی و تنقیص کو گستاخی و تنقیص سمجھتا ہے لیکن اس کے برعکس عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کا ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے وہ کیا گستاخی ہے جو ازواج مطہرات کی شان میں کی گئی۔ کس نے کی سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ ملفوظات حصہ سوئم میں صد۲۳ پر لکھتے ہیں۔ " انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔"

اگر مصنف دھاکہ یہ پوری عبارت نقل کر دیتا تو اس کی بے ایمانی اُسی کے دھاکہ کی زد میں آجاتی۔ اسے ازواج مطہرات کی گستاخی سے کوئی سروکار نہیں یہ ایک حقیقت ہے جب یہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی کو گستاخی نہیں سمجھتے تو ازواج مطہرات کی گستاخی کو گستاخی کیسے سمجھیں گے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ کے اس ایمان افروز ارشاد سے اس کا تقویۃ الایمانی دھرم خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اسماعیل قتیل مر کے مٹی میں ملنے کے قائل ہیں اور اعلیٰحضرت کا ایمان افروز ارشاد حیات انبیاء علیہم السلام کی عکاسی کرتا ہے جو اس کے لئے تیر و نشتر کا حکم رکھتا ہے اب اگر یہ علی الاعلان حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار کرتا تو بر ملا اُس کی گستاخی و بے ایمانی کا اظہار ہو جاتا۔ لہٰذا اس نے بڑی عیاری سے ازواج مطہرات کی گستاخی کا بہانہ بنا کر حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا ہے حقیقتاً یہی اُس کا اصل مدعا ہے اور اگر یہ نہیں تو پھر یہ خود ہی بتائیے کہ جب اس اعلیٰحضرت کے ارشاد کی پوری عبارت میں نہ تو انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی دنیاوی پر اعتراض کیا نہ

احکامِ دنیویہ پر اعتراض کیا نہ ترکہ بانٹنے پر اعتراض کیا نہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے نکاح حرام ہونے پر اعتراض کیا نہ عدت نہ ہونے پر اعتراض کیا نہ قبور میں کھانے، پینے اور نماز پڑھنے پر اعتراض کیا تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ حقیقی دنیاوی حسی کا قائل ہے تو پھر شب باشی سے اُس پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی اور کون سے ضابطہ شرعی سے اس نے اس کو ازواج مطہرات کی گستاخی پر محمول کر لیا۔ جب یہ قبور میں کھانے پینے نماز پڑھنے تک کو خاموشی سے قبول کر رہا ہے، حیاتِ حقیقی حسی دنیاوی تک کے الفاظ پر معترض نہیں تو پھر شب باشی جیسی گستاخی کی راہ کیسے نکال لی۔ جب انبیاء علیہم السلام کو حیاتِ حقیقی دنیاوی حاصل ہے تو پھر شب باشی سے گستاخی کسطرح ہو گئی اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ ایک آن کے وعدہ الٰہیہ سے قبل جب انبیاء علیہم السلام ہماری ظاہری آنکھوں کے سامنے تھے تو معاذ اللہ شب باشی سے اس وقت بھی ازواج مطہرات کی گستاخی ہوتی رہی۔ یا تو مصنف دھماکہ ایک آن کے وعدہ سے قبل بھی شب باشی کا انکار کرے اور اگر نہیں تو پھر یہ اپنے ہی بقول شب باشی کا الزام عائد کر کے یہ خود بھی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ اور اگر یہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا قائل ہے تو پھر شب باشی سے گستاخی کیسے ہو گئی؟ اور اگر خدانخواستہ یا اس کے نزدیک گستاخی ہی ہے تو پھر شب باشی سے انبیاء علیہم السلام کی بھی توہین ہوئی تو مصنف دھماکہ نے اپنے ضابطے کے اعتبار سے توہینِ انبیاء علیہم السلام سے تو چشم پوشی کی اور درگزر سے کام لیا لیکن ازواج مطہرات کی گستاخی کو محسوس کیا جو شخص ان ازواج مطہرات کے مقدس سرتاجوں کی توہین کی پرواہ نہ کرے وہ ان کی ازواج کی عزت و آبرو کے معاملہ میں کہاں تک مخلص ہو سکتا ہے؟ اس کا فیصلہ قارئین اور ہر حقیقت پسند ذی فہم و شعور انسان پر چھوڑا جاتا ہے۔ اور پھر مصنف دھماکہ کو اتنی شرم نہیں کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرمائی اور صاف لکھا ہے کہ سیدی

محمد بن عبد الباقی زرقانی (صاحب شرح مواہب لدنیہ) فرماتے ہیں۔

(ویضاجع ازواجہ ویستمتع بہن اکمل من الدنیا)

(شرح زرقانی جلد ۶ صـ۱۴۹)

لہٰذا اعلیٰحضرت تو صرف ناقل ہیں۔ اگر کوئی اعتراض تھا تو علامہ امام زرقانی پر ہونا چاہیئے تھا نہ کہ اعلیٰحضرت پر لیکن مصنف دھماکہ نے نہ اعلیٰحضرت کے پیش کردہ حوالہ کو جھٹلایا نہ اس کا انکار کیا نہ علامہ زرقانی سے اس نظریہ کو غلط ثابت کیا اور اندھا دھند اعلیٰحضرت کے خلاف اپنی خرافاتی توپ کا دہانہ کھول دیا، اگر شب باشی کی صورت بھی ہو تو اس میں وجہِ اعتراض کیا ہے؟ جب انبیاء علیہم السلام بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں اور پھر شب باشی کا لفظ بھی عام ہے اور اس کا معنی فیروز اللغات صـ۴۱ پر رات رہنے کو لکھا ہے۔ شب باش۔ رات رہنے والا ہے۔ شب باشی باہمی ملاپ ہی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اگر یہی صورت مراد لی جائے تو کیا جنت میں ایسا نہیں ہو گا؟ اور کیا قبور انبیاء روضۃ من ریاض الجنۃ نہیں ہیں؟ اب آئیے دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی سنیئے وُہ فرماتے ہیں۔ محمد الحضرمی مجذوب ...... آپ ابدال میں سے تھے۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیرہ شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے۔ اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے (جمال الاولیاء صـ۱۸۸) اب مصنف دھماکہ اپنی الٹی کھوپڑی سے کیا ہی تصور کرے گا۔ کہ جس بزرگ کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ابدال اور صاحب کرامت مان رہے ہیں وہ کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باشی (باہمی میل ملاپ) فرماتے تھے۔ اب وُہ خود ہی بتائے کہ شب باشی کا جو مطلب اس کے نزدیک ہے وہ ایک شب میں کئی کئی جگہ ایک وقت میں متعدد خواتین سے کس طرح ممکن ہے! انبیاء علیہم السلام کو حیاتِ حقیقی دنیاوی حاصل ہے یہ عقیدہ فقط سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی نہیں ہے۔ علامہ اجل حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی اس مسئلہ پر انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء تحریر فرمایا اور اس کے مستند ہونے کے لئے علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا نام گرامی کافی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ دیوبندیوں کے رئیس المحدثین مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ میں اپنی اور اپنے اکابر کی گستاخی پر پردہ ڈالتے ہوئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حقیقی دنیاوی کا اعتراف اور علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں " ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے ۔ ۔ ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ " انباء الاذکیا بحیات الانبیاء " میں بتصریح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء اور شہید کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے " (الخ)

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے"
رسالہ المہند از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب صہ۱۹) کاش مصنف دھماکہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر دیوبندیت کی اندھی وکالت کرنے سے پیشتر اپنے بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی آبحیات ایک نظر دیکھ لیتا تو آج یہ ذلت وندامت نہ ہوتی جس میں مصنف بانی دار العلوم دیوبند نے حیات دنیاوی پر دلائل جمع کئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی کا اعتراف کیا ہے اور اس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ جب یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو حیات دنیوی حقیقی حاصل ہے تو پھر سیدی علامہ زرقانی امام محمد بن عبد الباقی نے کیا جرم کیا جو یہ لکھ دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ شب باشی فرماتے ہیں اور پھر اس کا الزام سیدی اعلیٰحضرت پر کیسا ؟ کیا مصنف

کی شرم اور دیانت ختم ہو گئی۔

مصنفِ دھماکہ کا اکابر دیوبند سے تصادم

مصنفِ دھماکہ بڑی بے حیائی

ے الملفوظ کی مذکورہ عبارت کو صہ۴۶ پر بھی زیر بحث لایا ہے اور اس جگہ اس کا اکابر دیوبند سے خونریز تصادم ہو گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جناب مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی المہند صہ۱۹ پر لکھتے ہیں " ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں آپ کی حیات دنیا کی سی ہے ۔ ۔ ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے"

اس کتاب پر دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند۔ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی صدر جمعیت العلماء ہند دہلی۔ مصنف تذکرۃ الرشید؛ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ دیوبند، مولوی میر احمد حسن صاحب امروہی، مولوی حبیب الرحمان صاحب سابق نائب مہتمم مدرسہ دیوبند۔ مولوی محمد احمد صاحب سابق مہتمم مدرسہ دیوبند جیسے چوٹی کے اکابر و مشاہیر علماء دیوبند کی تصادیق موجود اور دستخط ثبت ہیں اور اس کے علاوہ صدر مدرسہ دیوبند مولوی حسین احمد صاحب مدنی کانگریسی اپنے شہاب ثاقب صہ۴۵ پر نجدیوں کے عقائد کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں " نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے۔ بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں بعد وفات ان کو حیات ہے۔ تو وہی حیات ان کو برزخ ہے ۔ ۔ ۔ حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تحریر فرمائی جو کہ

مشہور بین العالم ہے اس میں کس زور شور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولانا (رشید) گنگوہی قدس اللہ سرہ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں۔"

صدر دیوبند نے بھی حیات برزخ پر تنقید کر کے انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی دنیاوی کا برملا اعتراف کیا ہے اور اپنی تائید میں بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب اور دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اپنی تائید میں لائے ہیں

اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، دیوبندی رئیس المحدثین مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی۔ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی۔ سابق مہتمم مدرسہ دیوبند مولوی محمد احمد صاحب۔ نائب مہتمم مدرسہ دیوبند مولوی حبیب الرحمٰن صاحب۔ مصنف تذکرۃ الرشید مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی۔ مولوی میر احمد حسن صاحب امروہی۔ مفتی مدرسہ دیوبند مولوی عزیز الرحمان صاحب دیوبندی۔ صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب وغیرہ چوٹی کے اکابر دیوبند ایک طرف اور دھاکہ کا بے بصیرت اندھا مصنف ایک طرف یہ ان سب سے منہ موڑ کر اور ان سب کے مسلک انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی دنیوی کو چھوڑ کر مذہب اسلام کا ٹھیکیدار بن کر علی الاعلان کہتا ہے۔ "مذہب اسلام حضور اپنے روضہ مبارکہ میں زندہ اور عالم برزخ کے مطابق وہاں نمازیں بھی پڑھتے ہیں"۔ (دھاکہ صہ ۲۶۴) ثابت ہوا کہ یہ تمام اکابر دیوبند کے مقابلہ حیاتِ برزخی کا قائل ہے جبکہ وہ سب حیات دنیاوی کا اعتراف کرتے ہیں اور کتنے مرے ہوئے دل اور مری ہوئی زبان سے کہتا ہے عالم برزخ کے مناسب وہاں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ (دھاکہ صہ ۲۶۴) حالانکہ مولوی خلیل احمد صاحب



انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ لکھتے ہیں علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء اور شہید کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے (المہند صہ ۱۶) مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی مذکورہ بالا اکابر دیوبند کی تصدیق وتائید کے ساتھ کہتے ہیں۔ انبیاء کی حیات دنیا جیسی ہے قبر میں نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے لیکن دھاکہ کے مصنف کی اپنی انفرادی وذاتی تحقیق اکابر دیوبند کے مقابلہ میں یہ ہے کہ وہ عالم برزخ کے مناسب وہاں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ باہمی تصادم اور مذہبی خودکشی کی ایسی بدترین مثال دیوبندی فرقہ کے سوا کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔

کیا خبر تھی انقلاب آسماں ہوجائیگا
دین نجدی پائمال سُنّیاں ہوجائیگا

جب یہ جملہ اکابر دیوبند بظاہر حیات دنیوی کے قائل ہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام کا قبور میں دنیاوی حالات سے ہمکنار ہونا کونسی دلیل شرعی سے ناجائز وحرام ہوسکتا ہے؟ اور شبیب ہاشمی کو کس طرح ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی قرار دیا جاسکتا ہے؟

اور پھر مصنف دھاکہ کا مبلغ علم ملاحظہ ہو بے چارگی و مایوسی کے عالم میں اسی عبارت پر بحث کے دوران دماغی توازن کھو کر لکھتا ہے "محمد بن عبد الباقی نے یہ لغویات کہاں کہی ہے ہو سکتا ہے اس بے چارے پر جھوٹ ہی باندھا گیا ہو" (دھاکہ صہ ۲۶۹) اب ہوسکتا ہے کہ سوا مصنف دھاکہ کا کیا سہارا ہے؟ بے چارہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نہیں بے چارہ مصنف دھاکہ ہے جس کو نہ اپنے اکابر کے عقیدہ مسلک کی تحقیق نہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ کے عقیدہ و مسلک کی تحقیق مقام غور و فکر ہے جس شخص کو اپنے ہی اکابر کے مذہب و مسلک اور عقیدہ کی خبر نہ ہو وہ کس طرح اور کس منہ سے فاضل بریلوی جیسے علماء عرب و عجم کے ممدوح کے مسلک و عقیدہ پہ تنقید کرسکتا ہے جس شخص کو تحقیق مذاہب اور کتب

عقائد سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو وہ کس منہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ "بہرحال جس نے بھی یہ بات کہی بڑی لغویات کہی ہے" اپنی استعداد و قابلیت کا تو یہ حال ہے کہ یہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ کی کسی کتاب کا نام تک نہیں جانتا اور ہر جگہ اس کی بے چارگی آڑے آتی ہے۔

شب باشی کے نام سے تو اس پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا ہے لیکن اس کو کیا کہے گا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں "محمد یمنی محسن بڑے عارفین میں تھے۔ آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے ایک روٹی عطا فرمائی جس میں سے کچھ تو انہوں نے حضور کے سامنے کھالی اور کچھ اپنی برابر رکھ لی۔ جب بیدار ہوئے تو روٹی برابر میں موجود پائی"۔ (جمال الاولیاء صفحہ ۱۶۹)

اب مصنف دھماکہ بتائے انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی زندہ نہیں اور اُن کی حیات دنیوی نہیں تو پھر یہ خواب میں دی گئی روٹی فی الواقع کس طرح برابر میں موجود پائی گئی۔ کیا مصنف دھماکہ اپنے ستر ہزار چھوہاروں والے انداز میں یہاں بھی اپنے حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی سے ویسا ہی سوال کرے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس قبر میں روٹی کہاں سے آئی۔ معاذ اللہ کیا حضور نے خود پکائی اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک اُمتی ایک ایک روٹی بھی دیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت لگ بھگ ایک ارب ہے اتنی روٹیاں کہاں سے آئیں گی۔ کون پکائے گا۔ کس طرح تقسیم ہوں گی اگر ایک روٹی دو چھٹانک کی بھی ہو تو ایک ارب روٹیوں کا کتنا وزن بن جائے گا۔ تھانوی صاحب کے قلم سے اس ایک بزرگ کی ایک کرامت کے باعث تمام بریلوی مسلک کو اپنانا پڑے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خواب میں روٹی عطا فرمادیں اور باقی برابر میں موجود پائی جائے تو آپ کی حیات حقیقی دنیاوی ثابت ہوئی۔ روٹی تقسیم فرمادیں تو قاسم نعمت ہوئے۔ ہر نعمت کے حضور کے دستِ کرم سے

ملتی ہے یہ ماننا پڑے گا خواب میں جس طرح ایک امتی کو شرفِ زیارت بخشا اسی طرح ہر امتی کو شرفِ ملاقات بخش سکتے ہیں یہ مان لیا تو اقرار کرنا پڑے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہر امتی سے واقف ہیں علم غیب کا اقرار کرنا پڑے گا ہر امتی کو ہر جگہ روٹی عنایت فرمائی گئی تو آپ کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ ارے حکیم الامت یہ آپ نے کیا لکھا اس طرح تو رہے سہے دیوبندی جو پہلے ہی اقلیت میں ہیں دیوبندیت چھوڑ جائیں گے۔

مصنف دھماکہ اور اہل دھماکہ کو غور کرنا چاہیئے جس طرح ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا دنیاوی معاملہ ہے اسی طرح روٹی خواب میں عنایت فرمانا اور بیداری کے بعد برابر موجود پانا نہ صرف دنیاوی معاملہ بلکہ آپ کی حقیقی دنیاوی حیات پر دلالت کرتا ہے شب باشی ناممکن ہے تو روٹیوں کی تقسیم کس طرح ممکن ہو گئی۔؟

بے شرع جاہل پیروں سے مرعوب کرنیکی تدبیر کا الزام

مصنف دھماکہ نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے زیادہ تر ہوائی باتوں اور لفاظی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت الامام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر ملفوظات حصہ دوم کے حوالہ سے بے شرع جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کا الزام لگایا ہے۔ ہم مصنف دھماکہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ خود اور ان کے اکابر باشرع اہل پیروں کو مانتے ہیں اور حقیقی شرعی پیروں سے مرعوب ہوتے اور ان کی نیازمندی اختیار کرتے ہیں۔؟ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی طائفہ حقیقی پیروں سچے بزرگوں اور حضرات اولیاء اللہ کا تو بے شرع جاہل پیروں سے بھی بڑا دشمن اور سخت مخالف ہے۔ تقویۃ الایمان میں ہے "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے صفحہ ۱۵ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں صفحہ ۳۶

توصاحب مولوی اسماعیل صاحب بے دریغ ہر چھوٹی بڑی مخلوق نبی ہوں یا ولی خاص بندگانِ خدا ہوں یا عام سب کو اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل بتا رہا ہے گویا اللہ کے ہاں چمار کی تو عزت ہے لیکن نبی اور ولی کی کوئی عزت نہیں وہ چمار سے بھی ذلیل ہے۔ یہی نہیں بلکہ خطۂ پنجاب میں دیوبندیوں کے واحد شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری نے تو یہاں تک جسارت سے کام لیا اور دیوبندی تو اولیاء اللہ کی کرامات اور فیوض و برکات ہی کا انکار کرتے ہیں لیکن مولوی احمد علی لاہوری نے برصغیر پاک و ہند کے مشہور ممتاز روحانی پیشوا امام الاولیا شیخ العرفاء سیدنا حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری رضی اللہ تعالیٰ کے موجودہ مزار پرانوار ہی کا انکار کر ڈالا ملاحظہ ہو۔ "یہ مقبرہ ہجویر کے رہنے والے ایک بزرگ کا ضرور ہے مگر یہ علی ہجویری (داتا گنج بخش) کا نہیں . . . مجھے (احمد علی صاحب) کو خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو نورِ قلب بخشا ہے اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ راز میرے سینے میں لوح محفوظ کی طرح ہے کہ حضرت داتا صاحب کا مقبرہ کس جگہ ہے اور میں اس بات پر قادر ہوں۔ آپ کو انگلی رکھ کر بتا سکتا ہوں کہ آپ کا سر کہاں ہے اور پاؤں کہاں ہیں۔" (روزنامہ آفاق لاہور یکم فروری ۱۹۵۶ء ص۲) امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خداداد عظمت کو مٹانے کی یوں کوشش کی کہ اپنے ایک ملاں کو سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ سے بڑھا دیا ملاحظہ ہو۔ "میں نے شام سے لیکر ہند تک اس (دیوبندی مولوی انور کاشمیری) کی شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا . . اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ (انور کاشمیری) امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعوٰی میں کاذب نہ ہوں گا" (خدام الدین لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۲ء)

اور پیرانِ پیر غوث اعظم قطب عالم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق خود مصنف نے (ڈھاکہ کے ص۳۲-۳۳) پر سخت بے ادبی گستاخی کی:
اور آپ کے خداداد کمالات و اختیارات اور مسلم کرامات کا مذاق اڑایا ہے مذکورہ بالا

حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ بے شرع جاہل پیر تو کیا دیوبندی طائفہ تو باشرع عالم پیروں کا بھی سخت دشمن اور بدگو ہے اور یہ ان کا فراڈ ہے کہ بے شرع جاہل پیروں کا بہانہ بنا کر محبوبانِ خدا حضرات اولیاء اللہ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور مخلوقِ خدا کو ان سے روک کر گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ بتایا جائے سیدنا امام الاولیا حضرت داتا گنج بخش لاہوری، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضور سیدنا غوث اعظم سرکار بغداد (قدست اسرارہم) سے بڑھ کر اور کون سا باشرع عالم پیر و شیخ طریقت ہوگا؟ جب دیوبندی طائفہ ان حضرات کی شان رفیع میں گستاخیوں سے باز نہیں آتا تو اور کسی کو کیا سمجھے گا۔؟

ان مختصر جامع معروضات کے بعد اب آئیے ملفوظات اعلیحضرت حصہ دوم کی زیر بحث عبارت کی طرف تو ہر شخص الملفوظ حصہ دوم کو دیکھ سکتا ہے اس میں کہیں بھی بے شرع جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کی کوئی بات نہیں اور اگر کچھ ہے تو وہ باشرع پیروں اور بندگانِ خدا اولیاء اللہ کی عظمت کی بات ہے یہی اس عبارت پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اعلیحضرت نے بیعت کے کیا معنی ہیں یہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیعت کے معنی بک جانا۔ اور پھر سبع سنابل شریف کے حوالہ سے ایک حوالہ نقل کر کے ثابت فرمایا ہے صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑے تو اس کا فیض ضرور آئے گا۔ اور ماحصل یہ کہ نسبت صحیح ہو شیخ خالی ہے شیخ کا شیخ خالی نہ ہوگا اور بالفرض وہ بھی نہ رہا تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدن فیض و منبع انوار ہیں ان سے فیض آئے گا سلسلہ صحیح اور متصل ہونا چاہیے اور بھیک مانگنے والا فقیر جو دوکاندار سے کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے ورنہ دوکان الٹ دوں گا تو اس سے کوئی بھی مرعوب نہ ہوا تھا نہ کسی نے روپیہ دیا۔ بلکہ ایک صاحب دل ولی کامل نے جب دیکھا یہ تو جاہل ہے اس کا شیخ بھی خالی ہے پھر اس کے شیخ پر نظر ڈالی تو وہ اہل اللہ سے تھا اس پر اس صاحب دل نے دوکاندار سے کہا روپیہ دیدو تو روپیہ تو ملا اہل اللہ کے

نام پر بے شرع جاہل سے نہ کوئی مرعوب ہوا نہ اس کے نام پر روپیہ دیا اور جس کے نام سے مرعوب ہوئے وہ کامل تھا۔ اہل اللہ سے تھا۔ بتایا جائے اس میں اعتراض کی کونسی اور کیا بات ہے؟ اعلیٰحضرت نے اس یا کسی بھی بے شرع جاہل پر سے بیعت ہونے کا بھی نہیں لکھا اور اس کا تذکرہ بھیک مانگنے والا فقیر کہہ کر کیا ہے اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ نے شیخ کامل کے متعلق جو شرائط بیان فرمائیں وہ مصنف دھاکہ نے دیکھنے کی زحمت کی ہوتی تو اسطرح اندھے کی لاٹھی گھمانے کی نوبت نہ آتی اعلیٰحضرت نے جو شرائط شیخ و مرشد کے متعلق بیان فرمائیں وہ یہ ہیں۔

۱:۔ شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو بیچ میں منقطع نہ ہو۔

۲:۔ شیخ سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا۔

۳:۔ شیخ عالم ہو اقوال فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائدِ اہلسنت سے پورا واقف کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو۔

۴:۔ فاسق معلن نہ ہو۔

کتنے واضح اور صریح ارشادات ہیں بے شرع جاہل پیروں سے بچانے کے اور وہ بھیک مانگنے والا فقیر تو پیر تھا ہی نہیں مگر مصنف دھاکہ نے اس کو بے شرع و جاہل ہی سہی پیر مان لیا۔ اور پھر یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ مصنف دھاکہ فاسق فی العمل پیر پر تو معترض ہے لیکن فاسق فی العقیدہ نام نہاد پیروں مثل مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو منکر ضروریات دین اور گمراہ گر ہیں کے متعلق کوئی حرف اس کی زبان پر نہیں آیا۔



اشعارِ اعلیٰحضرت اور مصنّف دھاکہ کی علمی بے بضاعتی

و ذہنی پراگندگی

كَلَامُ الْإِمَامِ إِمَامُ الْكَلَامِ ٭ كَلَامُ الْمَلِكِ مَلِكُ الْكَلَامِ

اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی جلالت علمی پر اپنے بیگانے رشک کرتے ہیں ان کی تصانیف ہیں علم و تحقیق کے بادل گرج رہے ہیں۔ ان کے علمی دینی کارناموں پر عرب و عجم جھوم رہے ہیں جن کی ایمان افروز وجد آور اور کیف و سرور سے بھرپور نعتیہ شاعری سے ارباب عشق و محبت کے میکدے آباد ہیں جن کے شاعرانہ ادب کی پختہ کاری کا لوہا۔ اقبال و حفیظ جالندھری۔ محسن کاکوروی۔ اور ضیاء القادری اکبر وارثی جیسے مشاہیر زمانہ شعراء نے مانا۔ جو تحدیث نعمت کے طور پر خود فرماتے ہیں۔

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اُسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

یہ اعلیٰحضرت کا کلام ہے جو آداب شریعت کی پابندی، زبان کی پاکیزگی محاورات کی لطافت، الفاظ کی وضاحت، کلام کی بلاغت، عبارت کی رنگینی مضامین کی دلکشی و بلندی تشبیہات کی عمدگی اور استعارات کی خوبی سے مزین ہے جن کا کوئی شعر ایسا نہیں جس کا ثبوت آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ اقوال آئمہ و اصفیاء سے نہ ملتا ہو اگر کسی کو نہ ملے تو یہ اس کی اپنی علمی بے بضاعتی حدائق بخشش کا سن ۱۳۲۵ھ ہے۔ گویا آج پورے ستر سال ہوتے ہیں اس دوران سینکڑوں مناظرے ہوئے اور ہزاروں کتابیں لکھی گئیں لیکن مشاہیر و اکابر دیوبند میں سے کسی کو اعلیٰحضرت کے کسی شعر پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آج ستر سال بعد دھاکہ کا گمنام مصنف اعلیٰحضرت کے اشعار مبارکہ پر بزعم خود معترض ہوا ہے۔

ہو اینٹھ کی کیونکر کام اللہ اللہ

کہتے ہیں کہ ایک مصنف دھماکہ جیسے بزعم خود بہت بڑے ادیب و شاعر تھے۔ کسی نے ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کا مطلب پوچھا

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

تو اس نے جھٹ کہا کہ خودی کو اتنا بلند کرتا چلا جا کہ تقدیر کے اوپر جا چڑھ اور وہاں پہنچ کر جب تجھے سردی لگنے لگے تو پھر خدا خود تیرے سے پوچھے گا بتا تیری رضائی کہاں ہے؟ یہی حال مصنف دھماکہ کا ہے:

ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ

اعلیٰحضرت کا شعر جو سیدنا عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اُس کو نانوتوی کے چھوٹے بھائی غلام احمد قادیانی کی احمدی مسجد کے زاہدوں کی شان میں نظر آتا ہے۔

؎ آہ اس شوخ ستم گار سے جس کی آنکھیں
ذوق رکھتی ہیں ڈھٹائی کا بدل جانے کا

اعلیٰحضرت قدس سرہ کے اشعار مبارکہ پر تنقید و تبصرہ کے ابتدائیہ میں "خدا تعالیٰ کے بارے میں" کا عنوان جما کر مذہب اسلام یہ بتایا ہے اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور لاشریک ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے مخلوق ہے اور ممکن الوجود ہے اور واجب الوجود اور کوئی نہیں۔ نہ ممکن الوجود سے بالا کوئی برزخی درجہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس میں بعض باتیں تو ایسی ہیں جن پر نہ تو کسی کو اعتراض ہے نہ انکار ہے لیکن بعض باتیں وہمی خیالی ہیں۔ اگرچہ مصنف دھماکہ نے ان کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا لیکن کیا ہی اچھا ہوتا کہ بحوالہ کتب یہ بھی بیان کر دیا جاتا کہ کس نے کہا کہ بشریت کے پردہ میں خدا زمین پر اتر پڑا۔ کس نے کہا خدا کسی کا ماتحت ہے کس نے کہا خدا پر کسی کا رعب ہے۔ کس نے کہا خدا تعالیٰ نے اپنے اختیارات کسی مخلوق کو مستقل طور پر دے رکھے ہیں یا اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائی کا چارج

کسی کو دیدیا ہے۔ یہ سب وہابیانہ چکمہ بازیاں ہیں کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے۔

کاش مصنف اپنا اور اپنے مخاطب کا عقیدہ بحوالہ کتب معتبرہ بیان کرتا اور پھر کوئی تبصرہ کرتا تو بھی کوئی بات تھی لیکن مصنف نے ایسا نہیں کیا اور فرضی باتوں سے اپنا جی بہلایا۔ اور کچھ نہیں سوجھا تو یہ دے مارا کہ بریلوی مذہب (بشریت کے پردے میں خدا) خط کشیدہ الفاظ کو بریکٹ میں نامعلوم کون سے ادبی ضابطہ کے تحت بند کیا ہے۔ بریکٹ میں وہ الفاظ ہوتے ہیں جن کے پہلے الفاظ کی وضاحت مقصود ہوتی ہے۔ خیر اس سُرخی کے ضمن میں لکھا ہے "بریلوی عقیدہ میں حضور علیہ السلام خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردہ میں زمین پر اترا تھا۔ مولانا احمد رضا خان صاحب حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

؎ اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے

(حدائق بخشش حصہ اوّل ص۳)

اور خود ہی تشریح بھی کر دی۔ بشریت کے پردہ میں آپ باری تعالیٰ کا نور ہیں پردہ اٹھا دیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں۔ (دھماکہ ص۲۹) دیکھا آپ نے مصنف نے کس قدر بے ایمانی اور دجل سے کام لیا ہے دعویٰ تو سرخی میں یہ کیا گیا ہے کہ:۔

۱:۔ بریلوی مذہب میں بشریت کے پردے میں خدا۔

۲:۔ حضور علیہ السلام خدا کے نور کا ٹکڑا تھے۔ بشریت کے پردے میں زمین پر اترا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ بات بلا دلیل و ثبوت ہے دو متضاد نظریات علماء بریلی کے ذمہ لگائے جا رہے ہیں۔ پہلے فقرہ میں تو مصنف یہ کہتا ہے کہ بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ بشریت کے پردے میں خدا اور دوسرے فقرہ میں مصنف کہتا ہے خدا کے نور کا ٹکڑا۔ علماء بریلی کی کتب میں تو یہ دونوں ہی باتیں کہیں نہیں ملتیں۔ مگر مصنف کو کم از کم اتنا تو چاہیئے کہ بیک وقت دو متضاد الزام تو عائد نہ کرے جب اس کے

بقول علماء بریلی بشریت کے پردہ میں خدا مانتے ہیں تو پھر خدا کے نور کا ٹکڑا کا کیا مطلب؟ یہ مصنف دھماکہ کا اندھا پن اور عقل و شعور و شرم و حیا سلب ہونے کی علامت ہے کہ بلا دلیل و ثبوت متضاد الزام لگا کر اپنی آتش انتقام کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اگر علماء بریلی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خدا ہیں تو خدا کے نور کا ٹکڑا کون کہہ رہا ہے اور اگر نور کا ٹکڑا علماء بریلی کا عقیدہ ہے تو خود خدا کون مانتا ہے؟ اور علماء بریلی کا یہ عقیدہ کہاں مذکور ہے؟ اور اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے۔ میں یہ کس لفظ کا معنیٰ ہے کہ آپ خود خدا ہیں۔؟ اس ڈھٹائی اور سینہ زوری کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے۔ کچھ تو شرم اور غیرت چاہیئے۔ ایک عام فہم مصرعہ میں اس قدر خیانت آمیز مغالطہ دیا جاتا ہے تو دقیق اشعار میں کیا کچھ بے ایمانی نہ ہو گی۔ اور اس شعر کہ

ے شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو

کیا قدر اس خمیرۂ مادو مدرکی ہے (حدائق صہ۹۲)

کی تشریح میں یہ خدا کا اپنا نور ہے، کس لفظ کا معنیٰ ہے؟ اس کا تو صاف اور سیدھا معنیٰ یہ ہے۔ بشر کی شکل میں اگر اللہ کا نور نہ ہو تو اس خمیرہ کی کیا قدر تھی جو مٹی اور پانی سے بنا۔ گویا کہ مصنف کو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی کہے بشر کی قدر حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نور ہیں یا نہیں؟

عبد الرزاق نے اپنے مسند میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے روایت کی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔ اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ ممکن ہے اس حدیث کو مصنف دھماکہ وہابیت کا دورہ پڑنے کے باعث خانہ ساز دودھ کے انداز میں خانہ ساز حدیث قرار نہ دے۔ یہ واضح کرتا چلا جاؤں اور اس

کے لئے کہیں جار فرار نہ چھوڑوں کہ وہابیت شکن حدیث پاک دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے نشر الطیب صہ۵ پر نقل فرمائی ہے۔ اس میں (نور نبیك من نورہٖ) صاف طور پر نظر آ رہا ہے۔ مصنف دھماکہ کو ڈبل شیشہ والی عینک لگانے کی ضرورت نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگر کوئی سنی مسلمان بریلوی صاف ایمان اپنے آقا و مولیٰ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور خدا یا اللہ تعالیٰ کا نور کہہ دے تو دیوبندیوں کے کفر و شرک کی ہنڈیا میں اُبال آ جاتا ہے۔ حالانکہ خود بانیٔ مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں

ے کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی

کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدہ زار (قصائد قاسمی صہ۵)

لیکن اگر یہ خود اپنے کانگریس کے ڈھنڈورچی مولویوں کو اللہ تعالیٰ کا نور قرار دیں تو کوئی قباحت نہیں اور کفر و شرک کے سارے فتوے سرخانہ کی نذر ہو جاتے ہیں، ملاحظہ ہو"۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ قطب الاقطاب جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور تھے"۔

(خدام الدین لاہور ۴ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۶۲ء صہ۱)

یہ دیوبندیوں کی انصاف پسندی ہے جو بات نبی کے لئے شرک و کفر تھی۔ اپنے مولوی کے لئے ایمان و اسلام قرار پا گئی۔ احمد علی کو نور خدا کہا تو شرک و کفر کے سارے فتوے بھول گئے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان کے دل میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی عزت و توقیر اپنے مولویوں جتنی بھی نہیں۔

امام اہلسنت اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کا ایک شعر ہے۔

ے معدن اسرار علام الغیوب

برزخ بحرین امکان و وجوب

اس شعر کے سمجھنے میں مصنف دھماکہ کو ٹھوکریں کھانا پڑیں حالانکہ اس کا سیدھا سادا مطلب فقط اسقدر ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) علام الغیوب (خدا تعالیٰ) کے

اسرار کی کان ہیں اور ذات واجب الوجود اور ممکن الوجود مخلوق کے درمیان برزخ یعنی وسیلہ ہیں اور اس کی تفصیل اعلیٰحضرت ہی کے ایک دوسرے شعر میں ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ حق یہ کہ ہیں عبد الٰہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یعنی عالم امکاں میں عام نہیں ہمارے تمہارے جیسے نہیں بلکہ شاہ ہیں اور الٰہ نہیں بلکہ عبد الٰہ ہیں۔ بتلایئے اس میں کونسا شرک ہے، کون سا کفر ہے، اور اس پر دلیل کیا ہے؟ مزید فرماتے ہیں۔

؎ ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں!

بلاشبہ یہ مقام حیرت ہے عظمت وشانِ رسالت ہماری فہم وادراک سے بالاتر ہے ممکن میں یہ قدرت کہاں۔ کہ ڈوبے سورج کو واپس کریں۔ چاند کے دو ٹکڑے کریں۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کریں۔ پتھروں سے کلمہ پڑھوائیں مگر سرکارؐ ایسا فرما رہے ہیں اور واجب (خدا تعالیٰ) میں عبدیت کہاں یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی بندہ واجب الوجود ہو واجب میں عبدیت نہیں۔ مگر سرکار عبدالٰہ ہیں اور اپنے رب کے عبادت گذار ہیں۔ لہٰذا نہ سرکار عالم میں عام ہیں نہ ہی واجب الوجود ہیں بلکہ

ع برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

مصنف دھماکہ نے ص۲۸ پر لکھا ہے "جب آپ خالق بھی نہیں تو مخلوق بھی نہیں تو آخر ہیں کیا؟" اور ص۳۰ پر ہے کہ "بریلوی مذہب والوں کو یہ اعتراف ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وہ کسی قطعی اور یقینی عقیدے پر نہیں"۔

ہم کہتے ہیں ؎ یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

آپ یہ بات مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے پوچھیں وہ کہتے ہیں:

؎ رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے بجز ستار (قصائد قاسمی ص۹)

یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے جمال پر بشریت کا حجاب رہا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ جان سکا اور لکھتے ہیں:

؎ ع رخ عقل ہے گو اس کے نور کے آگے
زبان کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

مصنف دھماکہ کو معلوم ہے کہ یہ عظمت وشان رسالت کا معاملہ ہے یہاں تو بانی مدرسہ دیوبند کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز ستار (اللہ تعالیٰ) کے کوئی بھی نہ جان سکا اور ان کی خود کی عقل بھی "ع رخ ہے گل اس کے نور کے آگے" تو پھر آپ ایک دیوبندی ہو کر اپنی عقل کی کمند سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہ ڈالنے کی ناکام کوشش کیوں کرتے ہیں اور بریلویوں کو کیوں موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی قطعی یقینی عقیدہ پر نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خالق بھی نہیں۔ مخلوق بھی نہیں تو کیا ہیں۔ اس کا بہتر جواب بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب نے قصائد قاسمی میں دیا ہے۔

؎ کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار (قصائد قاسمی ص۵)

اعلیٰحضرت نے اپنے اشعار مبارکہ میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نورِ الٰہی کہہ دیا تو مصنف دھماکہ نے آسمان سر پہ اٹھا لیا دیکھئے اب مولوی قاسم نانوتوی پر کیا بلا تامل فرماتے ہیں۔ وہ مندرجہ بالا شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور خدا کہہ رہے ہیں۔

اوّل و آخر کی بحث

ڈھاکہ کے بے بصیرت مصنّف نے اپنی محدود سوجھ بوجھ کے مطابق سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے شہزادہ والاجاہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب نوری رضوی قدس سرہ کے ان اشعار مبارکہ پر بھی اعتراض کیا ہے جن میں اوّل و آخر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ اشعار یہ ہیں۔ ؎

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

ظاہر و باطن اوّل و آخر زیب فروغ زین اصول
باغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

(حدائقِ اوّل صـ۲۵)

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

لوحِ محفوظِ خدا تم ہو۔ نہ ہو سکتے ہیں دو اوّل نہ ہو سکتے ہیں دو آخر۔ تم اوّل اور آخر ابتدا، تم انتہا تم ہو۔ مصنّف ڈھاکہ نے صـ۲۹ تا ۳۰ پر یہ اشعار نقل تو کر دیئے ہیں لیکن نہ اس کو یہ سمجھ کہ کونسا شعر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہے۔ اور پھر ہم سمجھتے ہیں مصنّف کی یہ محنت بھی برباد گئی کہ ان اشعار کو دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں غلط ثابت نہ کر سکا۔ البتہ صـ۲۹ پر قرآن کریم کی آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (پ۲۷ الحدید) اللہ تعالیٰ کی شان

بتے لکھا ہے۔

گویا مصنّف کی اس تحریر سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ اوّل و آخر ہونا اللہ تعالیٰ کی شان ہے اس لئے اوّل و آخر کا اطلاق دوسرے پر ناجائز ہے۔ اس کے متعدد جواب ہیں۔

اوّل مصنّف نے شعر سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اس کو یہ معلوم ہی نہیں کہ اعلیٰحضرت کا یہ شعر۔ ؎

وُہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کس کے متعلق ہے۔ اس کا اندھا تعصب اس کو کچھ سوجھنے نہیں دیتا حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ شعر حق تبارک وتعالیٰ کے متعلق ہے کہ وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی دلیل کیا ہے۔ اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے۔ اگر اوّل و آخر کے الفاظ پر مشتمل ہے پہلے مصرعہ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک کو لیا جائے جیسا کہ مصنّف ڈھاکہ نے سمجھا تو پھر شعر کا سارا مفہوم ہی بدل جاتا ہے اور مصرعہ ثانی اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ معراج پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بجائے خود حق سبحانہ وتعالیٰ تشریف لے گئے تھے۔

یہ ہے دیوبندیوں کی شعر فہمی بھلا جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ شعر میں کس لفظ کی ضمیر کس کی طرف پلٹتی ہے وہ اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا ماتم کرنے کی بجائے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی پر اعتراض کر رہا ہے اور اس شعر کے مفہوم کا حلیہ بگاڑ کر لکھتا ہے۔ "آپ (یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) خود ہی ذات اوّل تھے اور خود ہی آخر ہیں اور آپ معراج کی رات خود اپنے آپ ہی سے ملنے گئے تھے۔" (ڈھاکہ صـ۲۹)

حالانکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہی ہے اوّل یعنی اللہ وہی آخر یعنی اللہ وہی ہے ظاہر یعنی اللہ وہی ہے باطن یعنی اللہ اور اسی کے جلوے (یعنی حضور اقدس نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم، اسی (اللہ تعالیٰ) سے ملتے اُسی سے اس کی طرف گئے) تھے بتلائیے اس میں شرعًا کیا اعتراض ہے؟

قصیدہ معراجیہ کے اس حصہ میں اتنی دقیق باتیں ہیں جن کا تحمل الفاظ نہیں کر سکتے۔ اور ان تک علم ناتمام کی رسائی ممکن نہیں۔ ان کا بیان کر دینا اعلیحضرت ہی کا کام ہے جو لوگ ان حقائق کی گرد تک نہیں پہنچے وہ انہیں کیا جانے وہ ضرور اعتراض کریں گے

باقی رہا رسول پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اوّل و آخر ہونا وہ اپنی شان کے لائق اوّل و آخر ہے۔ اللہ عزّ وجلّ باین معنی اوّل و آخر ہے قدیم ہر شے سے قبل بے ابتداء کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باین معنی کہ سب سے مخلوق میں اوّل جیسا کہ حدیث شریف میں اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اس حدیث شریف کو دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے نشر الطیب میں صہ پر نقل کیا ہے اور دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوٰی رشیدیہ صہ پر لکھتے ہیں "شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔" معلوم ہوا مخلوق کے اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اوّل اور اللہ تعالیٰ باین معنی آخر کہ ہر شے کے ہلاک و فناء ہونے کے بعد رہنے والا سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس کے لئے انتہا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باین معنی آخر کہ آپ خاتم النبیین ہیں سب سے آخری نبی ہیں مصنف دھماکہ نے اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے بغض کے نشہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اول و آخر ہونے پر اعتراض کر کے درحقیقت مرزائیت و قادیانیت کی تائید و ہمنوائی کی ہے۔ کیونکہ قادیانی مرزائی بھی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے جیسا کہ تحذیر الناس صہ ۵-۶ پر لکھا ہے۔ "مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اب معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقدم و تاخر زمانی اور اوّل و آخر ہونے سے کیوں چڑ ہے۔ اس کی وجہ صرف مرزائیت کا حق نمک ادا کرنا ہے۔

باقی رہا آیت کریمہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم تو شیخ المحققین شیخ محدث شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز اپنی شہرۂ آفاق کتاب مدارج النبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں:-

"این کلمات اعجاز لمات ہم مشتمل بر حمد و ثنائے الٰہی است وہم متضمن نعت و وصف حضرت رسالت پناہی است صلی اللہ علیہ وسلم

(مدارج النبوۃ جلد اوّل صہ)

حاشیہ

ے شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ خطبہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم۔ این کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر ثنائے الٰہیت تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کبریائی خود خواندہ و ہم متضمن نعت حضرت رسالت پناہی است کہ وے سبحانہ او را بداں تسمیہ و توصیف فرمودہ۔

اور مولانا فاضل قاری علامہ تلمسانی سے شرح شفا شریف میں ناقل کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جبریل نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیک یا اوّل السلام علیک یا آخر السلام علیک یا ظاہر السلام علیک یا باطن۔ میں نے فرمایا اے جبریل یہ صفات تو اللہ عزّ وجلّ کی ہیں اسی کو لائق ہیں مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں۔ جبریل نے عرض کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ حضور پر یوں سلام عرض کروں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

یعنی یہ آیات حمدِ الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفائی بھی۔ صفاتِ الٰہی بھی ہے اور صفاتِ رسول بھی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مصنف دھماکہ کو معلوم ہو کہ یہ وہی شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کو انہوں نے خود دھماکہ کے صد۳۸ پر شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں " کہہ کر معتبر مانا ہے الکو محدث تسلیم کیا ہے۔ ان کی تصانیف کو مستند سمجھا ہے ورنہ ان کی تصانیف کے حوالوں کی کیا ضرورت تھی۔ وہی شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کو حمدِ الٰہی بتا رہے ہیں اور نعتِ مصطفائی بھی۔ جو مصنف دھماکہ کے لئے موت ہے۔ مصنف دھماکہ خود بتائے کہ اس کے خانہ ساز شرک کی زد شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر پڑتی ہے یا نہیں؟

مصنف دھماکہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اول و آخر ہے دوسرے کو خواہ کسی بھی عنوان سے ہو اول و آخر کہنا شرک ہوا مگر اللہ تعالیٰ تو کریم بھی ہے اور ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۔ لیکن مصنف دھماکہ صد۲۹ پر لکھتا ہے۔ لہ " قرآن کریم کی آیت " وہ قرآن کو کریم مان کر خود اپنے شرک کے فتوای کی زد میں خود آیا یا نہیں؟ جس تاویل کے ساتھ قرآن مجید کو کریم کہنا جائز ہو گا اسی تاویل کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اول و آخر کہنا جائز ہو گا۔

بقیہ حاشیہ :۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر ان کو خصوصیت بخشی اپنے نام و صفت سے حضور کے نام و وصف مشتق فرمائے۔ وسماك بالاول لانك اول الانبياء خلقا وسماك بالاخر لانك اخر الانبياء في العصر خاتم الانبياء الى اخر الامم۔ حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور حضور کا آخر نام رکھا کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانہ میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی امت کے آخر ہیں ہیں باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضور کا نام نامی سنہری نور سے ساق عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار سال پہلے ابد تک لکھا

مصنف دھماکہ صد۲۹ کے حاشیہ پر اپنے مخصوص مسخرے انداز میں لکھتا ہے " خالص بریلوی نرے شاعر ہوتے تو اسے مبالغہ قرار دے کر ہم آگے نکل جاتے۔ نرے صوفی ہوتے تو اسے شطحیات صوفیہ میں جگہ ملتی "۔ کیوں کیا شریعت پر مصنف دھماکہ یا اس کے آباء و اجداد کی اجارہ داری ہے۔ وہ شاعروں اور صوفیوں کو کونسی دلیل شرعی پر نظر انداز کرتے ہیں اور ان کے " شرک " کو ایمان و اسلام قرار دے کر آگے نکل جانے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں؟ مصنف دھماکہ کے نزدیک اگر کوئی صوفی اور شاعر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اول و آخر کہتا تو اس کو کوئی اعتراض نہیں۔ صوفی اور شاعر کا شرک قبول ہے۔ معلوم نہیں صوفیوں اور شاعروں کو اس نے کونسی دلیلِ شرعی سے کھلی چھٹی دے دی ہے اور اس کا اختیار اس کو کہاں سے مل گیا ہے؟

اس کے بعد ہم ذیل میں ایک ایسے صاحب کے اشعار نقل کرتے ہیں جو صرف ڈاکٹر نہ تھے جو صرف شاعر نہ تھے۔ بلکہ مصنف دھماکہ کے اپنے الفاظ میں " نقاش پاکستان

بقیہ حاشیہ :۔ پھر مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے حضور پر ہزار سال درود بھیجے اور ہزار سال بھیجے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتا ڈر سناتا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکتا سورج حضور کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اس نے حضور کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور حضور کی شریعت و فضیلت کو تمام اہل سموات و ارض پر ظاہر و آشکارا کیا تو کوئی ایسا نہ رہا جس نے حضور پر نور پر درود نہ بھیجے ہوں اور اللہ حضور پر درود بھیجے۔ فربك محمود وانت محمد وربك الاول والاخر والظاهر والباطن وانت الاول والاخر والظاهر والباطن۔ پس حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے حضور اول و آخر ظاہر و باطن ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبيين حتى فی اسمی وصفتی۔ یہ سب خوبیاں اللہ عز و جل کو کہ جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(تجلی الیقین صد۴۳) ۱۲ منہ

علامہ ڈاکٹر اقبال :۔ دھماکہ صٓ؁ یہی علامہ اقبال بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی لیٰسین وہی طٰہٰ
وہ دانائے سبل ختم رسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

فرمائیے صاحب :۔ نقاشِ پاکستان علامہ ڈاکٹر اقبال کے متعلق صاف و صریح حکم شرعی کیا ہے ——؟ یا تو علامہ اقبال کے متعلق حکم شرعی بیان کریں۔ ورنہ اتنا تو بتائیں کہ علماء عرب و عجم کے ممدوح امام اہلسنت الامام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی کیا عناد ہے ——؟

مصنف نے اعلیٰحضرت قدس سرہ کے لفظ اوّل و آخر کے حامل اشعار پر اپنے جاہلانہ تبصرہ کے بعد صٓ؁ پر سیدی حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ خلف اکبر و خلیفۂ اعظم امام اہلسنت اعلیٰحضرت قدس سرہ کے جو تین اشعار نقل کئے تھے ؎

ھُوَ الْاَوَّلُ ھُوَ الْاٰخِرُ ھُوَ الظَّاھِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ
بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ لوح محفوظ خدا تم ہو
نہ ہو سکتے ہیں دو اوّل نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اوّل اور آخر ابتدا، تم انتہا تم ہو
خدا تجھ سے نہیں بنتی جدا تجھ سے نہیں بنتی!
خدا پر اس کو چھوڑا وہی جانے کہ کیا تم ہو!

ان میں اوّل الذکر دو اشعار پر برائے نام بھی تنقید و تبصرہ نہ کر سکا اور آخری مصرعہ ؎

خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو!

پر وہی کچھ کہہ ڈالا جو اس سے قبل سابقہ اوراق پر لکھ چکا تھا یعنی "بریلوی مذہب والوں کو یہ اعتراف ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وہ کسی قطعی اور یقینی عقیدے پر نہیں" اگر مصنف دھماکہ اپنے قاسم العلوم والخیرات مولوی محمد قاسم

صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کا دروازہ کھٹکھٹاتے تو انہیں قصائد قاسمی سے یہ شہادت مل جاتی ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار

بتائیے اس میں کیا فرق ہے شہزادہ اعلیٰحضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز فرما رہے ہیں ؎

خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو!

اور بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں۔

؎ نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار

ایک ہی چیز کو دو مختلف فقروں میں بیان کیا گیا ہے لیکن مصنف دھماکہ اپنی خانہ ساز شریعت سے ایک کو معاف کر رہے ہیں اور دوسرے کو اسی جرم کی بنا پر مجرم ٹھہرا رہے ہیں۔ ؎ غیر کی آنکھوں کا تجھ کو تنکا آتا ہے نظر
دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

مصنف دھماکہ نے اسی ضمن میں ص۲۹ کے حاشیہ پر الملفوظ حصہ اول سے دفع وسوسہ کے لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد پر پھبتی کسی ہے۔ "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" مگر یہ نہیں بتایا کہ اس پر اسے کیا تکلیف ہے ——؟ ہماری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب قتیل نے تقویۃ الایمان میں جو شرکیات کا ضابطہ جاری کیا تھا "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان" (تقویۃ الایمان ص۱۸)

اور اس سے قبل ص پر ہے "اوروں کو ماننا محض خبط ہے" لیکن اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے برعکس یہ فرمایا "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" یعنی میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ لہٰذا مصنف دھماکہ کو اعلیٰحضرت قدس سرہ کا یہ ایمان افروز جملہ قتیل بالاکوٹ کے وہابیانہ احکام کے معارض نظر آیا لہٰذا

بلا کسی دلیل اس پر بھی اپنی عادت وطبیعت سے مجبوری کے باعث پھبتی کس ڈالی اور بس ـــــ جی راضی ہوگیا کاش کہ مصنف دھماکہ اوّل وآخر کی بحث کا آغاز کرتے اور سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اشعار مبارکہ نقل کرتے وقت اپنا ہی نقل کردہ شعر

ظاہر و باطن اوّل وآخر زیب فروع زین اصول

باغ رسالت میں ہے تو ہی غنچہ جڑ بھی شاخ

پیش نظر رکھتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا تو اس کی تسلّی ہوسکتی تھی اور مصرعہ ثانی میں پہلا لفظ باغ رسالت اس کی تشفّی کے لئے کافی ہوسکتا تھا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ بے حیا کفار بھی قیامت کے دن اللہ عزوجل کے حضور نہ چوکیں گے وہاں بھی زبان چلتی ہی جائے گی یہاں تک کہ زبان پر مہر فرمائی جائے گی اور اعضا کو حکم ہوگا بولو۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝

لہٰذا مصنف دھماکہ نے بھی بے حیا زبان دراز کفار کے اتباع میں جو منہ میں آیا بے دھڑک کہہ دیا اور صہ ۳۰ کی پہلی سطر میں نمایاں طور پر لکھ دیا "یہ وہ مقام ہے جہاں بریلوی واضح طور پر حضور کو خدا تسلیم کررہے ہیں"۔

خدانخواستہ اگر واقعی بریلوی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واضح طور پر خدا تسلیم کررہے ہیں تو اکابر علماء دیوبند نے ان کو مسلمان کیوں تسلیم کیا۔ ان کی اقتداء میں نماز کو جائز کیوں قرار دیا ـــــ؟ اس کو ہم آگے مفصّل بیان کریں گے۔ اور تو اور خود مصنف دھماکہ نے بھی دھماکہ کے ابتدائیہ میں زیر عنوان گذارش احوال واقعی "جو مسلمان بھارت میں رہ گئے" کہہ کر مسلمان تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بڑی ڈھٹائی سے یہ بھی کہہ رہا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں بریلوی واضح طور پر حضور کو خدا تسلیم کر رہے ہیں۔ (دھماکہ صہ ۳۰)

گویا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واضح طور پر خدا تسلیم کرے وہ مسلمان ہی رہتا

ہے ـــــ؟ یہ سچ ہے جہاں وہابیت ہو وہاں عقل نہیں رہتی اور جہاں عقل ہو وہاں وہابیت نہیں آتی۔ ایک سانس میں دو متضاد باتیں اور اس پر سینہ زوری اور بلند بانگ دعوؤں کا کچھ ٹھکانہ نہیں

صہ ۳۰ پر اعلیٰحضرت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ معراجیہ سے یہ شعر نقل کیا گیا ہے

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے۔

اس شعر کی تشریح میں اس کے مفہوم کا حلیہ اس طرح بگاڑا گیا ہے جس طرح انہوں نے اپنے ایمان واسلام کا حلیہ بگاڑا تھا۔ بالکل بے ربط وبے مقصد الفاظ استعمال کئے گئے۔ شعر کا مفہوم تو یہ بے چارہ کیا واضح کرتا اس کو یہ خبر ہی نہ ہی کہ اس کا قلم کیا گھسیٹ رہا ہے۔ مصرعہ ثانی کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے کیا گنواروں کی سی زبان استعمال کی گئی ہے "یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں دو ہستیاں تھیں خدا اور اس کا رسول نہیں دو نہ کہہ یہ نہ کہہ آپ ہی وہ نہ تھے (یعنی خدا نہ تھے) ارے حقیقت یہ ہے کہ آپ ہی وہ تھے"۔

بتائیے یہ دھکاپیل اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز کے کونسے شعر یا مصرعہ کی تشریح ہے؟ حالانکہ اس شعر شریف کی صاف اور سیدھی غیر مبہم واضح تشریح یہ ہے

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

اس لئے کہ:۔ وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی

جب وہاں دوئی (دوسرے) کی جا ہی نہیں تو کوئی کیا خبر دے ـــــ؟

نہ کہہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

دوئی کی نفی دوسروں کے لحاظ سے ہے (یعنی محب ومحبوب کے سوا) یہ نہ سمجھنا اور کہنا وہاں وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ تھے ارے وہ تھے۔ ان کے علاوہ دوئی کی جا نہیں۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ

مُتوسّل ہُ:-

مصنف دھماکہ نے چونکہ دیوبندیت کی دلالی میں ہر سیدھی بات کو الٹا کر کے پیش کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اس لئے اعلیٰحضرت قدس سرہ کے الملفوظ شریف حصہ دوم سے اس ایمان افروز ارشاد پر اعتراض کر ڈالا: "اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا تو ضرور یہ بھی عطا فرماتا" بتایئے اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے جو ایک دم معاذ اللہ کا بند باندھ دیا گیا۔ دھماکہ کا مصنف غالباً اس سے اس لئے چونک پڑا کہ اعلیٰحضرت کے اس ارشاد سے اس کی اس مکاری کا پردہ چاک ہو گیا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں بریلوی واضح طور پر حضور کو خدا تسلیم کر رہے ہیں۔ (ص ۳۱)

اعلیٰحضرت کے متذکرہ بالا ارشاد سے اس کے اس فریب کا بھانڈا پھوٹ گیا اس لئے وہ اس پر اپنی ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لئے اعتراض کر رہا ہے۔ اگر اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد "اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہے تو ضرور یہ بھی عطا فرماتا" غلط ہے تو کیا مصنف دھماکہ کا یہ عقیدہ الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہے ــــ؟ ورنہ اعتراض کا کیا معنی؟

؎ الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

اس کے بعد مصنف دھماکہ نور محمد نامی مجموعہ نعت حمید بک ڈپو نولکھا بازار لاہور کے سہارے آگے بڑھتے ہیں اور لکھتے ہیں "مولانا احمد رضا خاں کے ایک مرید بریلویوں کے مشہور نعت خواں نور محمد امین آبادی اپنے مجموعۂ کلام میں لکھتے ہیں:- ؎

میں سو جاؤں یا مصطفےٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے
حبیب خدا کو خُدا کہتے کہتے
خدا مل گیا مصطفےٰ کہتے کہتے

ان اشعار کے اندراج اور مولینا نور محمد کے نام منسوب کرنے میں کس قدر بے ایمانی

کی گئی۔ اس کا انکشاف تب ہوا جب ہم نے شیخ غلام حسین کتب فروش کشمیری بازار لاہور کا شائع کردہ کتابچہ "نعت نور محمد" کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مصنف دھماکہ کی خیانتیں ملاحظہ ہوں۔ نہ تو مولانا نور محمد صاحب مرحوم اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے مرید ہیں نہ شیخ غلام حسین کے شائع کردہ کتابچہ پر مولانا نور محمد امین آبادی کا نام مذکور ہے۔ البتہ۔

؎ حبیبِ خدا کو خدا کہتے کہتے

ضرور لکھا ہے جو سراسر غلط ہے۔ مگر اس کی ذمہ داری اعلیٰحضرت فاضل بریلوی پر کیونکر آگئی ــــ؟ یا دوسرے بریلویوں کو کس طرح مورد الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے اس نظم کا یہ مصرعہ اس طرح ہے۔

؎ حبیبِ خدا مجتبےٰ کہتے کہتے

جو کسی غیر ذمہ دار یا بد عقیدہ کاتب کی غلطی یا بد عقیدگی کے باعث "حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے" لکھا گیا: اس مصرعہ میں حبیب خدا کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ شاعر حبیبِ خدا کا قائل ہے ــــ حبیب خدا کو خدا کہنے کا قائل نہیں ورنہ حبیب خدا نہ کہتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ مصرعہ حقیقتاً اس طرح ہے "حبیبِ خدا مجتبےٰ کہتے کہتے" اور مصنف دھماکہ کی یہ بات تو بالکل ہی غیر ذمہ دارانہ اور سراسر افترا ہے کہ ان (بریلویوں) کے نعت خواں برملا پڑھتے ہیں

؎ جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

مصنف دھماکہ نے پہلے اعلیٰحضرت کے حوالوں میں کتربیونت اور چوری کی غلط مفہوم پہنائے حتیٰ کہ مولانا نور محمد مرحوم کے ذمہ غلط اشعار تھوپے۔ ان میں کمی بیشی کی اور آخر میں آکر ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔ نہ شعر کہنے والے کا نام نہ کتاب کا نام اور بے شرمی یہ کہ ان کے نعت خواں برملا پڑھتے ہیں لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن کا سوالاکھ یومیہ ورد کریں تاکہ شیخ نجدی دور ہو۔

مصنف دھماکہ اشعار پر اعتراضات کے خبط میں مبتلا ہو کر جو جی میں آیا بے سوچے سمجھے لکھتا چلا گیا حتیٰ کہ مندرجہ ذیل اشعار کو بھی ہدفِ تنقید بنایا۔

ے وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
وہی نورِ حق وہی ظلِ رب انہیں سے سب انہیں کا سب
نہیں ان کے ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(حدائق بخشش ص۴۲)

لکھتا ہے "اسلام کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز کو وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے (اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ) ﴿پ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے مگر بریلوی مذہب یہ ہے کہ ہر چیز کو وجود حضور سے ملتا ہے۔

ع ہے انہیں سے سب انہیں کا سب

(ان لفظوں پر غور کیجئے) اولاً تو مصنف دھماکہ کی کتنی بڑی جہالت ہے کہ وہ "اسلام کا عقیدہ ہے" لکھ رہا ہے۔ اسلام تو دین ہے عقیدہ تو اس کو اپنانے والوں کا ہو گا نہ کہ خود اسلام کا البتہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے۔ کیا اسلام خود بھی کوئی عقیدہ اختیار کئے ہوئے ہے۔؟

ثانیاً مصنف دھماکہ اپنا یہ دعویٰ کونسے شعر کے کس حصہ سے ثابت کرے گا۔ ہر چیز کو وجود حضور سے ملتا ہے ــــ؟ اور پھر وہ دعویٰ تو یہ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو اس پر لازم تھا کہ وہ علماء اہلسنت یا سرکار اعلیٰحضرت کی کتب سے یہ ثابت کرتا کہ علماء اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں یہ وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس نے کمال ہوشیاری سے اس کے مقابلہ میں یہ لکھ دیا کہ بریلوی مذہب یہ ہے کہ ہر چیز کو وجود حضور سے ملتا ہے۔ پیدا کرنا اور بات ہے وجود ملنا اور بات ہے۔ "ہے انہیں سے سب" کہنا اور بات ہے۔ مصنف دھماکہ کی جہالت ہے ان چیزوں کو

علیحدہ علیحدہ سمجھنے میں آڑے آ رہی ہے۔ اس بیچارے کو تو یہ خبر بھی نہیں کہ شعر لکھتے وقت کونسی نشانی لگائی جاتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی اس جہالت کے باعث ص۴۲ پر "ہے انہیں سے سب انہیں کا سب" پر تبصرہ کرنے سے پیشتر اس مصرعہ پر شعر کی نشانی ے لگاتا ہے حالانکہ مصرعہ کے لئے ع ہوتا ہے اور پھر ادبی صلاحیتوں کا فقدان ملاحظہ ہو کہ جب چاہا موقعہ بے موقعہ الفاظ کو بریکٹ میں بند کر دیا۔ اور بے ربط و بے مقصد بنا کر رکھ دیا۔

بہر حال اعلیٰحضرت قدس سرہ کے متذکرہ بالا دو اشعار میں سے اس کو مؤخرالذکر شعر پہ اعتراض ہے۔ پہلے شعر پر اپنی علمی بے بضاعتی کے باعث ہاتھ نہیں ڈال سکا چونکہ اس کی آنکھ میں رڑکتے اور دل میں کھٹکتے تھے اس لئے نقل دونوں ہی کر دیئے۔ آدمی کی اپنی طبیعت و عادت کی مجبوری بھی ہوتی ہے، چونکہ یہ بے چارہ پہلے شعر "وہی لامکاں کے مکیں ہوئے" پر ایک لفظ بھی تنقید کا نہیں بھول سکا۔ لہٰذا ہم بھی اس کے چھوڑتے ہوئے اس کے ہدفِ تنقید شعر

ے وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں۔

پر ہی مختصر گفتگو کرتے ہیں۔ مصنف دھماکہ بریکٹ میں بند کر کے لکھتا ہے (ان لفظوں پر غور کیجئے) "ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب"۔ کیا بہتر ہوتا کہ وہ اپنے دل کا بخار بھی ظاہر کر دیتا کہ شعر کے اس حصہ پر اسے کیا اعتراض اور کونسا درد لاحق ہے۔ آیئے ہم خود بتاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ "ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب"، بلاشبہ عالم کائنات کا ذرہ ذرہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں بنایا گیا اور یہ سب ے

ہے انہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہیں عالم نہیں

ابنِ عساکر سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضرت عزت

جلّ جلالہ نے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی بھیجی - میں نے ابراہیم کو خلیل اللہ کہا - تمہیں اپنا حبیب کہا اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت و کرامت والا کوئی نہیں بنایا - وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا - میں نے دنیا اور مخلوقاتِ دنیا اسی لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت و عزت تمہاری ہے ان پر ظاہر فرما دوں - اگر (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) تم نہ ہوتے تو میں دنیا نہ بناتا - یعنی دنیا و آخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دار الجزاء ہے اور دار الجزاء پر دار العمل کا تقدم ضروری - جب دار العمل بلکہ عاملین ہی نہ ہوتے تو دار الجزاء کہاں سے آتی - حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی حضرت عزت جلّ وعلا نے آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا اَرْضًا وَلَا سَمَاءً - اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے نہ میں تجھے پیدا کرتا نہ آسمان و زمین بناتا - یہی اعلیحضرت نے فرمایا کہ "ہے انہیں سے سب " " " " اب آیئے ہم مجدد مائۃ حاضرہ اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ایمان افروز عقیدہ کی تائید و تصدیق امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیش کرتے ہیں - کیونکہ ممکن ہے کہ ابن عساکر اور سیدنا سلیمان فارسی، حاکم اور مستدرک مصنف دھماکہ کے لئے قابل قبول نہ ہوں - اگرچہ اکابر علماء دیوبندان کو معتبر مانتے ہیں - مگر چونکہ فضائل و کمالات نبوت و رسالت کے مٹانے اور گھٹانے میں اس کا مؤقف اکابر سے بھی مختلف ہے جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر آئے ہیں اور آگے بھی کریں گے - لیکن مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ذاتِ گرامی اس کے نزدیک یقیناً معتبر اور حجت ہے - کیونکہ یہ خود دھماکہ کے صد۲ پر سرکار سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۲۳ سے ایک حوالہ نقل کیا ہے اور صد۳۴ پر بھی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اب ہم انہی کا حوالہ پیش کرتے ہیں جن کو یہ امام ربانی مجدد الف ثانی کہتا ہے ان کے مکتوبات کو "مکتوبات شریف" کہہ کر معتبر و متبرک سمجھتا ہے - ملاحظہ ہو یہی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حدیث

قدسی میں ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے عرض کیا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ - یعنی اے اللہ تو ہے اور میں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یا محمد اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ - اے محبوب میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا ہے - (مکتوبات شریف جلد دوم مکتوب ع۸ صد۱۸) اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا - لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ - لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا - لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ - یعنی اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں زمین کو پیدا نہ کرتا - اگر تمہارا پیدا کرنا مجھے مقصود نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا - (مکتوبات شریف صد۲۳۲ مکتوب ع۱۲۲)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرکار سرہند شریف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نہ دنیا کو پیدا کرتا نہ آسمانوں کو پیدا کرتا بلکہ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا - تو ثابت ہوا "ہے انہیں سے سب" - اور مکتوب ع۸ صد۱۸ سے گذرا - اے محبوب سب کو میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا ہے تو ثابت ہوا "ہے انہیں کا سب" -

معلوم ہوا کہ سرکار اعلیحضرت کا یہ شعر "ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب" احادیث مبارکہ اور سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اقوال ہی کا عکاس و آئینہ دار ہے اور مصنف دھماکہ درحقیقت اعلیحضرت پر تبرا بازی کے پردہ میں فی الحقیقت احادیث مبارکہ کو جھٹلا رہا ہے اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر تبرا بازی کر رہا ہے - جب احادیث شریفہ اور اقوال امام ربانی علیہ الرحمۃ سے یہ ثابت ہو گیا کہ "ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب" تو پھر مصرعہ ثانی پر کیا اعتراض رہا - مصنف دھماکہ خود بتائے ان تصریحات کی روشنی میں کیا -

ع نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں یا زماں نہیں ۔۔ ؟

بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی صہ۵ پر لکھتے ہیں:۔

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہیئے اگر تم کو مبداء الآثار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
قیامت آپ کی تھی دیکھئے تو اک رفتار

اس پر مختصر گفتگو اور سن لیجئے ۔حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک میں آسمان اور زمین وزمان ہیں یا نہیں ۔ملاحظہ ہو قرآن مجید میں ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور بیشک عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے ۔اور ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔اس کے ترجمہ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہو میں دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں ۔بیشک ہم نے آپ کو کوثر (ایک حوض کا نام) اور خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے عطا فرمائی (ترجمہ تھانوی صاحب صہ۹۶) قرآن مجید میں ہے (قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ) یہاں کل متاع دنیا کو قلیل فرمایا لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ عطا فرمایا وہ کثیر نہیں ،اکثر نہیں بلکہ کوثر ہے یعنی بہت ہی زیادہ اور اس سے قبل فرمایا تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے ۔جب حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کو بہت ہی زیادہ دیا اور اتنا زیادہ کہ جس پر فرمایا تم راضی ہو جاؤ گے تو پھر زمین و آسمان کی کیا شے ہے جو حضور اقدس علیہ السلام کو عطا نہ فرمائی گئی ہو اور آپ کی ملکیت نہ ہو ۔نیز قرآن مجید ہی میں ہے ۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا ۔

غنی :دولت مند کون کر سکتا ہے جس کے اپنے پاس سب کچھ ہو ۔یا وہ جو

کسی چیز کا بھی مختار نہ ہو یا جس کے پاس اپنا گذارہ ہو وہ کیا غنی کر سکتا ہے ۔غنی وہی کر سکتا ہے جس کے پاس سب کچھ ہو ۔ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں سب کچھ ہے ۔حدیث شریف میں ہے ۔ بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور مالک المفاتیح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ ۔میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دی گئیں ۔معلوم ہوا کہ ساری زمین کے سارے خزانوں کی ساری کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرما کر مالک ومختار بنایا جبھی تو

ع نکل جاتی ہے سچی بات منہ سے مستی میں

کے زیر مصداق بانی مدرسہ دیوبند جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا ۔لکھتے ہیں ۔

فلک پہ عیسیٰ وادریس ہیں تو خیر سہی
زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار ،

یہاں نانوتوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار تسلیم کیا ہے اور لکھتے ہیں ۔

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تو اس سے کہہ کہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

یہی اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

ع ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب

اور :۔ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر ،
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ان روشن تصریحات کے بعد کوئی اندھا ہی اس بات کا انکار کر سکتا ہے کہ

اعلیحضرت نے یہ غلط لکھا ہے کہ "ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب" باقی رہا شعر کا ابتدائی حصہ "وُہی نورِ حق وہی ظلِ رب" تو اس کا ثبوت اوّل و آخر اور نورانیت کی بحث میں احادیثِ شریفہ اور اکابر دیوبند کے حوالہ گزر چکا ہے۔

حضرت غوث پاک کو

کُن مکُن کے اختیارات

مصنف دھماکہ اس عنوان کے تحت لکھتا ہے۔ "حضور کو دبے لفظوں میں خدا بنا کر پھر سارے اختیارات حضور غوث پاک کو دلواتے ہیں۔"

بھلا اس سے بڑھ کر حضور پر نور سیّدنا غوث اعظم سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور کیا کرامت ہوگی اور حقانیت مذہب اہلسنّت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اُن کا بدترین دشمن اور بدگو اور آپ کے خداداد فضائل و کمالات کا منکر بھی آپ کو حضرت غوث پاک کہہ رہا ہے اور ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر کہہ رہا ہے ملاحظہ ہو دھماکہ صـ۳۵ و صـ۳۹ صـ۴۰ صـ۴۱ صـ۴۳ (شمائم امدادیہ صـ۶۲ از حاجی امداد اللہ صاحب) وغیرہ۔ غوث کا معنی ہے فریاد کو پہنچنے والا۔ ملاحظہ ہو فیروز اللغات صـ۵۷۴۔

اب اس بھلے آدمی سے کون پوچھے کہ جناب جب تم خود انہیں غوث پاک مان رہے ہو تو آخر عناد کس بات کا ہے جب حضور سیّدنا غوث پاک سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فریاد کو پہنچنے والے ہیں تو اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ دیا تو کونسا قصور کیا۔

ــــہ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کُن اور سب کُن مکُن حاصل ہے یا غوث

تصرّف والے سب مظہر ہیں تیرے
تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مصنف دھماکہ اگر ایک دو جگہ غوث پاک لکھ دیتا تو کتابت کی غلطی پہ محمول کر لیا جاتا لیکن بکثرت مقامات پر غوث پاک کہنا فی الحقیقت ایک تابندہ و درخشندہ کرامت ہے۔ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب غوث فریاد کو پہنچنے والا سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرّہٗ کو تسلیم کر لیا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وُہ ہر فریاد کرنے والے سے واقف ہیں اور ہر ایک کا علم ہے خواہ وُہ دنیا کے کسی علاقہ و خطہ میں ہو۔ اور اس بات کا اقرار بھی کرنا پڑے گا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواہ فریاد کرنے والے ہزار ہوں ہزاروں کی فریاد کو پہنچتے ہیں اور ایک وقت میں متعدد مقامات پر جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ جب وہ ہزاروں فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچتے ہیں تو سب کی حاجتیں یقیناً ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو مختلف لوگوں کی مختلف حاجتوں کو پورا فرمانا (کن مکن) کا اختیار ہیں تو اور کیا ہے یا تو سرے سے آپ کے غوث (فریاد کو پہنچنے والے) ہی کا انکار کرتے لیکن اس اقرار کے بعد کہیں جائے فرار نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ فریاد کو پہنچنے والے تو ہوں لیکن پہنچ کر کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتے ہوں تو پھر پہنچنا ہی بیکار۔ جب پہنچنے کی طاقت حاصل ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا

ــــہ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

ایک بیچارہ مصنف دھماکہ ہی نہیں بانی وہابیت ہند مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مصنف تقویۃ الایمان اپنی "صراطِ مستقیم" کے صـ۶۲ و صـ۱۵۱ پر مولوی مناظر احسن صاحب گیلانی صدر دیوبند مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی کی مصدقہ اور جناب قاری طیب صاحب کی تصحیح کردہ سوانح قاسمی صـ۳۸ جلد ۱ پر مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید کے صـ۴۵ و صـ۱۰۶ و صـ۱۰۷ پر غوث اعظم

وغوث پاک، غوث الثقلین[1] کہہ کر آپ کو فریاد کو پہنچنے والا تسلیم کر رہے ہیں تو پھر مصنف دھماکہ کا کن مکن کے اختیار سے انکار سراسر بے معنی اور مبنی بر حماقت ہے اور اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کے دماغ میں دیو بند ہو۔

ہم آگے چل کر اس کو قرآن مجید و احادیث شریفہ و اقوال آئمہ و مشائخ کرام بلکہ اکابرین دیوبند سے پوری طرح واضح کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قارئین کو یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مصنف دھماکہ جھوٹا بھی ہے اور جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں رہتا۔ ملاحظہ ہو لکھتا ہے۔

"یہ وہ مقام ہے جہاں بریلوی واضح طور پر حضور کو خدا تسلیم کر رہے ہیں" صـ۳۰ اس کے بعد لکھتا ہے۔ "حضور کو دبے لفظوں میں خدا بنا کر پھر سارے خدائی اختیار حضرت غوث پاک کو دلواتے ہیں" (دھماکہ صـ۳۲) جب واضح طور پر خدا تسلیم کرنے کا الزام لگا چکا ہے تو اس کے بعد آخر دبے پاؤں خدا بنانے کا الزام لگانے کا کیا مطلب؟ ایک ہی سانس میں دو متضاد دعوے کیا پاگل پن کی علامت نہیں۔ اور پھر اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کے متذکرہ بالا اشعار کی من گھڑت تشریح میں یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور حضور نے آپ (غوث پاک) کو کُن کے سب اختیارات حاصل ہیں جیسے خدا کی شان ہے" (دھماکہ صـ۳۲) بتایا جائے کہ یہ جیسے خدا کی شان ہے یہ شعر کے کس حصے کا ترجمہ ہے ——؟ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی ہے، قدیم و ازلی ہے اور محبوبانِ خدا کو جملہ اختیارات عطائی ہیں بلا عطاءِ خداوندی ایک ذرہ کا اختیار ماننا بھی کفر ہے۔ اور خود سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے خالص الاعتقاد وغیرہ میں ان امور کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ اور جب واضح طور پر یہ موجود ہے۔

کُن اور سب کُن مکن حاصل ہے یا غوث

کیا حاصل ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ قائل اللہ تعالیٰ کے برابر یا اللہ تعالیٰ جیسے یا اللہ تعالیٰ جتنے اختیارات کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ اگر یہ نہیں تو پھر بعض اختیارات

[1] غوث الثقلین کے معنی ہیں انس و جان کی فریاد کو پہنچنے والے

کے تو اکابر دیوبند بھی قائل ہیں جن کو کُن میں شامل کیا جا سکتا ہے جس کا مفصل بیان آگے آ رہا ہے، تو کیا یہ خالص شرک نہ ہوگا؟ کیا بعض امور میں شرک عین اسلام ہو جائے گا۔ کیا شرک اسی وقت شرک رہتا ہے جب جملہ امور میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہرایا جائے ——؟ مصنف دھماکہ نے اشعارِ مبارکہ کے اگلے صـ۳۳ پر امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور شعر اسی قسم کا نقل کیا ہے۔

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

میرے خیال میں پہلا اور یہ شعر نقل کر کے اپنے حیا باختہ انداز میں معاندانہ تبصرہ کرنا سراسر جہالت اور اکابر آئمہ و محدثین کے اقوال سے بے خبری ہے، کاش مصنف نے اعتراض بازی سے قبل شیخ محقق علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی "زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار" کا مطالعہ کیا ہوتا تو اس قسم کے اعتراضات کی جرأت نہ کرتا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے متذکرہ بالا ہر دو اشعار "زبدۃ الآثار بہجۃ الاسرار" کے کلام سے ہی ماخوذ ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

شیخ اعز ازبجی نے پیشین گوئی کی تھی کہ ۴۸۸ھ میں ایک نوجوان جس کا نام سید عبد القادر ہوگا ظاہر ہوگا۔ اس کی ہیبت سے ہی مقامات ولایت ظاہر ہوں گے اور اس کی جلالت سے کرامات ظاہر ہوں گی وہ ہر حال پر چھا جائیں گے اور محبت خداوندی کی بلندیوں پر پہنچ جائیں گے۔ تمام عالم امکان اُن کے حوالے کر دیا جائے گا۔

شیخ منصور بطائحی کی مجلس میں جناب غوث الاعظم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ سیدنا عبد القادر کو بہت بلند مقام مل جائے گا۔ دنیا کے تمام عارفین اُن کے ماتحت ہوں گے اور انہیں اس حالت میں وصال ہوگا کہ ان سے بڑھ کر خدا اور رسول کی نظروں میں زمین پر محبوب ترین انسان دوسرا نہیں ہوگا۔

شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چلا تو آپ نے فرمایا: "اگرچہ سیدنا عبدالقادر ابھی نوجوان ہیں مگر میں ان کے سر پر دو جھنڈے لگے دیکھ رہا ہوں۔ یہ جھنڈے ولایت کے ہیں۔ ان جھنڈوں کی فرمانروائی تحت الثریٰ سے لیکر ملکوت اعلیٰ تک ہے" (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار ص۳۳ از شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ) اور اس کے تھوڑا سا آگے یوں ہے۔ ابو سعید قیلوی سے قطب وقت کے اوصاف دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ قطب تمام امور وقت کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اور کون و مکان کے تمام امور کا اختیار اسے دیدیا جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا پھر ایسا قطب وقت آپ کی نظروں میں کون ہے ـــ؟ آپ نے فرمایا شیخ سید عبدالقادر جیلی ہی ایسی شخصیت ہیں"

شیخ عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جناب شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ ایک نوجوان ولی اللہ بغداد میں ظاہر ہوا ہے تو آپ نے فرمایا اس کا حکم آسمانوں پر بھی چلتا ہے وہ بڑا رفیع الشان نوجوان ہے۔ ملکوت میں اسے سفید باز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے"

(زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار ص۳۸-۳۹)

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنے چچا ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ (۵۶۰ھ) جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو آیا۔ میرے چچا نے آپ کا نہایت ہی ادب کیا۔ آپ کے سامنے دو زانو ہو کر نفس گم کر کے بیٹھے رہے۔ جب میں مدرسہ نظامیہ میں گیا تو اپنے چچا سے پوچھا کہ آپ اس قدر مؤدب کیوں ہو گئے تھے ـــ؟ آپ نے فرمایا "میں ادب کیوں نہ کرتا اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیارات وجود و ملکوت میں بھی عطا فرمائے ہیں میں اس کا ادب کیوں نہ کروں جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ادب کرنے کا حکم دیا ہے"

شیخ موسیٰ الزولی رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ کا نہایت ادب کیا کرتے تھے جب

لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ وہ سلطان الاولیاء ہیں، وہ سید العارفین ہیں۔ میں اُن کا کیسے ادب نہ کروں جبکہ ان کے سامنے فرشتے بھی ادب سے حاضر ہوتے ہیں"

(زُبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار ص۴۲)

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصور تو صرف اتنا ہے کہ شیخ المحدثین شیخ محقق علامہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کلام اور شیخ عزاز بطائحی، شیخ منصور بطائحی، شیخ حماد دباس، شیخ عقیل منبجی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ موسیٰ الزولی (قدس اللہ اسرارہم) جیسے اکابر اولیاء اللہ کے اقوال و بیانات کو منظوم کر دیا۔ لیکن مصنف دھماکہ اپنی آنکھوں پر عناد کی مضبوط پٹی باندھ کر مذکورہ بالا اولیاء کرام اور شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی طرف تو دیکھتا بھی نہیں اور نت نئی بد زبانی و الزام تراشی کا مظاہرہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی کے خلاف کر رہا ہے۔ بتائیے اس کی زد براہِ راست مذکورہ بالا اکابر اولیاء کرام (قدس اللہ اسرارہم)، و شیخ محقق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر پڑتی ہے یا نہیں ـــ؟

اور اعلیٰحضرت امام اہلسنت کا یہ شعر:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

اس کا کونسا حصہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے مختلف ہے؟ یہ وہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں جن کو سوانح قاسمی ص۱۳۱ ج۲ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فتاویٰ رشیدیہ میں گنگوہی صاحب معتبر مانتے ہیں اور بلکہ خود مصنف دھماکہ بھی ص۳۸ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر معتبر مانتا ہے۔ معاذ اللہ کیا شیخ محقق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور متذکرہ بالا حضرات اولیاء و شیوخ کرام مشرک تھے۔ آخر کچھ تو شرم و حیاء چاہیئے۔

مصنف دھماکہ نے بھاگتے بھاگتے ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ اول ص۱۲۹ سے

ایک حوالہ نقل کر کے اپنی کور باطنی کا ثبوت دیا ہے کہ "بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے" اس پر اسے کیا اعتراض ہے اور اس کی کیا دلیل ہے؟ بلا غور و فکر محض حوالہ نقل کر دینا ہی تو کافی نہیں ہوتا۔ مصنف دھاکہ اور دیوبند سے نجد تک کے وہابیہ کو جان لینا چاہیے کہ یہ فاضل بریلوی ہیں اُن پر اُن کے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ کرم ہے کہ ان کی زبان و قلم سے کوئی بات بلا دلیل و ثبوت نہیں نکلتی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ معاندین منکرین مار مار کر مر جائیں اور انہیں حوالہ نہ ملے یہ ان کی اپنی بے بسی تو ہو سکتی ہے مگر سرکار اعلیحضرت مجدد دین و ملت کے ہاں ایسا نہیں کہ کوئی بات بلا دلیل و ثبوت کہی جائے۔

کاش مصنف دھاکہ نے کبھی یہ حدیث شریف دیکھی ہوتی تو وہ بھاگتے بھاگتے اپنے اس اعتراض کا رونا نہ چھینکتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ" ابدال میری امت میں تیس ہیں۔ انہیں سے زمین قائم ہے۔ انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ "اَلطَّبْرَانِیْ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ)

مصنف دھاکہ کی دیدہ دلیری اس انتہا کو پہنچی ہے کہ وہ اپنے محدود مطالعہ یا عدم واقفیت کا ماتم تو کرتا نہیں اور بڑی ڈھٹائی سے محبوبانِ خدا کے خداداد فضائل و کمالات کا انکار بے دریغ کرتا چلا جاتا ہے۔ صد ۳۳ پر لکھتا ہے کہ مولانا احمد رضا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف نسبت کر کے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ "آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک مجھے سلام نہ کرے" نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے...... الخ الامن والعلیٰ ص۱۲۳) اور یہ کہ مولانا احمد رضا کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا اپنی کتاب شرح "استمداد" میں لکھتے ہیں۔ "اولیا میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں موجود ہو جاتی ہے جیسے کُنْ کہا ویسی ہو گیا۔ (شرح استمداد ص۲۸)

مصنف دھاکہ نے حوالے تو بڑی جلد نقل کر دیئے مگر سیدی امام اہلسنت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز اور سیدی امام العلماء حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی نے جو زبردست دلائل قائم فرمائے ان کو چھوتے ہوئے مصنف کے دانت کھٹے ہوتے تھے۔ دیوبندی قوم میں ذرہ بھر غیرت اور رتی بھر علم تھا تو اعلیحضرت فاضل بریلوی اور آپ کے شہزادہ والا جاہ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے دلائل کا توڑ کرتی زبانی باتوں سے نہ اپنا جی بہلاتے نہ عوام کو گمراہ کرنے کی مساعی کرتے۔ معلوم نہیں مصنف دھاکہ کی غیرت کہاں رخصت ہو گئی تھی۔ حوالہ تو نقل کر دیا۔ مولانا احمد رضا (الامن والعلیٰ) میں یوں لکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا کے صاحبزادہ مصطفیٰ رضا شرح استمداد میں یوں لکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے لکھتے ہیں مگر کیا آپ کی طرح بے دلیل و بے ثبوت لکھتے ہیں وہمی خیال اور زبانی باتوں سے دل بہلاتے ہیں۔ انہوں نے دیوبندی قوم پر دلائل کی ایک دیوار کھڑی کر دی ہے۔ زبان درازی اور قلمی خرافات بنت نئے تجربے تو ہو رہے ہیں لیکن انہوں نے جو کچھ لکھ دیا اور جو دلائل قائم فرمائے اُن کا جواب کہاں ہے ــــ؟

الامن والعلیٰ اور شرح استمداد آج چھپی ہیں ــــ؟ الامن والعلیٰ کا سن تالیف سنہ ۱۳۱۱ھ الاستمداد کا سن تالیف سنہ ۱۳۳۷ھ ہے۔ گویا الامن والعلیٰ آج سے ۸۵ سال قبل اور الاستمداد آج سے ۵۹ سال پہلے سے شائع ہوئیں۔ جب سے اب تک مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب، مولوی اشرف علی تھانوی صاحب۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب۔ مولوی انور کاشمیری صاحب اور مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب جیسے کئی ہوئے اور گذرے لیکن کسی کو الامن والعلی یا الاستمداد کے ایک حرف پر بھی جرأت لب کشائی نہ ہوئی یا اکابر دیوبند ۸۵ سال تک شرک قبول کرتے رہے۔ اور آج دیوبندی قوم میں مصنف دھاکہ ہی ایک فاضل اور شرک

وتوحید میں امتیاز کرنے والا پیدا ہوا۔ دیوبندی قوم مصنّف دھماکہ کی پھبتیوں پر خوش تو ہوسکتی ہے لیکن دنیا اب بہت آگے نکل چکی ہے۔ اہل علم کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکی جاسکتی۔ ہر ذی فہم وشعور ومنصف مزاج دیکھ رہا ہے جب امام اہلسنّت سیدی اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم کا جواب نانوتوی، گنگوہی تھانوی، انبیٹھوی وغیرہ سے نہ ہوسکا تو بیچارہ مصنّف دھماکہ کس شمار وقطار میں ہے۔ بلاشبہ ؎

یہ وہ دربار سلطان قلم ہے
یہاں پر سرکشوں کا سر قلم ہے

اب آئیے سیدی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے جو کچھ ارقام فرمایا اس کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں امام اجل سیدی نور الدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ الرؤفی (جنہیں امام جلیل عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مرآۃ الجنان میں الشیخ الامام الفقیہ العالم المقرادی سے وصف کیا۔ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں بسند خود روایت ہیں۔

"اخبرنا ابو محمد عبد السلام بن ابی عبد اللہ محمد بن عبد السلام بن ابراہیم بن عبد السلام البصری الاصل البغدادی المولد والدار بالقاہرۃ سنۃ احدی وسبعین وست مائۃ قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی ابن سلیمن البغدادی ان مخباء بغداد سنۃ ثلث وثلثین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو القاسم عمر بن مسعود البزار والشیخ ابو حفص عمر الکیمانی ببغداد سنۃ احدی وتسعین وخمس مائۃ قالا کان شیخنا الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمشی فی الھواء علی رؤس الاشہاد فی مجلسہ ویقول ما تطلع الشمس حتی تسلم

علی وتجئ السنۃ الیٰ وتسلم علی وتخبرنی بما یجری فیہا ویجی الشہر ویسلم علی ویخبرنی وبما یجری فیہ۔ ویجئ الیوم ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم اللہ ومشاھدتہ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووارثہ فی الارض۔"

یعنی امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز وحضرت ابوحفص عمر کیمیانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرتہ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد فرماتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو اس میں ہونے والا ہے۔ نیا مہینہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم تمام سعید اور شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے۔ میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں۔ میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہوں اور زمین میں حضور کا وارث ہوں۔

یہی کچھ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبدۃ الآثار ص ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز اور شیخ ابوحفص عمر کیمیانی رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی بادلوں میں سیر کر رہے تھے اور آپ تمام اہل مجلس کے سروں پر تھے تو آپ نے فرمایا جب تک مجھے آفتاب سلام نہ کرے طلوع نہیں ہوتا۔ ہر سال اپنے آغاز سے پہلے میرے

پاس آتا ہے اور مجھے اہم واقعات سے آگاہ کرتا ہے اسی طرح ماہ و ہفتہ میرے پاس آکر سلام کہتے ہیں اور اپنے دوران جو چیزیں رونما ہونیوالی ہوتی ہیں مجھے آگاہ کرتے ہیں۔

فرمائیے جناب اس میں امام اہلسنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا کیا قصور ہے؟ مصنف دھماکہ کو اعلیٰحضرت دشمنی میں سیدنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بزاز، شیخ ابو حفص عمر کیمیانی رحمہم اللہ وغیرہ اکابر و آئمہ دین سب ہی سے منہ موڑنا پڑے گا۔ اس دیوبندی دلال کی دیانت کا یہ عالم ہے کہ اوّل تو بے سوچے سمجھے اعلیٰحضرت کے ذمہ کوئی الزام تھوپتا ہے پھر اعلیٰحضرت کو مورد الزام ٹھہرانے سے قبل ان جلیل القدر آئمہ دین اور شیوخ کی طرف نہیں دیکھتا جن سے اعلیٰحضرت کچھ نقل فرماتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ بلکہ ان کے جواب کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کی عبارات تو من مانی تراش کے ساتھ نقل کر دیتا ہے۔ لیکن اُن کے ساتھ جو دلائل اور اکابر علماء و آئمہ دین کے حوالہ جات ہیں انہیں ہضم کر جاتا ہے تاکہ اس کی بے ایمانی کے ڈھول کا پول نہ کھُلے۔ بتائیے مذکورہ بالا میں اعلیٰحضرت قدس سرہ نے کونسی بات اپنی طرف سے لکھی تھی ــــ؟

باقی رہی "استمداد" کی عبارت کہ "اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب[1] التکوین کا ہے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کُنْ کہا وہی ہو گیا" مصنف دھماکہ نے یہ کچھ لکھنے کے بعد وہ سب کچھ ہضم کر لیا جو اسکی جعلسازی کی نقاب کشائی کرنے کے لئے کافی تھا۔ آگے پیرے ملاحظہ ہو۔

حاشیہ [1] مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں حضرت امیر و ذریہٗ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں مے پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند۔

ترجمہ: حضرت امیر المومنین علی اور آپکی اہلبیت پاک رضی اللہ عنہم کو تمام امت مرشدوں کی طرح مانتی ہے۔ اور امور تکوینیہ کو ان کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ)

امام محمد بن عبد الرحمٰن نے فرمایا اللہ عزّ وجل کا ہر نام اپنے معنی کے مناسب نہائیت فعل کرنے والا ہے اور اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب اسماء الٰہیہ کے ساتھ متحقق ہوتے ہیں اشیاء ان کے لئے تکوّن پاتی ہیں جیساکہ اللہ تعالیٰ نے نوح و عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیہما وسلم سے خبر دی جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے اور یہ رسولوں کے پیروؤں میں اس قدر کثرت سے جاری ہے کہ گِنا نہ جائے۔ اسی میں امام ابو العباس احمد اقلیشی کی تفسیر ہے۔

"قال وهيب بن الورد من الابدال لو قال بسم الله صادقا على جبل لزال والى هذا اشارة بعض اهل الاشارات قوله بسم الله منك بمنزلة كن منه"

یعنی وہیب بن ورد قدس سرہٗ کہ ابدال سے تھے فرماتے تھے کہ اگر صدق والا پہاڑ پر بسم اللہ کہے تو پہاڑ ٹل جائے گا۔ اور اسی طرح بعض اولیائے کرام نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا کہ عارف کا بسم اللہ کہنا خالق کے کُنْ فرمانے کی جگہ ہے۔ اسی میں ہے۔ وعد الحاتمي من الكرامات اسماء التكوين اما بمعرفة الاسماء واما بمجرد الصدق لان بسم الله منه حينئذ بمنزلة كن منه كما اشار اليه بعض العارفين من اهل التكوين وهو صحيح۔ یعنی امام محی الملّت والدین حاتمی نے کرامات سے اشیاء موجود کر دینے کے ناموں کو شمار کیا۔ خواہ یوں کہ وہ معلوم ہو جس سے شے موجود ہو جاتی ہے اسے لیا اور معدوم شے موجود ہو گئی یا مجرد اپنے صدق سے کہ صادق کا بسم اللہ کہنا خالق کے کُنْ فرمانے کی جگہ ہے۔ بعض اولیاء نے کہ خود اصحاب تکوین میں سے تھے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ صحیح ہے۔

یہ مصنف دھماکہ کی سینہ زوری ہے کہ نہ اصل عبارت نقل کرتا ہے نہ اُن کے ساتھ مذکورہ دلائل کا جواب دیتا ہے اور بس اعتراض کر کے ایک طرف ہو جاتا ہے کیا محض اعتراض کرنا ہی کافی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ کسی دلیل کی

ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔؟

جس شخص نے بھی دھماکہ کا بالغ نظری کے ساتھ مطالعہ کیا ہے وہ مصنف دھماکہ کی خیانتوں میں اعلیٰ مہارت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ سیدنا امام اہلسنّت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدح میں عرض کرتے ہیں۔ ؎

ان کا حکم جہاں پہ نافذ
قبضہ کُل پہ رکھتے یہ ہیں
قادرِ کل کے نائب اکبر
کُنْ کا رنگ دکھاتے یہ ہیں (الخ)

لیکن مصنف دھماکہ اس پہ اپنا جہالت افروز تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "قرآن کریم نے کُنْ فیکُوْن خدا کی شان بتلائی ہے اور اسے خدائی قدرت کا نشان کہا ہے مگر بریلوی مذہب میں تدبیر کائنات کے سب اختیارات حضرت غوث پاک کو حاصل ہیں"

غور کیجئے کہ خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں کیا باقی رہا۔ زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، تنگی دینا، بیمار کرنا، شفا دینا، یہ سب قدرتیں خدا تعالیٰ نے حضرت غوث پاک کو حقیقی طور پر دے رکھی ہیں۔ حضرت غوث پاک کی طرف ان قدرتوں کی نسبت مجازی نہیں۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ یہ تمام صفات بعطا ء الٰہی حضرت غوث پاک کو حقیقی طور پہ حاصل ہیں۔

یہ ہے دیابنہ کی شعر فہمی۔ شعر ہے حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں۔ یہ صاحب ان کو حضرت غوث پاک قدس سرہ کی مدح میں سمجھ کر وہ کچھ تبصرہ کر رہے ہیں کہ عقل و دیانت سر پیٹ لیتی ہے۔ حالانکہ مصنف دھماکہ کے پیش کردہ تینوں شعروں میں درمیان کا شعر۔

؎ قادرِ کل کے نائب اکبر ❊ کُنْ کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

بھی واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ شعر حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہے۔ ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ قادرِ کل کا نائب اکبر کون ہے (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

مصنف دھماکہ نے مندرجہ بالا عبارت میں کتنے دعوے کئے ہیں کتنی متضاد باتیں کی ہیں اور پھر سب کچھ زبانی کلامی اور وہمی خیالی نہ کوئی دلیل نہ کوئی ثبوت۔ اول دعوے یہ کیا قرآن کریم نے کُن فیکون کی شان بتلائی ہے۔ (اگرچہ وہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باعث مدلل ثبوت پیش نہ کر سکا) مگر اس کے مقابلے میں جس چیز کو وہ لایا اس کو وہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے۔ "مگر بریلوی مذہب میں تدبیر کائنات کے سب اختیارات حضرت غوث پاک کو حاصل ہیں"۔ (اور ثبوت مع حوالہ اس کا بھی نہیں) بہرحال ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا کُن فیکون اور تدبیر کائنات ایک ہی چیز ہے؟ اگر نہیں تو اس کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لاکر بیان کرنے کا مقصد دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ مصنف دھماکہ بزعم خود رد تو کرنا چاہتا ہے غیر خدا کے لیے کُن فیکون کی شان کا لیکن حملہ آور ہو رہا ہے تدبیر کائنات پہ۔ کیا یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہیں؟ ایک شخص پر الزام تو لگایا جاتا ہے کہ یہ قاتل ہے مگر ثبوت فراہم کیا جاتا ہے چوری کا معلوم ہوتا ہے دیابنہ کی عقل سلب کرلی گئی ہے۔ جہالت افروز تبصرہ کے بعد حماقت افروز تضاد ملاحظہ ہو دھماکہ کے صفحہ ۳۴ پر ہے۔ "یہ سب قدرتیں خدا تعالیٰ نے حضرت غوث پاک کو حقیقی طور پر دے رکھی ہیں" اس سے ایک سطر آگے یوں ہے۔ "یہ تمام صفات بعطائے الٰہی حضرت غوث پاک کو حقیقی طور پر حاصل ہیں"۔ حماقت کی بھی حد ہوگئی ایک ہی سانس میں دو باتیں۔ خود اعتراف کرتا ہے کہ بعطائے الٰہی اور پھر حقیقی طور پر لکھ رہا ہے اس سے پہلے خود اعتراف کیا کہ یہ قدرتیں خدا تعالیٰ نے حضرت غوث پاک کو حقیقی طور پر دے رکھی ہیں۔ جب بعطائے الٰہی ہے، دے رکھی ہیں کے الفاظ خود لکھ رہا ہے تو پھر حقیقی کا کیا مطلب۔؟ اور پھر اسی جگہ کی ایک عبارت یہ بھی ہے "حضرت غوث پاک کی طرف ان قدرتوں کی نسبت مجازی نہیں" (دھماکہ ص۳۴) گویا

مجازی ہوتی تو اس کے لئے قابلِ قبول تھی۔ تو ہم اس کی آگاہی کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ محبوبانِ خدا کی طرف ان اختیارات کی نسبت یقیناً مجازی ہے۔ حقیقی قدرتیں اللہ عزوجل قادرِ مطلق کو حاصل ہیں۔ اور اس کا واضح ثبوت مصنف دھاکہ کے وہ جملے ہیں کہ بعطائے الٰہی حاصل ہیں، دے رکھی ہیں۔ "بعطائے الٰہی حاصل ہونا، دینا" اس بات کی علامت ہیں کہ محبوبانِ خدا کو جو کچھ بھی قدرتیں حاصل ہیں وہ مجازی ہیں اور اللہ عزوجل کو حقیقی۔ مگر وہ اس تفریق کو سمجھنے کے باوجود دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہا ہے۔

مصنف دھاکہ نے اپنے اسی مضمون میں ایک اور بہت ہی عجیب بات کہی ہے۔ لکھتا ہے۔ "تدبیرِ کائنات کے سب اختیارات حضرت غوث پاک کو حاصل ہیں۔ غور کیجئے کہ اب خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں کیا باقی رہا۔ زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، تنگی دینا، بیمار کرنا، شفا دینا یہ سب قدرتیں خدا تعالیٰ نے حضرت غوث پاک کو حقیقی طور پر دے رکھی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں کیا باقی رہا، یہ بھی خوب۔ ہم پوچھتے ہیں جب خدا تعالیٰ نے کچھ نہیں بنایا تھا۔ زندگی، موت، رزق، بیماری اور شفا وغیرہ کو پیدا نہیں فرمایا تھا اس وقت خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں کیا تھا؟ وہابیہ تو یہی کہیں گے کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ اس وقت خالی ہاتھ تھا اس کے دستِ تصرف میں کچھ بھی نہ تھا۔ اگر کہیں سب کچھ تھا تو پھر خدا تعالیٰ اپنے محبوبوں کو دے کر خالی ہاتھ کیسے ہوگیا ــــ؟ حضرت غوث پاک کو اختیارات دیئے۔ غوث پاک تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ تمام قدرتیں بھی اللہ قادرِ مطلق کے قبضۂ قدرت میں ہیں جو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہیں۔ وہابیہ بھی اپنے گھروں کو کہتے ہیں یہ ہمارا گھر ہے۔ یہ میرا کرتہ یا پاجامہ ہے۔ شاہ خالد کو سعودی عرب کا فرمانروا مانتے ہیں۔ سیاہ و سفید کا مالک مانتے ہیں۔ بتایا جائے آپ کا مکان خدا تعالیٰ کا نہ رہا۔ آپ کا کرتہ پاجامہ خدا تعالیٰ کا نہ رہا۔ سعودی عرب کیا اللہ تعالیٰ

کے دستِ تصرف میں نہ رہا۔ معاذ اللہ کیا خدا تعالیٰ اپنے مقبولانِ بارگاہ کو دیکر خالی ہاتھ ہو جاتا ہے ــــ؟

باقی رہی تدبیرِ کائنات تو اس کے اختیارات تو فرمانِ خداوندی کے مطابق فرشتوں کو بھی حاصل ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا قسم اُن فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ "قسم ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔ (ترجمہ تھانوی صاحب ص۹۳۱ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور) جب تدبیرِ دنیا کے اختیارات خود اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سپرد فرمائے ہیں تو لازم آئے گا یقیناً انبیاء و رسل علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے کہیں زیادہ تدبیرِ کائنات کے اختیارات حاصل ہیں اور فرشتوں کو تدبیرِ دنیا کے اختیارات دینے سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ خالی نہیں ہوتا تو حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام یا سیدی حضور غوث پاک قدس سرہٗ کو تدبیرِ کائنات کے اختیار دینے سے کس طرح اللہ تعالیٰ کا ہاتھ خالی ہوگیا یا اُس قادرِ مطلق کے دستِ قدرت میں کیوں کچھ نہ رہا ــــ؟

مصنف دھاکہ لکھتا ہے کہ زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، تنگی دینا، بیمار کرنا، شفا دینا، یہ سب قدرتیں خدا تعالیٰ کی ہیں۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے خدا تعالیٰ نے حضرت غوث پاک کو دے رکھی ہیں۔ (ص۳۵)

ہم کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے عطا فرمانے میں آپ کو کیا اعتراض ہے ــــ؟ اگر ہے تو مندرجہ ذیل امور کا جواب دیجئے۔

دیکھئے زندہ کرنا خدا تعالیٰ کی صفت ہے لیکن خود اللہ عزوجل اپنے پیارے نبی حضرت عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے

پرندے کی شکل میری پروانگی سے پھر پھونک مارتا اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرندہ میری پروانگی سے اور تو اچھا کرتا ہے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے۔ اور جب تو قبروں سے مردے زندہ نکالتا ہے میری پروانگی سے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (اِلٰی قَوْلِہٖ) وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ ۔ ترجمہ:۔ میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کی پروانگی سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور بگڑے بدن کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ اور تاکہ حلال کر دوں میں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ سبحان اللہ عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(۱) خلق کرتا ہوں،

(۲) شفا دیتا ہوں

(۳) مُردے جلاتا ہوں

(۴) بعض حراموں کو حلال کرتا ہوں۔

اب مصنف دھما کہ بتائے کہ خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں کچھ باقی رہا یا نہیں یا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ خود اپنے دستِ کرم سے خلق کرنا، زندہ کرنا، شفا دینا، مردے جلانا، حرام حلال کرنا وغیرہ اختیارات عیسٰی علیہ السلام کو دے کر وہابیت کے لایعنی معیار سے بے تصرف قدرت ہوا یا نہیں ــــ؟ اگر نہیں ہوا تو بتایا جائے کس طرح ــــ؟ اور یہ قرآن مجید کا صریح انکار ہے یا نہیں ــــ؟ اگر نہیں نہیں تو پھر ہمارے آقا و مولا اور اپنے محبوب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا اپنے محبوب بندہ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو یہی اختیار عطا فرمانے سے کس طرح خالی ہاتھ ہو گیا۔ کس طرح اس کے دستِ تصرف میں کچھ نہ رہا ــــ؟ جب ایک نبی اللہ کے حکم سے خلق کر سکتا ہے تو اُس اللہ تعالیٰ کے حکم سے رزق نہیں دے سکتا۔ مردے زندہ کر سکتا ہے تو کیا رزق نہیں دے سکتا۔؟

دیوبندی وہابی انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام محبوبانِ خدا کے خداداد فضائل و کمالات کے خلاف اس بیباکی سے واویلا کرتے ہیں جیسے انہوں نے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو پابند کیا ہوا ہے کہ کسی کو کچھ نہ دے اور ان کی سب سے بڑی حماقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زعم باطل میں انبیاء و رسل علیہم السلام اور محبوبانِ خدا کو اللہ جل و علا کا مدِ مقابل یا حریف سمجھا ہوا ہے لیکن اسی طرح اعلیٰحضرت دشمنی میں انہیں قرآن مجید سے بھی منہ موڑنا پڑے گا کیونکہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو اتنا ہی مانا ہے جتنا قرآن و حدیث کے روشن دلائل اور واضح شواہد سے ثابت ہے۔ لیکن وہابیہ دیابنہ کی غلیظ روح کی غذا یہ ہے کہ وہ محبوبانِ خدا و مقبولانِ بارگاہ کے خداداد فضائل و کمالات کے گھٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ اور پھر حیرت اس بات کی ہے کہ جو اختیارات یہ لوگ حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اپنے مولویوں میں بدرجہ اتم مانتے ہیں اور اس کو ایمان و اسلام جانتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ زندہ کرنا، مارنا، شفا دینا وغیرہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کسی قیمت پر کسی عنوان ماننے کو تیار نہیں۔ ذاتی اور عطائی، حقیقی اور مجازی اختیارات کی تفریق تسلیم کرنے کو تیار نہیں لیکن جہاں ان کے اپنے خود ساختہ قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کا نام آگیا فوراً پکار اٹھیں گے۔

ـــہ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(مرثیہ گنگوہی صلا) یعنی اے ابن مریم عیسٰی علیہ السلام آپ نے تو ایک ہی کام کیا کہ مردوں کو زندہ کیا لیکن ہمارے قطب عالم نے ڈبل کام کیا مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ یہ ہے دیوبندیوں کے قطب عالم کا عقل وادراک سے ورا کام کہ مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب گنگوہی صاحب نے کسی کو مرنے ہی نہ دیا تو مردوں کو زندہ کیسے کر دیا۔ زندہ تو وہ ہوتا ہے جو مر گیا ہو لیکن جب گنگوہی نے کسی کو مرنے ہی نہ دیا تو زندہ کس کو کر دیا گیا۔ اور وُہ خود اور ان کی زندگی میں مولوی قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند کیسے مر گئے؟ اس فلسفہ کو اگر گنگوہی صاحب اپنے آپ کو بھی نہ مرنے دیتے تو وہی سمجھاتے اس عقدہ کا حل مصنف دھماکے کے بس کا روگ نہیں۔ البتہ وہ اتنا ضرور بتا سکتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مرنے نہ دینا کسی ممکن کے اختیارات سے بھی دو ہاتھ آگے ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رزق دینا تو خالص فیصد شرک ہے۔ لیکن دیوبندی قطب گنگوہی صاحب کی قدرت اور اختیار کا یہ عالم ہے کہ کوئی چھوٹا موٹا دیوبندی نہیں بلکہ شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی کہتے ہیں۔

خدا ان کا مربّی وہ مربّی تھے خلائق کے،
میرے مولا میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مربّی یا تو پالنے والے کو کہتے ہیں یا سرپرست کو۔ اگر پہلا معنی مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے صرف اور صرف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو پالا اور مولوی رشید گنگوہی صاحب نے ساری خلقت کو پالا کیوں خلائق جمع خلق کی ہے جس میں جن وانس اور فرشتے چرند وپرند سب داخل ہیں گویا سب رزق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فراہم کرتے تھے اور اگر دوسرے معنی مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ صرف مولوی رشید احمد صاحب کا سرپرست خدا تعالیٰ ہے اور مولوی رشید احمد صاحب

گنگوہی پوری خلقت کے سرپرست ہیں جس میں انبیاء ورسل، ملائکہ جن وانس وغیرہ سبھی شامل ہیں۔

نیز دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے ترجمہ قرآن شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور کے صلا پر الحمد للہ رب العلمین، کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربّی ہیں ہر ہر عالم کے۔" گویا اللہ تعالیٰ مربّی پالنے والا ہر ہر عالم کا اور دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مربّی خلائق۔ خلائق جمع ہے خلق کی۔ یعنی پوری خلقت کے پالنے والے، بغیر رزق کے کوئی کس طرح پل سکتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ پوری خلقت کو رزق دینے والے جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی یہ سو فیصد خالص شرک نہیں تو اور کیا ہے۔ باقی رہا شفا دینا تو یہ بھی دیوبندی حضرات اپنے مولویوں کے دست قدرت میں ہی نہیں بلکہ ان کی قبر کی مٹی میں بھی شفا مانتے ہیں ملاحظہ ہو:۔

"فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی استاد مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی بیان فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ دکیا نانوتہ خدا تعالیٰ کا نہ رہا؟ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جاکر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لیجانا بند کر دیا۔"

(ارواح ثلاثہ ص۲۷۵ حکایت ۳۳۶) تمام دیوبندی علماء مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو حکیم الامّت مانتے ہیں۔ بتایا جائے ان حکیم الامّت صاحب سے کسی کو شفا حاصل ہوئی یا نہیں اگر نہیں تو پھر حکم کیسا؟ اگر شفا ہوئی تو ان میں خدائی قدرت ماننا شرک ہے یا نہیں ——؟

اب مصنّف دھماکہ بتائے کہ زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، شفا دینا یہ سب اختیار تو دیوبندی مولویوں کے قبضہ میں ہیں۔ انھوں نے عطائی یا مجازی کی اوٹ بھی نہیں لی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں کیا باقی رہا۔ کیا یہ بات مصنّف دھماکہ خود یا اپنے اکابر سے پوچھ کر بتا سکتا ہے ——؟ یا معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سیدنا غوث پاک قدس سرہ کو اختیار عطا فرمانے سے ہی اللہ تعالیٰ بے اختیار ہو جاتا ہے اور اس کے دستِ تصرف میں کچھ نہیں رہتا۔

؎ جعل مزہ جھوٹ غذا ہو گیا
ہائے دیانت تجھے کیا ہو گیا

اعلیحضرت قدس سرہ نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ارفع میں یہ کہہ دیا: ؎

اُن کا حکم جہاں میں نافذ
قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں!
قادرِ کل کے نائبِ اکبر
کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

دیوبندیت کے فرزند دلبند نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ خانہ ساز توحید کے ایوان میں زلزلہ آ گیا لیکن اس کو کیا کہیئے کہ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب اپنے مربّی خلائق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حکم کی عظمت اور کن مکن کے اختیار کی قدرت یوں بیان کرتے ہیں۔

؎ نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا ، ان کا جو حکم تھا، تھا سیفِ قضائے مبرم

(مرثیہ گنگوہی ص۱۴ شائع کردہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند۔ یوپی)

سرکار اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں عرض کیا۔ ع ان کا حکم جہاں میں نافذ۔ تو قیامت ٹوٹ پڑی لیکن دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن بڑے ہی وثوق و اعتماد اور یقینِ کامل کے ساتھ جنون اور انتہائی مبالغہ کی کیفیت میں مکرّر در مکرّر کہہ رہے ہیں۔

؎ نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا ،
ان کا جو حکم تھا، تھا سیفِ قضائے مبرم

قضائے مبرم کا معنی ہے نہ ٹلنے والا حکم اور سیف بمعنی تلوار۔ یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا حکم نہ ٹلنے والے حکم کی تلوار کا تھا۔ بتایئے مولوی محمود الحسن صاحب کن فیکون کے اختیار سے کتنا آگے بڑھے جا رہے ہیں اگر یہی شعر سیدنا اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ ارفع میں کہہ دیتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم تو ایسا ہے کہ:۔ ؎

نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا ،
ان کا جو حکم تھا، تھا سیفِ قضائے مبرم

تو شرک کدہ دیوبند سے شرک کے ہزاروں فتاویٰ جاری ہو جاتے ہیں لیکن مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو مرے اور مولوی محمود الحسن صاحب کو یہ شعر کہے ۷۳ سال ہو گئے۔ کیونکہ گنگوہی کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن صبح کے ناشتہ سے شام کے وظیفہ تک شرک کی تسبیح پڑھنے والے چھوٹے بڑے دیوبندی مولوی لب باندھے دم سادھے بیٹھے ہیں اور اس شعر پر شرک و کفر کا کوئی فتاویٰ صادر نہیں ہوتا۔ نہ اس میں انہیں کوئی شرک نظر آتا ہے۔ شرک و کفر کے سارے فتاویٰ محبوبانِ خدا کی خدا داد عظمت گھٹانے کے لئے وقف ہیں۔

اختیاراتِ تکوین پر

مصنفِ دھاکہ کے دلائل کا تجزیہ

دھاکہ صہ۳۴ پر نظر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی سے مونچھیں بڑھ گئیں۔ کتاب کا متن محض چند سطریں اور حواشی صہ۳۴ تا صہ۳۵ نہایت باریک قلم سے نصف سے زائد صفحہ پر پھیلتے چلے گئے ہیں۔ جس میں اپنے بغض وعناد کی بھرپور یلغار کے ساتھ محبوبانِ خدا کے خداداد فضائل وکمالات کو گھٹانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ مصنفِ دھاکہ کا اس کتاب کی ابتدا سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ محض اعتراض کے طور پر حوالہ اور اپنا جاہلانہ تبصرہ وتشریح کرتا چلا آیا ہے۔ اور کسی بھی موقعہ پر دلائل کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن مسئلہ اختیارِ تکوین پر حواشی میں کچھ دلائل بھی نقل کئے ہیں۔ جن کا جواب ہمارے ذمہ ہے اور ہم عرض کرتے ہیں لیکن اس سے پیشتر کہ ہم ان کے دلائل کا توڑ کریں بہتر ہوتا کہ مصنفِ دھاکہ صہ۳۴ تا صہ۳۶ کے حواشی کے دلائل کی روشنی میں مرثیۂ گنگوہی۔ ارواح ثلاثہ کے مصنفین ومرتبین کا مقام متعین کر لیتے۔ کہیں مصنفِ دھاکہ کے ان حواشی کی زد اہلِ مرثیہ واہلِ ارواح ثلاثہ کے مصنفین پر تو نہ پڑے گی؟ مصنفِ دھاکہ کے دلائل کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا قول پہلے اور احادیث شریفہ بعد میں معلوم ہوتا ہے یہ لوگ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے قول کو حدیث شریف سے زیادہ مانتے ہیں۔ بہرحال اس کے دلائل اور ان کا جواب پیش کیا جاتا ہے۔ مصنفِ صہ۳۴ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

۱:۔ تکوین یکے از صفاتِ حقیقیہ واجب الوجود است تعالیٰ وتقدس اشاعرہ تکوین را از صفاتِ اضافیہ دانند وقدرت وارادہ را در ایجاد عالم کافی مے انگارند وحق آنست کہ تکوین صفتِ حقیقیہ علیحدہ است ورا قدرت وارادت۔

جواب:۔ مصنفِ دھاکہ کی پہلی بڑی غلطی تو یہ کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے یہ عبارت نقل کرتے وقت اس کے ترجمہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ عوام کے ذہنوں پر اثر ڈالنے کے لئے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے نامِ گرامی کو محض مرعوب کرنے اور دھوکہ دینے کے لئے استعمال کیا گیا اگر وہ خود ہی اس کا ترجمہ بھی درج کر دیتا تو اس کی بے ایمانی کا بھانڈا پھوٹ گیا ہوتا۔ ترجمہ ہم پیش کرتے ہیں۔

"واجب الوجود (اللہ) کی حقیقی صفات میں سے تکوین ایک صفت ہے اشاعرہ (ایک گروہ) تکوین کو اضافی صفات میں سے جانتے ہیں اور قدرت وارادہ عالم کے پیدا کرنے میں کافی جانتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ قدرت وارادہ کے علاوہ تکوین ایک علیحدہ حقیقی صفت ہے":

مذکورہ بالا عبارت میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ بعطاءِ الٰہی کسی کو بھی تکوین کے مجازی اختیار بھی حاصل نہیں۔ اگر ذاتی وعطائی حقیقی ومجازی کا فرق ملحوظ نہ رکھا گیا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بحکمِ الٰہی مردے جلانا۔ شفا دینا وغیرہ سے اس کی مطابقت کیسے ہو سکے گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے تکوین کے حاصل اختیار کا انکار کر کے قرآن مجید کا (معاذ اللہ) انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے پرندے بنانا اور پھونک مار کر اللہ کے حکم سے اڑانا ثابت ہے۔ ہماری اس بات کا ثبوت خود مصنفِ دھاکہ کے پیش کردہ حوالوں سے ملتا ہے وہ خود لکھتا ہے۔

۲:۔ امام بخاری نے کیا خوب لکھا ہے۔ "ماجاء فی تخلیق السموٰت والارض وغیرھا من الخلائق وھو فعل الرب تبارک وتعالیٰ وامرہ فالرب بصفاتہ وفعلہ وامرہ وھو الخالق ھو المکون غیر مخلوق وما کان بفعلہ وامرہ وتخلیقہ وتکوینہ فھو مفعول مخلوق ومکون": (صحیح بخاری جلد ۹۔ صہ۱۶۵ ملخصاً)

اس کا ترجمہ خود مصنفِ دھاکہ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ [illegible]

تکوین سے جس کو جو ملا وہ مفعول ہے مخلوق ہے اس کی تکوین ہوئی ہے وہ خود صاحب تکوین نہیں مکون حقیقی صرف خدا ہے۔ (دھماکہ صہ۳۴)

جواب:۔ دیکھئے، بخاری شریف کی حدیث پاک کس شد ومد کے ساتھ ہمارے مؤقف کی تائید کر رہی ہے۔ جسے حماقت سے مصنف دھماکہ بغیر سوچے سمجھے اپنی تائید میں پیش کر رہا ہے۔ خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ خدا کے فعل امر اور تکوین سے جس کو جو ملا وہ مفعول ہے مخلوق ہے اس میں عطا کا ذکر ہے۔ اور ترجمہ میں یہ الفاظ واضح طور پر موجود ہیں کہ "مکون حقیقی صرف خدا ہے" اس میں کس کو انکار ہے مکون حقیقی بلاشبہ خدا تعالیٰ ہے۔ اس میں مجازی کی نفی نہیں حقیقی کی نفی ہے اور دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا مصنف دھماکہ کی جہالت و لاعلمی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس عبارت کو ڈھٹائی کے ساتھ اپنے غلط مؤقف کی تائید میں پیش کر رہا ہے۔ اور حدیث کی مذکورہ عبارت کا یہ جملہ بھی بلاشبہ اپنی جگہ صحیح ہے۔ خدا کے فعل امر اور تکوین سے جس کو جو ملا وہ مفعول ہے مخلوق ہے۔ بلاشبہ وہ خدا نہیں ہوجاتا۔ اس میں کسی کو بھی اعتراض نہیں۔

۳:۔ شرح فقہ اکبر صہ۱۲۲ میں ہے۔ التکوین قدیم والمتعلق بہ ھو المکون وھو حادث مصنف دھماکہ کے اپنے الفاظ میں اس کا ترجمہ یہ ہے۔ جس کی تکوین ہوئی وہ حادث ہے مخلوق ہے۔ لیکن تکوین کی صفت خود قدیم ہے۔ کسی کی شان تکوین کا خود اقرار کرنا اسے قدیم اور خدا ماننا ہے۔ فالصفات الازلیۃ عندنا ثمانیۃ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صہ۲۵) اس کا ترجمہ مصنف دھماکہ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے ہم حنفیہ کے نزدیک تکوین ازلی صفت ہے جو خدا تعالیٰ کی شان ہے۔

جواب:۔ شرح فقہ اکبر کی اول الذکر عبارت میں اس بات کا بیان ہے جس کی تکوین ہوئی وہ حادث ہے مخلوق ہے اور تکوین کی صفت قدیم ہے اور اس کے آگے کے الفاظ خط کشیدہ عبارت اس کی اپنی کارگری ہے اور کسی لفظ کا یہ ترجمہ

نہیں کہ کسی کی شان تکوین کا اقرار کرنا اسے قدیم اور خدا ماننا ہے۔ عبارت میں یہ خیانت و تصرف مجرمانہ فعل ہے اور اسی طرح شرح فقہ اکبر صہ۲۵ کی مؤخر الذکر عبارت کا ترجمہ بھی من مانا ہے اور خیانت و بے ایمانی کی نذر ہوگیا۔ اس عبارت کا صاف اور سیدھا ترجمہ صرف یہ ہے کہ صفات ازلیہ ہمارے نزدیک آٹھ ہیں۔ آٹھ کے لفظ کو مصنف دھماکہ مطلقاً ہی کھا گیا اور اس کی جگہ یہ شامل کردیا ہم حنفیہ کے نزدیک تکوین ازلی صفت ہے جو خدا تعالیٰ کی شان ہے بتایا جائے کہ یہاں تکوین کون سے لفظ کا ترجمہ ہے اور "جو خدا تعالیٰ کی شان ہے" کون سے لفظ کا ترجمہ ہے؟ ترجمہ میں تصرف اور بے ایمانی سے ہی دیوبندی دھرم کی حقانیت ثابت کرنا تھی تو شرح فقہ اکبر تک ہی کیوں قناعت کی قرآن مجید کی آیات مبارک لکھ لکھ کر اختیارات تکوین عطائی کی نفی کردی ہوتی تاکہ عوام قرآن عظیم کے نام سے مرعوب ہوتے صرف کتب فقہ تک ہی کیوں محدود رہتے۔

۴:۔ حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

المفوضۃ فھم القائلون ان اللہ فوض تدبیر الخلق الی الائمۃ وان اللہ اقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خلق العالم وتدبیرہ۔ (غنیۃ الطالبین صہ۲۲۱)

جواب:۔ مصنف دھماکہ نے اپنی چور بازاری کو چھپانے کے لئے اگرچہ غنیۃ کی اس عبارت کا ترجمہ درج نہیں کیا۔ لیکن اس میں بھی وہی کچھ ہے جس کو ہم پہلے جواب میں مختصراً بیان کر آئے ہیں۔ یعنی یہ عقیدہ مفوضہ کا ہے کہ وہ دنیا کو پیدا کرنے اور تدبیر کائنات کے مستقل حقیقی اختیارات حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آئمہ کرام کو مانتے تھے تو اس میں مفوضہ کے عقائد باطلہ کا رد ہے۔ جو عالم کی خلقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آئمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم اہلسنّت کا یہ عقیدہ نہیں کہ ساری دنیا و عالم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا آئمہ نے پیدا فرمایا ہے اور اس میں تدبیر کی جو نفی ہے وہ حقیقی تدبیر کی نفی ہے ورنہ شیخ سیدنا عبدالقادر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول قرآن مجید کی اس آیت سے مختلف ہوگا۔ فالمدبرات امرا۔ قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ سرکار غوث پاک قدس سرہٗ کا مبارک قول قرآن مجید سے مختلف ہو لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہاں تدبیر کی جو نفی ہے وہ حقیقی کی نفی ہے۔

۵۔ شرح مواقف میں ہے۔ المفوضۃ قالوا ان اللہ فوض خلق الدنیا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب:۔ اس عبارت کا بھی مصنف دھماکہ نے محض عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ترجمہ نہیں کیا ہم پہلے حوالہ کے جواب میں اس کا مختصر جواب دے آئے ہیں ترجمہ یہ ہے۔ مفوضہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پیدائش محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سونپ دی ہے۔ اس میں واضح طور پر مفوضہ کا رد ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کی پیدائش حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دی گئی حالانکہ ہم اہلسنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ ساری دنیا کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا فرمایا ہے۔ مصنف دھماکہ کے حوالوں میں جوڑ توڑ کے سوا کچھ بھی نہیں مصنف دھماکہ جوڑ توڑ سے کام کیوں نہ لیں۔ جبکہ بانی مدرسہ دیوبند جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتے تھے (سوانح قاسمی جلد اول ص۱۶) یہ ہے دیوبندیوں کی شرح مواقف دانی رد اہلسنت کا کر رہے ہیں حوالے مفوضہ کے رد پر مشتمل پیش کئے جا رہے ہیں۔ بھلا مفوضہ سے ہمارا کیا واسطہ اُن کے اور اہلسنت کے عقائد میں دن رات کا فرق ہے۔

۶۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا۔ ھل فوض اللہ الامر الی عبادہ۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کو سونپ رکھے ہیں حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اجل من ان یفوض الربوبیۃ الی العباد۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بالا ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد فرمائے (مکتوب حضرت خواجہ محمد معصوم ص۹۳) یہ سنی مذہب کا بیان تھا اس کے مقابلہ میں

بریلوی مذہب آپ دیکھ چکے ہیں۔

ع ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبّر بھی ہے عبدالقادر

جواب:۔ مذکورہ بالا قول میں بھی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے یہی دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کو سونپ رکھے ہیں (یعنی وہ مخصوص کام جو شانِ خداوندی کے لائق ہیں)، اس میں اللہ تعالیٰ کے اپنے کاموں کا ذکر ہے۔ اور جواب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی کیا خوب وہابیت شکن جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالا ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد فرمائے۔ اس میں ربوبیت سپرد نہ کرنے کی نفی ہے۔ اختیار عطا فرمانے کی نہیں بلاشبہ ہرگز اہلسنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اپنے محبوب بندوں کے سپرد فرمائی ہے البتہ دیوبندیوں کا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے متعلق یہ عقیدہ ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا

ع خدا اُن کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی (مرثیہ گنگوہی)

درحقیقت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک قول کی زد مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی کے مذکورہ بالا شعر پر پڑتی ہے لیکن مصنف دھماکہ اپنی بلا دوسروں کے سر ڈال رہا ہے۔

مصنف دھماکہ نے یہ ساری جعل سازی اور بے موقعہ ربط حوالوں کا اندراج یہ جانتے ہوئے کیا ہے۔ اُسے صفحہ ۳۵ کے حاشیہ پر اس کا اعتراف بھی ہے کہ "بریلوی حضرات عطائے الٰہی کی اوٹ میں اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقی طور پر حضور اور حضرت غوث پاک میں موجود مانتے ہیں۔" یہ حقیقی طور پر اس کی اپنی بے ایمانی ہے ورنہ عطاءِ الٰہی کی اوٹ لکھنے کے بعد حقیقی کہنے کا کوئی جواز باقی نہ رہ گیا تھا اور دالامن والعلیٰ ص۱۵ الامن والعلیٰ ص۱۴۳ سے حقیقی کی دو قسمیں جو بیان کی ہیں۔ وہ مسئلہ زیر بحث

سے متعلق نہیں احکام الٰہیہ پر مشتمل ہیں اور اس میں ذاتی کی نفی موجود ہے۔

مصنف دھاکہ نے صـ۳۴ پر لکھا ہے۔ بریلوی مذہب میں ہے کہ شب برات تقدیروں کا فیصلہ بھی حضور ہی کرتے ہیں۔ (شرح اربعین نوویہ صـ۱۵۲) افسوس کہ یہ کتاب ہمارے پاس نہیں ہے ورنہ نانوتوی صاحب کی معنوی اولاد کا جوڑ توڑ معلوم کر لیا جاتا۔ کیونکہ دیوبندیوں کا کوئی حوالہ قابل اعتماد نہیں۔ لیکن جہاں تک تقدیر میں تصرف کا تعلق ہے شیخ المحدثین علامہ عبد الحق محدث دہلوی نے زبدۃ الآثار صـ۴ پر خود حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کا قول یوں نقل فرمایا ہے "میں نے تقدیر خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ کے حکم سے ان احکامات قدریہ کو درست کیا ہے۔ مرد کامل وہ ہوتا ہے جو تقدیر سے لڑے نہ تقدیر کے سامنے سرنگوں ہو جائے"

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں لکھتے ہیں "حضور پرنور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جو قضا لوح محفوظ میں بشکل مبرم لکھی ہوئی ہے اور اس کی تعلیق صرف علم خداوندی میں ہے ایسی قضاء (تقدیر) میں بھی باذن اللہ تصرف فرما سکتے ہیں" (مکتوبات شریف صـ۲۲۳ جلد اول، مکتوب ۲۱۷) مکتوبات شریف مصنف دھاکہ کے نزدیک معتبر قابل حجت ہے ملاحظہ ہو صـ۱۶ دھاکہ۔ اور مصنف دھاکہ اپنے الفاظ نقاش پاکستان علامہ ڈاکٹر اقبال (دھاکہ صـ۶۱) فرماتے ہیں۔ ؎

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں کامل تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

بتائیے شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ مجدد الف ثانی۔ ڈاکٹر اقبال کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ اقبال تو حضور علیہ السلام کی نہیں بلکہ ہر مرد مومن کی یہ طاقت مان رہے ہیں اور خود رشید احمد گنگوہی کے متعلق دیوبندیوں کا عقیدہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ؎

اس کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم

مصنف دھاکہ صـ۳۶ پر لکھتے ہیں بریلوی مفتی احمد یار خاں صاحب ایک مقام پر

لکھتے ہیں "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اختیار دیا گیا کہ جس کے لئے چاہیں اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں۔ کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو۔ جس کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھول دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں" (سلطنت مصطفےٰ صـ۶۵) اس پر حسب عادت جاہلانہ تبصرہ یوں ہوتا ہے۔

"یہاں اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ بریلوی مذہب میں خدا اور اس کے رسول پاک میں تقسیم کار کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے دست قدرت سے بھی کوئی کام سرزد ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اور حضرت غوث پاک دونوں میں سے کس کا حکم کس پر چلتا ہے"؟ یہاں اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ بند باندھنے سے پہلے مصنف دھاکہ کو چاہیئے تھا کہ مفتی صاحب مرحوم کے قول کا مدلل رد کرتا اور پھر کسی بات کی تحقیق میں پڑتا مفتی صاحب کے دعویٰ کو جھٹلانے کی تو مصنف میں جرأت و سکت نہیں اور اس بات کی تحقیق ضروری ہے اور اس بات کی تحقیق ضروری ہے کا ٹھیکہ لئے پھرتا ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ جیسے فاضل و محقق اور بلند پایہ مصنف کے اس دعویٰ کی صداقت میں کیا شبہ ہے۔ انہوں نے کونسی بات غلط کہی ہے۔ بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کے لئے چاہیں اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند فرما دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ثعلبہ ابن حاطب نے ایک بار زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا سرکار کو یہ ناگوار خاطر ہوا پھر ثعلبہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا مگر منظور نہ ہوئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں زکوٰۃ لایا مگر وہاں بھی نامنظور پھر زمانہ فاروقی میں پھر خلافت عثمانی میں زکوٰۃ پیش کرتا رہا۔ مگر کسی خلیفہ راشد نے قبول نہ فرمائی یہی جواب دیا گیا کہ جس کی زکوٰۃ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرما دی ہم میں جرأت نہیں کہ اسے قبول کریں۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر و تفسیر روح البیان اسی آیت کریمہ کے تحت یہ واقعہ مفصل مذکور ہے مگر مصنف

دھماکہ اپنی جہالت ولاعلمی سے اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ باقی رہا موت کے بعد زندہ فرما کر مسلمان کرنا۔ علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اور علامہ شامی سے منقول ہے بلکہ شامی کے باب المرتدین میں ہے کہ حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مردے زندہ ہو کر اسلام لائے حتیٰ کہ حضرت آمنہ خاتون اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والدین کریمین کو بھی زندہ فرما کر مشرف بہ اسلام کیا مگر یہ مصنف دھماکہ ہے جس کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات سے ازلی عناد ہے اور کسی صورت اس کا یہ مرض کم نہیں ہوتا۔ مفتی صاحب مرحوم نے جو کچھ لکھا وہ بلاشبہ حق اور سچ ہے۔

مصنف دھماکہ کا بے بسی کے عالم میں یہ پوچھنا کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے بھی کوئی کام سرزد ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو اس کے پاگل پن کی علامت ہے۔ یہ مصنف دھماکہ خود خدا تعالیٰ سے پوچھے کہ اس نے اپنے قبضۂ قدرت میں بھی کچھ رکھا ہے یا نہیں ہم تو یہی کہتے ہیں جو سرکارا علیحضرت فاضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ے میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

اور بلاشبہ ے بخدا خدا کا یہی ہے در
نہیں اور کوئی مفر مقر،
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو
جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں۔

بات ہو رہی ہے محبوب ومحب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجل جلالہ کی لیکن مصنف دھماکہ تھک ہار کر اور کہیں جائے فرار نہ پا کر پھر سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر معترض ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور حضرت غوث پاک دونوں میں سے کس کا حکم کس پر چلتا ہے؟ تو جناب گذارش یہ ہے کہ جب آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں تو پھر کیا کسی ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ دھماکہ جیسا کذب وافتراء کا مجموعہ شائع کرو ورنہ آپ کو عناد

کے مرض سے افاقہ نہ ہوگا۔ جب آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ اور حضرت غوث پاک قدس سرہ میں کس کا حکم کس پر چلتا ہے اور اس بارہ میں بریلوی مسلک کیا ہے تو پھر چپ رہنا ہی بہتر تھا اپنی جہالت وعدم واقفیت کا بھانڈا تو چوراہے میں نہ پھوڑا ہوتا۔

منشیِ رحمت کا قلمدان
اور
مصنّف دھماکہ کا ہذیان

مصنّف دھماکہ صد پر خدا تعالیٰ کو حضور کا منشی سمجھنے کی گستاخی کا عنوان جما کر لکھتا ہے "بریلوی مذہب میں خدا تعالیٰ حضور پاک کے ماتحت ہیں" کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا منشی بن کر قلمدان لئے ساتھ ساتھ تعمیلِ حکم کرتا جائے (معاذاللہ استغفراللہ) مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

ے نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا

اس پر یہ جاہلانہ تبصرہ کہ مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ بریلوی مذہب میں نہیں بلکہ دیوبندی دھرم میں خدا تعالیٰ (معاذاللہ) مولوی رشید احمد گنگوہی کا ماتحت ہے ملاحظہ ہو۔ ے جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

اعلیحضرت قدس سرہ کے شعر مبارک کا تو مختصر واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرف بھی نعمتیں بانٹتا وہ ذیشان نبی گیا لوگوں کی تقدیریں بدل گئیں۔ اور منشی رحمت (فرشتگان تقدیر) نے بد قسمت لوگوں کی قسمت میں بھلائیاں اور دین ودنیا کی نعمتیں لکھ دیں جس پر حضور کی نظرِ رحمت ہو گئی اس کی تقدیر بدل گئی، منشی بن کر قلمدان ساتھ ساتھ پھرنا یہ گستاخانہ

جملہ اعلحضرت کے شعر کے کون سے حصّہ کا ترجمہ یا مفہوم ہے ۔؟ اور یہ کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ماتحت ہے ۔ کیا مصنّف دھماکہ کی یہ شانِ الوہیت و رسالت میں از خود سراسر باغیانہ جسارت نہیں ہے ۔ قرآن مجید میں ہے اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمْ ۔ تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا تو کیا مصنّف دھماکہ اس کا مطلب یہ لے گا کہ معاذ اللہ ۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے ماتحت تھا ۔ ماسٹر بن کر آپ کو قلم سے لکھنا سکھانے کے لئے قلم دوات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

ے اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

انما انا قاسم واللہ یعطی ،، ایک مشہور و معروف حدیث شریف ہے جو صحیح بخاری شریف جلد چہارم صہ ۱۳ اور مشکوۃ شریف صہ ۳۲ پر موجود ہے مصنّف دھماکہ نے اس کو اپنے بعض علما کی طرح جھٹلایا یا ضعیف تو نہیں بتایا البتہ فضائل و کمالات مصطفوی میں بے اثر ثابت کرنے کے لئے یہ گرہ لگا دی کہ اس حدیث کو محدثین باب العلم میں روایت کرتے ہیں اور اس کے پس منظر میں یہ حاشیہ آرائی فرمائی کہ اس سے مراد علمی فیوض و برکات کی تقسیم ہے .... اور یہ کہ اس حدیث سے کن فیکون کے اختیارات اور رزق دینا ، اور اولاد دینا ، شفا دینا ، زندگی دینا وغیرہ کی نعمتیں مراد نہیں ہیں ۔ (دھماکہ صہ ۳ حاشیہ) کیا بہتر ہوتا کہ مصنّف دھماکہ اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل بھی قائم کر دیتا ۔ بلاشبہ یہ حدیث شریف مشکوۃ شریف باب العلم میں ہے ۔ مگر یہاں یہ بات قابلِ غور اور دیوبندیوں کی جلسازیوں کا طلسم توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ حدیث شریف کے ہر جز یعنی اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اور وَاللّٰہُ یُعْطِیْ ۔ دونوں ہی باب العلم میں ہیں فقط اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ ہی نہیں ۔ جب آپ یہ کہیں گے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تقسیم سے مراد علمی فیوض و برکات کی تقسیم ہے

رزق دینا ، شفا دینا نہیں ہے تو اس کی زد صرف قاسم ہی پر نہیں معطی پر بھی پڑے گی ۔ کیونکہ دونوں جز قاسم اور معطی باب العلم میں ہیں ۔ اس سے عندالوہابیہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی صرف علمی فیوض و برکات ہی عطا فرماتا ہے اور یہ اکابر و علما و محدثین کی تصریحات اور حدیث پاک انما انا قاسم واللہ یُعطی کے واضح حقیقی مفہوم کے خلاف ہے ۔ حدیث شریف کے اصل اپنے الفاظ میں کسی چیز کی تخصیص نہیں جس نعمت کا بھی رب تبارک تعالیٰ معطی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قاسم ہیں ۔ علم و حکمت مال و دولت سب ہی اسمیں شامل ہیں ۔ اللہ عزّ وجلّ خود فرماتا ہے ۔ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ انہیں غنی کر دیا اللہ و رسول نے اپنے فضل سے ۔ اور فرماتا ہے ۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ اِنَّا اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ ۝ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے ہمیں خدا کافی ہے ۔ اب ہمیں دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ۔ ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے ۔ لما خلق اللہ العرش کتب علیہ بقلم نور طول القلم ما بین المشرق والمغرب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بہ اخذ و اعطی و امتہ افضل الامم و افضلھا ابوبکر الصدیق ۔ جب اللہ تعالیٰ نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا ۔ لکھا ۔ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں میں انہیں کے واسطے سے لوں گا اور انہیں کے وسیلے سے دوں گا ان کی اُمّت سب امتوں سے افضل ہے ۔ ان کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں ۔ الرفعی عن سلمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث میں بلا تخصیص لینے اور دینے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ (ذریعہ) کو لازم ٹھہرایا ۔ صحیح مسلم شریف و سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ ابن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ہے۔ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُہٗ بِوَضُوْئِہٖ وَحَاجَتِہٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ وَلَفْظُ الطَّبْرَانِیْ فَقَالَ یَوْمًا یَارَبِیْعَۃُ سَلْنِیْ فَاُعْطِیْکَ رَجَعْنَا اِلٰی لَفْظِ مُسْلِمٍ قَالَ فَقُلْتُ اَسْاَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ اَوْغَیْرَ ذَالِکَ قُلْتُ ھُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ۔ میں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک شب حضور کے لئے آب وغیر ضروریات حاضر لایا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحر رحمت جوش میں آیا، ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ اوغیر ذالک۔ فرمایا کچھ اور میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے۔ رزق۔ اولاد۔ علم وغیرہ تو دنیا کی نعمتیں ہیں لیکن اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ آخرت کی نعمت اور نعمتہائے جنت کے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قاسم اور بعطائے الٰہی مالک و مختار ہیں اور پھر یہ نہیں بلکہ فرمایا۔ اوغیر ذالک کچھ اور اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دنیا کی تمام نعمتوں کا قاسم بنایا ہے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث شریف کے نیچے فرماتے ہیں۔ از اطلاق سوال کہ فرمودہ سَل بخواہ تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرچہ خواہد وہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد، علامہ فاسی علیہ الرحمۃ مطالع مسرات شرح دلائل الخیرات شریف میں نقل فرماتے ہیں۔ کل ما ظھر فی العالم وانما یعطیہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی بیدہ المفاتح فلا یخرج من الخزائن الالٰھیۃ شئ الا علی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو نعمت تمام عالم میں کہیں ظاہر ہوتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی عطا فرماتے ہیں کہ انہیں کے ہاتھ سب کنجیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے کوئی چیز نہیں نکلتی مگر محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر۔

امام ربانی احمد ابن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَزَانَۃُ السِّرِّ وَمَوْضِعُ نُفُوْذِ الْاَمْرِ فَلَا یَنْفُذُ اَمْرٌ اِلَّا مِنْہُ وَلَا یُنْقَلُ خَیْرٌ اِلَّا عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ راز الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں۔ کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں۔

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے ؎
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ دلکا

قصائد قاسمی صہ، نانوتوی صاحب نے بھی بلا تخصیص کہا ہے۔ اللہ سے کچھ لیا چاہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا کر۔ حضور سے کہہ اگر تجھے کچھ اللہ سے لینا ہے۔ کیونکہ قاسم ہر نعمت تو یہی ہیں۔ مندرجہ بالا آیات و احادیث و اقوال آئمہ و محدثین اور حوالۂ نانوتوی سے ثابت ہوا کہ بلا شبہ حضور اقدس قاسم ہر نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کے قاسم اور مالک و مختار ہیں تو پھر سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد۔ ؎

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں،

اور حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب مدظلہ العالی کے شرح الاستمداد میں اس فرمان "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں زمین و آسمان اور دونوں جہان میں حضور کا تصرف جاری ہے۔ ہر نعمت حضور کے ہاتھ سے ملتی ہے" میں شرعاً کیا اعتراض ہے اور اس کی کیا دلیل ہے اور بلا شبہ شہزادۂ اعلیٰحضرت کا یہ قول حق ہے جس کو مصنف دھاکہ نے تراش کر یوں پیش کیا کہ "ہر شخص جانتا ہے کہ قدرت والے کا نائب جب کام کرے گا اس کی طاقت اسے دی جائے گی" (شرح استمداد

ص۱۰۶) حالانکہ سیدی مفتی اعظم شہزادہ اعلیٰحضرت نے اس کو مدلل یوں بیان فرمایا تھا اللہ عزوجل آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً "بیشک میں زمین میں نائب مقرر کرنے والا ہوں۔ اور فرماتا ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ۔ اے داؤد بیشک ہم نے تمہیں زمین میں نائب مقرر کیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قدرت والے کا نائب جو کام کرے گا اس کی طاقت اسے دی جائے گی جسے نہ کسی کام میں دخل نہ اس کی طاقت وہ پتھر ہوگا۔ پتھر پتھر ہی کا نائب ہو سکتا ہے نہ کہ قادر کا تو یہ صرف انبیاء کی نہیں بلکہ ان کے رب کی توہین ہے" (استمداد ص۱۰۲) کیا ہی ایمان افروز بات ہے۔ جس کو مصنف دھماکہ نے اپنی جہالت سے کس غلط رنگ میں اور کانٹ چھانٹ کر نقل کیا۔ تعجب ہے کہ دیوبندی حضرات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاسم ہر نعمت ہونے میں تامل ہے۔ لیکن نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند اس حدیث شریف کا خود ہی اپنی ذات پر اطلاق کرنے اور اپنے آپ کو قاسم ہر نعمت کہنے میں کوئی تامل نہیں کرتے۔ چنانچہ ارواح ثلاثہ میں ہے "فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے مولانا گنگوہی کا تو قدم قدم پر انتظام اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لاابالی کہیں کی چیز کہیں پڑی ہے کچھ پرواہ ہی نہیں اسوقت ایک گروہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ حج کو چلیں گے آپ نے فرمایا زادِ راہ بھی ہے انہوں نے کہا ایسے ہی توکل پر چلیں گے مولانا نے فرمایا جب ہم جہاز کا ٹکٹ لیں گے تو تم منیجر کے سامنے توکل کی پوٹلی رکھ دینا بڑے آئے توکل کرنے جاؤ اپنا کام کرو۔ پھر ان لوگوں نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو آپ نے اجازت دے دی۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

راستہ میں جو کچھ بھی ملتا وہ سب لوگوں کو دے دیتے اور ستھیوں نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں کچھ تو اپنے پاس رکھیئے تو فرمایا اِنَّمَا اَنَا

قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ "الخ سب کچھ دے دیتے ہیں۔ اس حدیث پاک کا اطلاق اپنی ذات پر کر لیا اور خود قاسم ہر نعمت بن گئے۔ بتایئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کچھ جائز نہ تھا اور نہ آپ کو یہ اختیار حاصل تھے۔ نہ ہر نعمت کے آپ قاسم ہیں لیکن نانوتوی صاحب کو سب اختیار حاصل ہیں۔ ہر نعمت کے قاسم اور بخاری و مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کے یہ خود مصداق ہیں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

مصنف دھماکہ کے دلائل کا تجزیہ

مصنف دھماکہ نے عظمت حبیب خدا شہ ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں اس حدیث شریف کی اہمیت کم کرنے کے لئے چند برائے نام عقلی و نقلی دلائل بھی پیش کئے ہیں جن میں کوئی جان نظر نہیں آتی بہر حال ہر واہمہ کا جواب ہمارے ذمہ ہے لہذا نمبر وار جوابات ملاحظہ ہوں۔

ا: یہ حدیث باب العلم میں ہے اور اس سے علمی فیوض و برکات کی تقسیم مراد لینا۔ رزق کی تقسیم مراد لینا صحیح نہیں۔

جواب: ۔ یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف باب العلم میں مزور ہے لیکن اس سے محض علمی فیوض و برکات کی تقسیم مراد لینا تفسیر بالرائے ہے جو اکابر علماء و محدثین کی روشن تصریحات کے خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل بھی صرف علم کا معطی ہے۔ مگر نہیں یہ حدیث کے واضح و غیر مبہم مفہوم کے منافی ہے لہذا ماننا پڑے گا۔ جس چیز کا بھی دینے والا اللہ ہے ہر اُس چیز کے تقسیم فرمانے والے حضور قاسم ہر نعمت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ مواہب شریف اور مطالع المسرات و آیات قرآنیہ کے حوالوں سے گذرا ہر شخص جانتا ہے کہ رزق کے مقابلہ میں علم حاصل کرنا مشکل ہے کیونکہ رزق تو ہر جاندار حاصل کر ہی لیتا ہے لیکن علم ہر جاندار تو کیا ہر انسان بھی حاصل نہیں کر پاتا۔ جب مشکل چیز ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے ہیں تو کیا آسان چیزوں کو تقسیم فرمانے کے اختیارات سے محروم ہیں (معاذ اللہ) یہ نہیں ہو سکتا کوئی

شخص دس میل تو پیدل سفر کر لے لیکن چار میل گھوڑے پر سفر نہ کر سکے یا کوئی شخص ایک سیر دودھ تو پی لے۔ لیکن ایک پاؤ پانی نہ پی سکے۔ اور پھر یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اللہ عزوجل کی ایک صفت کسی دوسرے میں ماننے سے تو شرک لازم نہ آئے اور پندرہ بیس کے ماننے سے شرک لازم آجائے ایک امر تو ناجائز نہ ہوا اور چند امور ناجائز ہوجائیں مثلاً علم غیب اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے لیکن مصنف دھماکہ ص۴۲ پر خود تسلیم کرتا ہے اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ جب اور جتنی غیب کی خبریں دیں تو یہ نور سنت کا فیض ہے ان پاک ہستیوں کو امور غیبیہ پر اطلاع جب بھی ملے اور جتنی بھی ملے سرکار کی ملتی ہے" تو یہ ایک بات تو شرک نہ ہوا اور اسی طرح کی چند کرامات جمع ہوجائیں تو ناجائز بھی ہے شرک بھی ہے۔ جب علم جو اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے اس کی تقسیم سے شرک لازم نہیں آتا تو رزق کی تقسیم سے کونسا شرک کس طرح لازم آئے گا۔ اور پھر یہی علم سیکھ کر آدمی رزق حاصل کرتا ہے تو یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کا صدقہ ہے۔ اس طرح حضور قاسم ہر نعمت قرار پاتے ہیں وہابیت دیوبندیت کے لئے کہیں پناہ نہیں ہر شخص حضور سے علمی فیوض و برکات حاصل کر کے تبلیغ و اشاعت و تعلیم و تعلم کے ذریعہ صنعت و حرفت کے ذریعہ۔ تجارت کے ذریعہ جو رزق حاصل کرے گا وہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم ہوگی۔ لہٰذا سرکار اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر حق ہے۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں،

حالانکہ اس شعر میں اعلیحضرت یہی فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے نہیں بلکہ رزق اس (اللہ) کا ہے اور کھلاتے یہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم۔ بتائیے اس میں کیا خرابی ہے۔

علم اس کا ہے پھیلاتے یہ ہیں تو جائز ہے لیکن رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں یہ ناجائز اور باعث تکلیف ہوگیا اور پھر جناب قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کو

کیا کہئیے گا وہ بلا تخصیص فرما گئے ہیں۔

ثنا کر اسکی اگر حق سے کچھ لینا چاہے
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار (قصائد قاسمی ص۵)

اس میں علمی فیوض و برکات تک محدود نہیں بلکہ حق سے کچھ لیا چاہے مطلق ہے اگر اللہ سے ہے درکار بھی مطلق ہے محدود نہیں جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ رزق، دولت، اولاد، ایمان، اسلام جو کچھ حق تبارک و تعالیٰ سے لیا ہے اس (حبیب خدا) کی ثنا کر اور اس حبیب خدا سے کہہ۔ اگر اللہ سے کچھ درکار ہے۔ کیوں نہ ہو کہ قاسم ہر نعمت اور قادر مطلق کے نائب اعظم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مصنف دھماکہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام گرامی سے بھاگتا ہے لیکن تمام علماء دیوبند کے پیر و مرشد جناب حاجی امداد صاحب مہاجر مکیؒ اپنے پیر و مرشد جناب نور محمد صاحب کو ان کے وصال کے بعد دین و دنیا کا آسرا اور اپنا حاجات روا مشکل کشا سمجھتے اور مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یوں کہوں گا برملا

جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اپنے پیر و مرشد کو دین و دنیا کا آسرا مان رہے ہیں اور ان پر اتنا اعتماد کہ تم سوا (خواہ اللہ تعالیٰ ہی ہو) اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا۔ اور پھر صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ دن محشر کے اور خاص اس وقت میں جس وقت قاضی ہو خدا۔ آپ (جناب پیر نور محمد صاحب) کا دامن پکڑ کر یوں کہوں گا برملا۔ میرے پیر و مرشد اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا فرمائیے صاحب۔ کیسا علم۔ کیسا رزق۔ کیسی اولاد، کیسی شفا، عین اس وقت جبکہ عدل قائم ہوگا اس وقت بھی حاجی امداد اللہ صاحب تو اپنے پیر و مرشد کا دامن پکڑ کر ہی امداد کے لئے

عرض کریں گے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کہاں تک اختصار سے کام لیا جائے خود معمار دیوبندیت بانی مدرسہ دیوبند جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تو کمال ہی کر دیا۔ فرماتے ہیں ؎

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار (قصائد قاسمی ص۸)

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے تو یہی فرمایا تھا کہ

؏ دیتا وُہ ہے دلاتے یہ ہیں

یا مصنف دھاکہ کے لئے باعث تکلیف مصرعہ

؏ رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اعلیحضرت قدس سرہ نے ہر مقام پر اللہ عزوجل قادر مطلق کے ذکر کو پہلے رکھا حقیقی قوت اُس حیّ باقی کی تسلیم کی لیکن نانوتوی صاحب خود حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ آپ کے کرم سے امداد مانگ رہے ہیں ظاہر ہے کہ کرم کریم کی ایک صفت ہے نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کریم بھی مانا پھر براہ راست حضور سے نہیں بلکہ آپ کی صفت کرم سے مدد طلب کی اور وُہ بھی اس انداز سے کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی وکار۔ بتلیئے نانوتوی صاحب تو حقیقی کارساز قادر مطلق کو بھی بھول گئے۔ اب مصنف دھاکہ کی اگلی پچھلی ہر گلی بند ہو گئی۔ اب وہ اپنے امام طائفہ دہلوی کا تصور دل میں جما کر زبانِ حال سے کہے۔ ؎

نکتہ چیں ہے غم دل تجھ کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

۲:۔ علامہ توریشتی حنفی اس (حدیث) کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ کا اشارہ مایلقی الیھم من العلم و الحکمۃ کی طرف ہے۔

انما انا قاسم ای للعلم واللہ یعطی الفھم فی العلم بمعناہ والتفکر فی معناہ والعمل بمقتضاہٗ۔ (مرقات جلد ۱۔ ص۲۶)

ترجمہ:۔ میں بانٹنے والا ہوں یعنی علم اور اللہ تعالیٰ اس کا فہم اس کے معنی میں تفکر اور اس تقاضوں پر عمل عطا فرماتے ہیں۔ (دھاکہ ص۳۹)

جواب:۔ علامہ توریشتی کی متذکرہ بالا عبارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قاسم ہر نعمت ہونے کی ہرگز نفی نہیں کرتی اور خود مصنف کے پیش کردہ ترجمہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو پھر یہ لازم آئے گا جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق پر لکھ چکے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف علم و حکمت کا قاسم مانا جائے تو اللہ کو بھی صرف علم و حکمت کا معطی ماننا پڑے گا؟ حالانکہ ایسی کوئی قید نہیں۔ پھر یہ بھی بتایئے کہ رزق بشفاء، اور دنیا کی دیگر نعمتیں کیا علم و حکمت اور کتاب و سنت سے باہر ہیں۔؟ جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیءٍ۔ ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

۳:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ان الامر کلہ بید اللہ وھو المعطی لمن شاء ما شاء۔ تنقیح اللمعات جلد ۱۔ ص۲۵۴) سب اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی دینے والا ہے جسے چاہے دے اور جتنا چاہے دے۔

جواب:۔ اس عبارت پر دو طرح غور لازم ہے اوّل سب اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو اپنے ہاتھ فرمایا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ اور فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اے محبوب وُہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ ہیں حضور کا خاک پھینکنا اللہ تعالیٰ کا خاک پھینکنا ہے تو کیا اللہ کی عطا سے حضور کا رزق تقسیم فرمانا، شفا دینا، اور اللہ تعالیٰ کا نہ دینا ہوگا

حقیقتاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کو گھٹانا اللہ تعالیٰ اجل وعلا کی قدرت کو جھٹلانا ہے اور وہابیت بے دینیت کی بنیاد ہی دو باتوں پر ہے قرآن کی تکذیب انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین اس کے بغیر وہابی وہابی نہیں رہ سکتا۔ دوم وہی دینے والا ہے جسے چاہے دے اور جتنا چاہے دے۔ شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت کے ان الفاظ نے فیصلہ ہی کر دیا کہ جسے چاہے دے اور جتنا چاہے دے۔ قرآن مجید ہی میں ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اے محبوب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور فرمایا۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى۔ اور تمہیں حاجتمند پایا پھر غنی کر دیا۔ تو جس محبوب کی یہ شان ہو کہ اللہ قادر مطلق اُس سے یوں فرمائے تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ تو پھر رزق کی تقسیم شفا وغیرہ کس قطار وشمار میں ہیں اور کیا کچھ نہ دیا ہوگا۔ یہ نہیں فرمایا تمہیں حاجتمند پایا حاجت پوری کر دی نہیں بلکہ فرمایا تمہیں حاجتمند پایا پھر غنی (دولتمند) کر دیا دنیا جانتی ہے کہ دولت مند کی دولت میں غریب وفقیر ہر ضرورتمند کا حصہ ہوتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ۔ دنیا کی تمام نعمتیں قلیل ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیا وہ کثیر ہے۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ یعنی کثیر نہیں۔ اکثر نہیں بلکہ کوثر فرمایا۔ یعنی بہت ہی زیادہ اور اپنے رب جل وعلا کے فضل سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود غنی ہیں یہی شیخ محقق محدث دہلوی نے فرمایا وہی (اللہ) دینے والا ہے جسے چاہے دے اور جتنا چاہے دے۔ تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا کچھ نہ دیا ہوگا۔؟

۴:۔ کچھ محدثین کرام نے اس سے اسلامی جنگوں کے غنائم کی تقسیم مراد لی ہے۔ اس تقسیم میں بھی حضور اللہ کے حکم کے تابع ہیں یہ نہیں کہ خدا آپ کا منشی لگا ہوا ہے۔ (دھماکہ ص۳۹)

جواب:۔ کیا بہتر ہوتا کہ ان کچھ محدثین کرام کے نام اور مکمل حوالے بھی نقل کر دیئے جاتے (مگر ہوتے تو لازماً کر دیئے جاتے) بس اب کچھ ہی کا سہارا ہے اور کچھ نہیں مصنف دھماکہ کی اس برائے نام دلیل کا بھی وہی نتیجہ نکلے گا جو اس سے پہلے علمی

فیوض وبرکات کی تقسیم کی دلیل کا نکلا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض اسلامی جنگوں کے غنائم تقسیم فرماتے ہیں تو اللہ بھی (معاذ اللہ) صرف غنائم کا معطی ہوگا۔ لیکن یہ بھی خلاف واقع ہوگا۔ غنائم جنگوں سے حاصل ہوتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست دیتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے معیبت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں سے میدانِ جنگ میں حاصل کردہ مالِ غنیمت تو تقسیم فرما سکیں لیکن اپنے کریم رب العلمین کا عطا فرمودہ کچھ تقسیم نہ کر سکیں۔ مصنف دھماکہ کی یہ بات دماغی توازن کھو بیٹھنے کی علامت ہے کہ اس تقسیم میں بھی حضور اللہ کے حکم کے تابع ہیں یہ نہیں کہ خدا آپ کا منشی لگا ہوا ہے۔ معلوم نہیں کس شیطان نے اس کے دماغ میں یہ بٹھا دیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف یا مدمقابل ہیں اور دونوں میں معاذ اللہ زور آزمائی ہو رہی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشی نہیں لگا ہوا مگر مصنف دھماکہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا منشی نہیں لگا ہوا وہ کس وثوق سے اس انداز میں بولتا ہے جیسے منشی رجسٹر کھول کر بتاتا ہے کہ اس کو کچھ نہیں دیا اس کو اتنا دیا۔

۵:۔ امام بخاری حضرت ابوھریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ ما اعطیکم ولا امنعکم انا قاسم اضع حیث امرت۔ (صحیح بخاری جلد ۴ ص۱۰۳) میں نہ تمہیں دیتا ہوں نہ چھوڑتا ہوں۔ میں تو بانٹنے والا ہوں۔ وہیں رکھتا ہوں جہاں کا مجھے حکم ہوتا ہے۔

جواب:۔ یہ حدیث شریف ہمارے موقف کی زبردست تائید کر رہی ہے۔ بتایئے اس میں ہمارے خلاف کونسی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دینے کی نفی فرمائی اور اپنے بانٹنے کا اعلان فرمایا یہی سرکار اعلیحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

بہرحال اس میں کوئی بات ایسی نہیں جو ہمارے خلاف ہو اگر کچھ ہے تو وہ سو فیصد ہماری تائید وحمایت ہے۔ مصنف بے محل احادیث نقل کر کے اپنا عیب

قائم کرنا چاہتا ہے۔

۶:۔ امام مسلم نے حدیث انما انا قاسم صدقات کے سلسلے میں بھی روایت کی ہے امام نوویؒ (۶۷۶ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں معناہ ان المعطی حقیقۃ ھو اللہ ولست انا معطیا وانما انا الخازن علی ما عندی ثم اقسم ما امرت بقسمۃ علی حسب ما امرت بہ فالامور کلھا بمشیۃ اللہ تعالیٰ وتقدیرہ والانسان مصروف مربوب (شرح مسلم شریف) ص۳۳۳ کتاب الزکوٰۃ) ترجمہ۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دینے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ میں دینے والا نہیں ہوں خدا نے مجھے خازن بنایا ہے میں اسی کے حکم کے ماتحت اس کی تقسیم کرتا ہوں سب معاملے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں اس باب میں علم نبوت کے فیوض و برکات یا غنائم کی تقسیمات سے آگے گذر کر رزق کے فیصلے بھی حضور پاک کے ہاتھوں سے کراتے ہیں

(دھماکہ ص۳۶)

جواب:۔ اس حدیث شریف پر امام نووی کی شرح نے تو دیوبندیت کی ننھی سی جان کو موت کی نیند سلا دیا پہلے تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقسیم فرمانے پر ہی معترض تھا اور یہ صدا اس کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ مگر اب امام نووی کی تشریح نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خازن بتا کر اور قیامت ڈھا دی۔ بتلائیے آج تک کسی نے علم غنائم کی تقسیم کرنے والے کو خازن کہا ہے؟ خازن تو وہ ہوتا ہے جس کے پاس خزانہ ہو امام مسلم نے اگر اس حدیث کو صدقات کے سلسلہ میں نقل فرمایا ہے۔ یا یہ کتاب الزکوٰۃ میں ہے تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محض زکوٰۃ وصدقات کے قاسم ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی فقط صدقات اور زکوٰۃ کا معطی ہو اور یہ سراسر خلاف واقع ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ وصدقات تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے مسلمان دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے زکوٰۃ یا صدقات دینے یا حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے محض زکوٰۃ وصدقات کے خازن ہونے کا کیا مطلب؟ بہرحال اس حدیث پاک سے بھی اس کی باطل مراد پوری نہیں ہوتی اور اس حدیث شریف اور امام نووی کی شرح کا ایک لفظ بھی اس کی تائید نہیں کرتا اور بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قاسم ہر نعمت وخازن ہر نعمت ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور سرکار اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر یقیناً حق ہے۔

ے
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں!

کُن کا رنگ

مصنف دھماکہ اللہ تعالیٰ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشی کی پھبتی کسنے کے بعد قرآن وحدیث آئمہ ومحدثین کے اقوال اور خود اکابر علماء دیوبندی کی تصریحات کے خلاف بزعم خود اللہ تعالیٰ کا منشی بن کر بڑی ڈھٹائی اور سینہ زوری سے لکھتا ہے مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، اولاد دینا شفاء دینا یہ اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے کیونکہ معاذ اللہ بزعم خود یہ اللہ تعالیٰ کا منشی ہے اور یہ اس کے رجسٹر میں نہیں لکھا) اس لئے وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر یا اپنے قطب عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی آنکھوں میں اترنے والے موتیا سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن وحدیث سے منہ موڑ کر وہ سب کچھ کہہ رہا ہے جس کا قرآن وحدیث میں کہیں نام ونشان نہیں۔ مثلاً ص۳۴ پر ہے رزق دینا۔ اولاد دینا شفاء دینا۔ زندگی دینا اور ص۳۸ پر ہے بریلوی مذہب میں مارنا زندہ کرنا۔ رزق دینا اولاد دینا۔ شفاء دینا وغیرہ یہ سب خدائی قدرتیں ہیں اور کن فیکون کے سب اختیارات بعطائے الٰہی حضور پاک۔ بلکہ حضرت غوث پاک کو بھی حاصل ہیں۔ اس میں سے ہم بعطائے الٰہی شفاء دینا اور زندہ کرنا و مارنا۔ قضاء مبرم کے اختیارات پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ رزق دینا۔ اولاد دینا۔ زندگی دینا وغیرہ امور پر مزید گفتگو کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیارات کسی کو عطا فرمائے ہیں یا نہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے ع کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں۔ مصنف

دھماکہ کی صـ۳۲ پر نقل کردہ الاستمداد صـ۲۱ کی عبارت میں صرف دو سطر پہلے ہے۔ "یہی خاص رنگ کُن ہے" جاننا چاہیئے کُن کی قدرتیں اور چیز ہے۔ کُن کے اختیارات یا کُن کا رنگ اور چیز ہے۔ سیدنا اعلیحضرت اور آپ کے صاحبزادہ والا جاہ نے کُن کا رنگ تحریر فرمایا ہے۔ یا سرکار غوث اعظم قدس سرہٗ کی مدح میں یہ ملتا ہے تجھے سب کُن مکن حاصل ہے یا غوث یہاں بھی حاصل ہوتا ہے کُن کی قدرتیں لامتناہی مراد نہیں ہیں جو صرف اللہ عزوجل کی شان ہے۔ اور زندہ کرنا۔ مارنا۔ رزق دینا۔ اولاد دینا شفاء دینا۔ زندگی دینا۔ بلاشبہ یہ تمام قدرتیں حقیقی طور پر اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں لیکن اگر اللہ عزوجل خود اُن کے بعض اختیارات حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام یا اپنے محبوبوں کو دے دے تو اس میں کس کا چارہ ہے اور اس قادر مطلق کو کون روکنے اور نہ دینے پر پابند کرنے والا ہے، یہاں اس تفریق کو لازماً مدنظر رکھنا پڑے گا کہ اللہ عزوجل کے لئے تمام قدرتیں حقیقی طور پر ہیں اور اس کی یہ شانیں ازلی و ابدی ہیں۔ لیکن انبیاء و رسل علیہم السلام و دیگر محبوبان خدا کو اس قادر مطلق جل علا کی عطا سے مجازی طور پر حاصل ہیں ازلی و ابدی نہیں اور اللہ تعالیٰ جیسی اور اللہ تعالیٰ جتنی نہیں اگر کوئی ذاتی و عطائی حقیقی و مجازی کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے گا اور اس پر ایمان نہ لائے گا تو کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پائے گا اور صرف اس ایک بات کو تسلیم کرنے سے سیکڑوں مسائل اختلافیہ کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔

مارنا:۔ دیکھئے مارنا اللہ تعالیٰ کی شان ہے خود فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ۔ یعنی اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو مگر خود ہی فرماتا ہے قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ۔ فرمایا تمہیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ نیز فرمایا تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔ موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔ دیکھئے یہاں اللہ عزوجل خود قرآن عظیم میں فرما رہا ہے کہ موت فرشتہ دیتا ہے اور موت دی ہمارے رسولوں نے خود مصنف دھماکہ لکھتا ہے کہ امت کو مار ڈالا کا فرنا بنا کر۔

گویا اس کے نزدیک اعلیحضرت کو مارنے کے اختیار بھی حاصل ہیں۔ اولاد دینا پیدا کرنا حقیقی صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ خود فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ (پ۲۴)، نیز فرمایا۔ اَللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا۔ (پ۱۴)، لیکن اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے۔ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ جبریل نے مریم سے کہا میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا۔

مددگار ہونا:۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے وہی حقیقی مددگار اور کارساز ہے قرآن عظیم میں ہے۔ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِىٍّ۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔ نیز سورۃ فاتحہ میں فرمایا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے کو مددگار فرماتا ہے لیکن خود ہی فرماتا ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ رسول اور نیک بندوں کو بھی مدد فرمانے والا فرما رہا ہے اور فرماتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔ یہاں اللہ عزوجل نے سیدنا جبریل علیہ السلام اور نیک بندوں کو مددگار فرمایا۔

رزق دینا حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی شان ہے خود فرماتا ہے۔ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ الخ۔ اے نبی ان کافروں سے فرما دو کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے۔ لیکن خود ہی اللہ فرماتا ہے۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمہاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انہیں ان میں سے رزق دو اور کپڑے

پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔ نیز فرماتا ہے۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انہیں ان میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ ان آیات میں خود اللہ تعالیٰ بندوں کو کہتا ہے تم رزق دو۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا۔ جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا۔ ابوداؤد الحاکم بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قاسم ہر نعمت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں اصبروا وابشروا فانی قد بارکت علی صاعکم ومدکم۔ صبر کرو اور شاد ہو کہ بے شک میں نے تمہارے رزق کے پیمانوں پر برکت دی ہے (اسندہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تدبیر کرنا

قرآن مجید میں ہے۔ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی اب کہہ دیں گے کہ اللہ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے صفت اللہ کی ہے کافر و مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں اگر ان سے پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے۔ لیکن خود ہی فرماتا ہے۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔ قسم ان فرشتوں کی تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔ معالم التنزیل شریف میں ہے۔ قال ابن عباس هم الملئكة وكلوا بامور عرفهم الله تعالى العمل بها قال عبد الرحمن بن سابط يدبر الامر فى الدنيا اربعة جبريل و ميكائيل وملك الموت واسرافيل عليهم الصلوة والسلام فاما جبريل فموكل بالرياح والجنود واما ميكائيل فموكل بالقطر والنبات واما ملك الموت فموكل بقبض الانفس واما اسرافيل فهو ينزل بالامر عليهم۔ یعنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ مدبرات الامر ملائکہ

ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کیے گئے جن کی کاروائی اللہ عزّ وجلّ نے انہیں تعلیم فرمائی عبد الرحمان بن سابط نے فرمایا دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبرئیل میکائیل۔ عزرائیل۔ اسرافیل علیہم الصلوۃ والسلام جبرائیل تو ہواؤں پر اور لشکروں پر موکل ہیں کہ ہوائیں چلانا لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کے تعلق میں ہے) اور میکائیل باران و روئیدگی پر مقرر ہیں کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں اور عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں اور اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں علیہم الصلوۃ والسلام اجمعین۔ اللہ اکبر قرآن عظیم وہابیوں پر ایک سے ایک سخت آفت ڈالتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہماری اس جامع تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اللہ عزّ وجلّ نے اپنے محبوبوں کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اور وہ اپنے رب کے فضل و کرم سے اور عطا سے زندہ کرنا، شفا دینا، رزق میں برکت دینا اولاد دینا وغیرہ کے اختیارات رکھتے ہیں اور جو کمالات تمام انبیاء و رسل و ملائکہ و صحابہ و اولیاء (علیہم السلام و رضی اللہ عنہم و قدست اسرارھم) میں ہیں، سارے جہاں کے سارے کمالات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں دارند تو تنہا داری

اور بانی مدرسہ دیوبندی مولوی خورشید حسین عرف محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار (قصائد قاسمی ص)

اب مصنف دعماکہ بتائے کہ قرآن مجید کی روشنی میں زندہ کرنے اور شفا دینے کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اولاد دینے کی نسبت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف رزق دینے کی نسبت حضور علیہ السلام اور دیگر مسلمانوں کی طرف مارنے کی نسبت ملک الموت اور فرشتوں کی طرف، مدد گار ہونے کی نسبت رسول اور جبریل اور خواص مسلمانوں کی طرف ہے یا نہیں اگر آپ کہیں نہیں تو آپ نے قرآن عظیم کو جھٹلایا اور اگر کہیں ہے تو یہ بتایا جائے کہ حقیقی ہے یا مجازی ذاتی ہے یا عطائی؟ اب جو

جواب تمہارا وہ ہمارا

صبر اس پر اس ہماری حسرت دیدار کا
بند جس نے کر دیا روزن تیری دیوار کا

اور پھر زندہ کرنے۔ شفا دینے۔ قضا دبرم پہ اختیار رکھنے کی قدرتیں تو مصنف دھاکہ کے اکابر اپنے علماء میں مانتے ہیں جیسا کہ مرثیہ گنگوہی اور ارواح ثلاثہ سے گذرا لیکن مصنف دھاکہ کو انکار تو غوث پاک قدس سرہ کی ذات کے مردے زندہ کرنے اور شفا دینے کا ہے لیکن ہم گھر تک پہنچا کر دم لیں گے۔

سرکار غوث اعظمؒ کا مرغی کو زندہ کرنا اور بیمار بچے کو شفا دینا

دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جمال الاولیاء صہ۲۴ پر لکھتے ہیں علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں بیان کیا ہے...... شیخ عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) کی حکایت لکھی ہے کہ "آپ نے گوشت کھا لینے کے بعد مرغ کی ہڈیوں کو فرمایا اس خدا کی اجازت سے اٹھ کھڑی ہو جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتے ہیں تو مرغ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بیماریوں سے تندرست کر دینا جیسا کہ حضرت سری سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے جو اُن سے ایک پہاڑ پر ملے تھے کہ وہ اپاہج اور اندھوں اور دوسرے بیماروں کو تندرست کر دیا کرتے اور جیسے کہ شیخ عبدالقادر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض فالج زدہ اندھے اور کوڑھی بچے کو فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جا وُہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

(جمال الاولیاء صہ۲۴)

مُردہ زندہ کرنے کے متعدد واقعات

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جمال الاولیاء میں۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ

میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

ا:۔ مردوں کو زندہ کرنا اور دلیل میں ابو عبیدہ بصری کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اُن کی سواری کو زندہ فرما دیں اور حق تعالیٰ نے (اس کو ان کی دعا سے) زندہ فرمایا تھا اور مفرج دیامیمی کا قصہ ذکر کیا ہے انہوں نے بھنے ہوئے پرندوں کے بچوں کو فرمایا تھا اڑ جاؤ تو وہ اڑ گئے تھے۔ اور شیخ ابدال کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ اُن کے پاس آگئی... شیخ ابو یوسف دھمانی کا واقعہ کہ آپ ایک مردہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے اُٹھ تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر عرصہ دراز تک زندہ رہا۔ اور شیخ زین الدین فاروقی شافعی مدرس شامیہ کا قصہ بھی لکھا ہے جس کے متعلق علامہ سبکی یہ کہتے ہیں کہ میں نے اس قصے کو اُن کے صاحبزادہ (اللہ تعالیٰ) کے دوست شیخ فتح الدین یحییٰ سے سنا ہے اور اُن کے گھر میں ایک چھوٹا سا بچہ چھت سے گرا اور مر گیا تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ (جمال الاولیاء صہ۲۳)

اب مصنف دھاکہ اپنے شیخ نجدی کی روح سے کہے۔

سقیاں خانۂ نجدیہ نمودند خراب
شیخ نجدی مدد ے نائب... المدد ے

مصنف دھاکہ کی عجیب حالت ہے وہ قرآن وحدیث وتفسیر اولیاء وآئمہ کے اقوال اور اپنے اکابر کے احوال سے منہ موڑ کر بے خبری کے عالم میں کہہ رہا ہے۔

"بریلوی مذہب میں مارنا۔ زندہ کرنا۔ رزق دینا۔ اولاد دینا۔ شفاء دینا سب خدائی حقیں ہیں۔ اور کن فیکون کے سب اختیارات بعطائے الٰہی حضور پاک بلکہ حضرت غوث پاک کو بھی حاصل ہیں (دھاکہ صہ۲۹) معاذ اللہ گویا نہ قرآن وحدیث کی بات صحیح ہے نہ اکابر آئمہ واولیاء کی صحیح ہے نہ اکابر علماء دیوبند صحیح کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور

یہ صاحب اللہ تعالیٰ کے خاص منشی لگے ہوئے ہیں اور اس نے اپنے کھاتوں میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

؎ حسن اور اس پہ حسنِ ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

اولاد دینا۔ شفاء دینا۔ رزق دینا وغیرہ کی نسبت انبیاء و رسل علیہم السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہٗ کی طرف تو ناجائز ہے شرک بھی اور کفر بھی لیکن جہاں اپنے قطب عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا معاملہ آیا مصنف کس شمار و قطار میں خود شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی پکار اٹھتے ہیں

؎ حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

ان کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی دین و دنیا کی روحانی اور جسمانی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ رزق دینا۔ اولاد دینا۔ شفاء دینا وغیرہ کیا دین و دنیا کی روحانی اور جسمانی حاجتوں اور ضرورتوں سے باہر ہیں؟ جب یہ سب کمالات مولوی رشید احمد گنگوہی میں ہو سکتے ہیں تو کیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی نہیں ہو سکتے ہیں مصنف دھماکہ کے اس لایعنی موقف پر کون سی شرعی دلیل ہے۔ ممکن ہے مصنف دھماکہ یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرے کہ مجھے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور محمود الحسن صاحب سے کیا سروکار تو آئیے امام طائفہ مولوی اسماعیل دہلوی صدر اللہ شرک ساز کمپنی کی سنئیے وہ کیا فرماتے ہیں۔ "یہ بلند منصب والے تمام عالم میں تصرف کے مختار مطلق ہوتے ہیں اور انہیں کہنا پہنچتا ہے کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔" (صراط مستقیم صد ۱۴۶)

اب مصنف دھماکہ بتائے کہ جو بلند منصب والے عالم میں تصرف کے مختار مطلق ہوں اور جن کی عرش سے فرش تک حکومت ہو انہیں شفاء دینا۔ اولاد دینا۔ رزق دینا بعطائے الٰہی کیا مشکل ہے؟

حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب

مصنف دھماکہ صد ۳۹ پر بہ عنوان جماکر صد ۴۰

پر سوانح حیات اعلیٰحضرت بریلوی صد ۱۳۲ سے لیکر حوالہ نقل کرتا ہے کہ حضرت غوث پاک) ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا اور سننے والے کچھ پریشان ہونے لگے آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سنا رہا ہوں اور تو پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے لکھا ہے آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت سے بارش ہوتی ہی مگر مسجد میں ایک قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا"

یہ واقعہ نقل کر کے پیری مریدی کے خلاف زبان درازی کرتا ہوا لکھتا ہے یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں حالانکہ مصنف دھماکہ کا حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب کی سرخی جمانا ہی حماقت ہے وہ درجہ محبوب کو کیا جانے کہ وہ محبوب سبحانی ہیں اور پھر رعب کیسا جبکہ یہ لکھا ہے کہ اپنے رب سے عرض کیا جب رب اور عرض ہے تو رعب کون سے جملہ سے ثابت ہو گا۔ رعب ڈالنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے یا حکم دیا جاتا ہے۔ اگر عبادت میں یہ ہوتا کہ آپ نے (معاذ اللہ) رب کو حکم دیا جب تو واقعی قابلِ اعتراض تھا یہ مصنف دھماکہ کا عناد اور بے ایمانی ہے جو اسے چین نہیں لینے دیتی اور ہر صحیح بات کو الٹا کر کے پیش کرتا ہے۔ اس واقعہ میں چونکہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان کرامت ہے اس لئے اس کو یہ ایک آنکھ نہ بھائی اور اعتراض کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر لیا۔ لیکن اُسے کیا خبر کہ یہ کرامت تو دیوبندی اپنے مولوی میں بھی مانتے ہیں ملاحظہ ہو شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۶۱ (حضرت مولانا حسین احمد) ٹانڈوی اور میاں سید بشیر الدین

صاحب حضرت مولانا ٹانڈوی کی سسرال قتال پور ضلع اعظم گڑھ جا رہے تھے تینوں آدمی گھوڑے پر سوار تھے گرمی کی شدت سے پریشان تھے میں نے حضرت مولانا ٹانڈوی سے عرض کیا کہ دھوپ کی شدت سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت مولانا خاموش رہے تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہم لوگوں پر سایہ فگن ہو گیا اور نہایت آرام سے ہم لوگ چلنے لگے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ دور سے پانی آرہا ہے میں نے حضرت مولانا ٹانڈوی سے عرض کیا کہ حضرت دھوپ ہی اچھی تھی اب بھیگے ہوئے سسرال پہنچیں گے حضرت مولانا پھر خاموش رہے یہاں تک کہ پانی سر پر آگیا لیکن خدا کی قدرت ہر چہار طرف پانی برس رہا تھا گھوڑے پانی پر چل رہے تھے۔ ہم لوگوں پر پانی کا قطرہ تک نہیں پڑ رہا تھا۔

بتائیے صاحب یہی بات حضرت غوث پاک قدس سرہ کے لئے تمسخر کا باعث تھی۔ ناممکن الوقوع تھی۔ مریدوں کی تصنیف تھی لیکن ٹانڈوی صاحب کا نمبر آیا تو عین ایمان بن گئی۔ مصنف دھاکہ میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں کہ مولانا ٹانڈوی کے واقعہ کو غلط اور مریدوں کی تصنیف قرار دے۔

کاش مصنف دھاکہ اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کی الافاضات الیومیہ جلد چہارم کا صفحہ ۱۱۹ دیکھا ہوتا تو غوث اعظم کی اس کرامت پر اعتراض نہ کرتا تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ ایک بدوی نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پاک پر عرض کیا کہ آپ نبی ہیں اور امت پر شفیق ہیں اگر یہ صحیح ہے ہمارے ہاں خشک سالی ہے بالکل بارش نہیں آپ دعا فرمادیں اگر بارش ہو گئی تو مشکیزہ گھی آپ کی نذر کروں گا۔ جب وہ مسجد نبوی سے باہر گیا تو گاؤں قریب تھا اس نے دیکھا کہ بدلی کا ایک ٹکڑا اس بستی کی طرف چھایا ہوا ہے اور بارش ہو رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ دیکھتے ہیں اب مصنف دھاکہ اپنے حکیم الامت پر کیا عتاب نازل فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا عقیدہ توحید

اس عنوان کے تحت

مصنف دھاکہ نے الفتح الربانی مجلس ۶۱ ص ۹۵ فتوح الغیب صفحہ ندارد فتوح الغیب مقالہ ۱۷ صفحہ ندارد سے چند باتیں کی ہیں مثلاً مخلوق کالعدم ہے۔ ان کے ہاتھ میں ہلاکت ہے نہ سلطنت ہے ان کے قبضے میں دولتمندی ہے نہ مفلسی نقصان نہ نفع اُن کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کے نہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحب اختیار اس کے سوا لینے دینے والا کوئی نہیں، فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا اس کے سوا نہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے فتوح الغیب کی بقیہ صفحہ کی عبارات بھی اس قسم کی ہیں بلاشبہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں اللہ تعالیٰ حقیقی مالک و قادر مطلق ہے ان ہی عطا کا انکار نہیں۔ مجازی و عطائی اختیارات حاصل ہونے کے دلائل ہم گذشتہ اوراق پر مفصل نقل کر آئے ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔ اگر مصنف ذاتی و حقیقی اور مجازی و عطائی کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے گا تو قرآن مجید و حدیث شریف کے روشن ارشادات کی تکذیب کرے گا۔ جہاں بھی کسی اختیار کی نفی ہوگی وہ یا تو اس بزرگ کی کسر نفسی پر محمول کی جائے گی یا حقیقی اختیارات کی نفی ہوگی اور ہرگز عطائی و مجازی کی نفی نہ ہوگی اور پھر موخر الذکر فتوح الغیب کی عبارات میں صفحات کے حوالے بھی نہیں ہیں جس سے اس کی لاعلمی واضح ہے معلوم نہیں سُنی سُنائی باتوں پر یقین کر کے ہاتھ کی صفائی دکھائی گئی ہے۔

جوڑ توڑ کی انتہا

بانی مدرسہ دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی صاحب بچپن میں جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتے تھے (سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۱۹۰) یہ اسی جوڑ توڑ کا فیض ہے کہ مصنف دھاکہ جوڑ توڑ کے بغیر بات ہی نہیں کرتا اور کچھ نہیں تو دھاکہ صفحہ ۱۱ پر بریلویوں کی عیدۃ رسول سے ناگوار کا عنوان جما کر آگے اور پیچھے سے عبارت کو چٹ کر کے امام اہلسنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰحضرت

قدس سرہ کے سر یہ تھوپ دیا کہ اس (عبدہ ورسولہ) سے مجھے ایسی ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینے سے پیٹھ کو نکل گیا"۔ ملفوظات ہذ صہ۲۴ دھماکہ صہ۱۴ تعجب ہے کہ یہ لوگ رضا کے نیزہ کی مار کا جواب جھاڑ کی سیخ سے دینا چاہتے ہیں۔ یہ دھوکہ ہے یا دھماکہ ہے۔ مصنف دھماکہ کا مقصد اگر جوڑ توڑ اور بے ایمانی نہ ہوتا تو وہ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے اس مضمون کو اوّل تا آخر اچھی طرح دیکھ سکتا تھا مگر اس کا مقصد دھوکے سے دھماکہ کرنا تھا۔ اس لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے ذمّہ یہ تھوپ دیا کہ آپ کو (عبدہ ورسولہ) سے ناگواری ہوتی تھی۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے اور ملفوظات حصہ چہارم کے صہ۲۴ پر اس طرح مذکور ہے کہ "حضور یعنی اعلیٰحضرت ایک صاحب کی طرف متوجہ ہو کر حکم مسئلہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اور صاحب نے یہ موقع قدمبوسی سے فیضیاب ہونے کا اچھا سمجھا قدم بوس ہوئے فوراً (اعلیٰحضرت) کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا اس طرح میرے قلب کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کون مسلمان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سنے تو سجدہ کرنے اور سر جھکانے کو اس کا دل نہ چاہے واللہ العظیم اگر سجدہ کیا تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں گے راضی نہ ہوں گے : ، ، فرمایا گیا تمہارا دین ہے۔ اشہد ان محمد اعبدہ ورسولہ۔ عبد پہلے اور رسول بعد کو احادیث میں کس قدر تاکید کے ساتھ سجدہ کی ممانعت فرمائی گئی ، ، الخ پھر آخر میں اعلیٰحضرت اس قدم بوسی کرنے والے کو فرماتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں کہ اس (قدمبوسی) سے مجھے ایسی ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینے سے پیٹھ کو نکل گیا۔ اعلیٰحضرت تو فرماتے ہیں مجھے اپنی قدمبوسی ایسی ناگواری ہوتی ہے لیکن مصنف دھماکہ اپنے جوڑ توڑ سے یہ تاثر دیتا ہے کہ اعلیٰحضرت کو عبدہٗ ورسولہ سے ایسی ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینہ سے پیٹھ کو نکل گیا۔ ایک غلط بات اعلیٰحضرت کی طرف منسوب کرنا اور پھر ڈھٹائی سے اس کا ردو کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔ باقی رہے اس کے ذیلی سوالات تو وہ اس جوڑ توڑ کے آشکار

ہونے کے بعد خود بخود ختم ہو گئے۔ لیکن اس پہ پھر کچھ عرض کیا جاتا ہے مصنف دھماکہ لکھتا ہے "بریلوی نماز میں جب (عبدہ ورسولہ) پڑھتے ہیں تو انہیں سخت ناگواری ہوتی ہے مگر اس لئے پڑھتے چلے جاتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ بریلویوں نے نماز بدل دی ہے"۔ دھماکہ صہ۱۴ معلوم نہیں مصنف دھماکہ نے کبھی نماز پڑھی بھی ہے یا نہیں۔ کیا نماز میں عبدہ ورسولہ زور کے ساتھ پڑھا جاتا ہے؟ جب التحیات میں آہستہ پڑھا جاتا ہے تو پھر اگر معاذ اللہ بدلنا ہوتا تو بدل بھی سکتے تھے کوئی یہ نہ کہے کہ یہ مطلب؟ جب کسی نے سنا ہی نہ ہو تو کوئی کہے گا کیا؟ اور کسی کے کہنے کا بھی کیا ڈر حق بات کا معاملہ تھا تو بریلویوں نے حفظ الایمان۔ تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ کی گستاخانہ کفریہ عبارات پر ان کے مصنفین کو برملا مرتد قرار دیا اور کسی کے یوں کہنے کی پرواہ نہ کی اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس معاملہ میں بھی کسی کے کہنے کی پرواہ نہ کرتے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ اعلیٰحضرت نے لکھا ہے تمہارا دین یہ ہے تو اس سے پہلے یہ ہے کہ فرمایا گیا تو اعلیٰحضرت کے یہ اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ اعلیٰحضرت تو قرآن و احادیث کے مفہوم کی تصریح فرما رہے ہیں کہ فرمایا گیا تمہارا دین یہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ بتایئے اس میں کیا اعتراض ہے؟ اور کوئی یہ نہ کہے کا کیا مطلب جب اعلیٰحضرت قدس سرہ علی الاعلان فرما رہے ہیں۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

دراصل مصنف دھماکہ کو یہ بات اس لئے کھٹکی کہ اعلیٰحضرت نے قدمبوسی کو پسند نہ فرمایا لیکن بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اپنی قدمبوسی و دست بوسی کراتے تھے ملاحظہ ہو: "ان مولوی (قاسم نانوتوی) کی دست بوسی اور قدم بوسی کے واسطے ہاتھ اور پیر کی نزاکت اور خوبصورتی کافی تھی وہ کچھ ایسے موزوں اور دلکش تھے کہ بے اختیار بوسہ دینے کو جی چاہتا تھا۔ (سوانح قاسمی جلد اوّل صہ۱۵۵)

★

جملہ فرائض فروع

مصنف دھماکہ صہ۷۸ پر لکھتا ہے بریلوی مذہب میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے فرائض کو فروعات قرار دیا گیا ہے: . . . مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

ے ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اب مصنف دھماکہ اتنی لیاقت کہاں سے لائے جو اس شعر کو سمجھے جو اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرائض تھمان رہے ہیں جبھی تو فرمایا ثابت ہوا کہ جملہ فرائض اور اگر وہ فروع ہیں تو حبیب خدا شہ ہر دو سرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وشان کے سامنے ہیں جیسا کہ اس شعر سے پہلے کے دو اشعار میں ہے۔

ے مولیٰ علی نے واردی تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند شریف پر اپنی نماز عصر قربان کردی خیبر سے واپسی پر منزل صہبا پر یہ واقعہ پیش آیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولیٰ علی کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ آنکھ سے دیکھتے رہے وقت جاتا رہا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور آفتاب غروب ہو گیا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور ڈوبا ہوا سورج واپس فرمایا اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت علی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام پر اپنی نماز قربان کردی۔ تو گویا یہ فرائض عظمت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فروع ہیں۔ کیونکہ یہیں نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ تو آپ ہی کے صدقہ میں

حاصل ہیں۔ نماز روزہ حج وزکوٰۃ اصل ہیں اور تعظیم وادب واحترام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اصل الاصول اگر مصنف دھماکہ اس کا انکار کرتا ہے تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک عظیم الشان معجزہ شریف سورج کو واپس لوٹانے کا انکار کرتا ہے۔ حضرت مولیٰ علی نے تو فرض نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نیند پر قربان کردی اور صدیق اکبر عتیق اطہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار ثور میں اپنی جان قربان کردی حالانکہ جان بچانا بھی فرض تھا۔ لیکن اس خیال سے غار کے سوراخ سے پاؤں نہ ہٹایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آئے۔ تو سانپ نے کاٹ لیا۔ تو ثابت ہوا فرض نماز ہو یا جان کی حفاظت کا فرض وہ عظمت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فروع ہے اور آپ کی تعظیم اصل الاصول ہے۔ یہی اس شعر کا مطلب ہے۔ اگر یہ غلط ہے (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اصل الاصول نہیں تو مصنف دھماکہ بتائے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر کیوں قربان کی؟ (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز عصر قربان کرکے مصنف دھماکہ کے نزدیک گنہ گار ہوئے یا نہیں؟

کہیں گنہ گار ہوئے تو اس کا ثبوت۔؟ اگر کہیں نہیں تو

ے ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

دیوبندی مذہب میں

مذہب کی اہمیت

نانوتوی صاحب کے حکم سے روزہ توڑ دیا ۔ حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی حضرت

نانوتوی دیانی مدرسہ دیوبند کے خلاف نہیں کیا ایک دن چھتہ کی مسجد میں حاضر ہوا حضرت احاطہ مسجد میں بھولے بھنے تناول فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ آئیے۔ میں نے عرض کیا حضرت میرا تو روزہ ہے تھوڑی دیر تامل کر کے پھر یہی فرمایا کہ آئیے مولانا میں فوراً بلا تامل کھانے بیٹھ گیا حالانکہ عصر کی نماز ہو چکی تھی افطار کا وقت قریب تھا حضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے زائد آپ کو ثواب عطا فرمائے گا۔ جتنا کہ روزہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مجھے اس افطار کے بعد کچھ ایسی کیفیات و لذات محسوس ہوئیں کہ میں نے کبھی صوم میں بھی نہیں دیکھی تھی۔" (ارواح ثلاثہ ص۲۱۵ حکایت ۲۲۲)

شراب پی لیا کرو بے وضو نماز پڑھ لیا کرو

"خانصاحب نے کہا کہ میرے سے وضو نہیں ہوتی اور نہ یہ دو بری عادتیں چھوٹتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو اس پر اس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو ہی پڑھ لیا کروں گا۔" (ارواح ثلاثہ ص۲۳۷)

پھر بے وضو نماز کا حکم

"ایسے ہی ایک مرتبہ گڑھی پختہ تشریف لے گئے ایک خان صاحب سے نماز کے لئے کہا انہوں نے جواب دیا کہ مجھے داڑھی چڑھانے کی عادت ہے اور وضو سے یہ اتر جاتی ہے آپ نے فرمایا بے وضو نماز پڑھ لیا کرو۔" ارواح ثلاثہ ص۲۳۸ حکایت ۱۹۲)

یہ ہے دیوبندیوں وہابیوں کے ہاں روزہ کی اہمیت کہ نانوتوی صاحب کے حکم سے روزہ توڑ کر کہا کہ کبھی صوم میں بھی اتنی کیفیات اور لذات محسوس نہ ہوئی تھیں۔ نانوتوی صاحب کو بتا دیا گیا کہ وہ روزہ سے ہیں پھر بھی روزہ توڑنے پر اصرار کیا اور یہ ہے دیوبندی علماء کی نظر میں نماز کی اہمیت کہ جس کو دل چاہے بے وضو نماز پڑھنے کے احکام صادر فرما دیئے۔

باقی رہا مصنف دھماکہ کا یہ کہنا کہ اسلام میں بندگی اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی وہی عبادت کے لائق ہے تو عرض ہے یہ اس وقت لازم آئے گا جب بندگی

سے مراد عبادت لی جائے۔ بندگی کا معنی عبادت کے علاوہ آداب۔ انکسار۔ خدمت۔ غلامی۔ سلام کے بھی ہیں ملاحظہ ہو فیروز اللغات ص۲۲۹۔ کیا فیروز اللغات کا مرتب ہندو تھا۔؟ مصنف دھماکہ نے یہ بھی کہا ہے ان کی مساجد نمازیوں سے خالی ہوتی ہیں کسی شہر میں جا کر ان کی مسجدوں اور عام مسلمانوں کی مسجدوں کا تقابلی نقشہ کر لیں۔ تقابلی مشاہدہ دوسرا کون کرے۔؟ آپ خود ہی تیاری کریں۔ اور ہمیں اطلاع دیں کہ کس شہر میں چل کر یہ تقابلی مشاہدہ ہو؟

ستم کوری وہابی رافضی کی
کہ ہندو تک قائل ہے یا غوث

پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ہندو کلمہ اسلام نہیں پڑھتے۔ نہ حضور پاک کو رسول برحق تسلیم کرتے ایسے کسی شخص کے حضرت غوث پاک کے ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الخ دھماکہ ص۲۳۱)

اعلیحضرت بھی اسلام کا کلمہ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق نہ ماننے والے کو ہندو ہی کہہ رہے ہیں۔ مسلمان تو قرار نہیں دے رہے۔ باقی قائل ہونا تو ہندو کمالات کا تو قائل ہے۔ وہابی رافضی کمالات کا بھی منکر ہے۔ ایک غیر مسلم تو کمالات پر یقین رکھے اور ایک اسلام کا نام نہاد دعویدار کمالات کا انکار کرے تو یہی کہا جائے گا کہ ہندو تک تو قائل ہے یا غوث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ علیحدہ بات ہے کہ توحید و رسالت پر ایمان لائے بغیر حضور غوث پاک کا قائل ہونا اس کے کام نہ آوے گا۔

جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

مصنف دھماکہ نے ص۲۳۴ پر اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر نقل کر کے اس پر جاہلانہ تبصرہ کیا ہے۔

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

اس شعر میں مصنف دھماکہ کو مصرعہ ثانی کے لفظ جنم کے بچھڑے اور گلے ملے تھے پر اعتراض ہے۔ اس نے جنم کو ہندوازم کہا اور ساتھ ہی فرقہ مجسمہ کا اعتقاد قرار دیا ہے۔ حالانکہ مؤلف دھماکہ کے اعتراض اور خود ساختہ تشریح کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اگر مؤلف دھماکہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار کو سمجھے بغیر تبصرہ کرتا ہے تو یہ اس کی جہالت و حماقت ہے۔ اور اگر وہ اعلیحضرت کے صحیح اشعار کو قصداً غلط مفہوم پہناتا ہے تو یہ اس کی بے ایمانی و بددیانتی ہے۔ زیر بحث شعر میں نہ رب العزت کی طرف لفظ جنم کی نسبت ہے نہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ خدا و مصطفٰے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے گلے ملنے کا بیان ہے اس لئے کہ۔

"جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے"

کا قائل خدا و مصطفٰے نہیں بلکہ "وصل و فرقت" ہیں یعنی۔

؎ عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

کیوں بتلایئے کہ اس میں جب خدا و مصطفٰے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر اقدس ہوا ہی نہیں تو خدا تعالیٰ کی طرف لفظ جنم کی نسبت اور خدا و مصطفٰے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کا گلے ملنا کہاں سے ثابت ہو گیا۔ اعلیحضرت نے جو فرمایا ہے مؤلف دھماکہ وہ سمجھا نہیں اور اس نے جو افتراء کیا ہے اعلیحضرت نے وہ کہا نہیں۔ دیوبندیو! کیا اس بل بوتے پر اعلیحضرت پر تنقید کرنے نکلے ہو پہلے کلام اعلیحضرت سمجھنے کی لیاقت حاصل کرو۔ پھر ادھر کا رخ کرنا۔ خواہ مخواہ اپنی مٹی پلید کرا رہے ہو

تعجب ہے کہ یہاں تو دیوبندی بلاوجہ اعلیحضرت کے مخالف ہیں لیکن بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کو کیا کہیئے وہ فرماتے ہیں گویا "میں اللہ جل شانہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں" (سوانح قاسمی صـ ۳۳۲ جلد ۱)

اب ایسے خوابوں کا کیا کیجیئے جو اللہ تعالیٰ کی گود میں جا بیٹھتے ہیں۔

خبر خداوندی میں جھوٹ کا افتراء

مجدد دین و ملت اعلیحضرت عظیم البرکت قدس سرہ

کے ملفوظات حصہ چہارم سے مصنف دھماکہ نے صـ ۴ پر اپنی روایتی جعلسازی سے ایک عبارت آگے پیچھے سے کاٹ کر پیش کی ہے اور خبر خداوندی میں جھوٹ کا عنوان دے کر پیش کیا ہے۔ اس کی خیانت ظاہر کرنے کے لئے پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔ فیصلہ اہل علم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ محال بالذات اور بالغیر کا فرق بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں "وجہ استحالہ بیان کرنے سے شے محال بالغیر نہیں ہو جاتی۔ اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہو گی یا نہ ہو گی اس کا خلاف ممکن ہے یا محال ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے تو محال بالغیر ہو گا اب وہ غیر کیا ہے جس کے سبب سے یہ محال ہوا وہ کذب الٰہی ہے۔ لازم آئے گا کہ کذب الٰہی محال بالذات ہو ورنہ محال بالغیر تو ممکن بالذات ہوتا ہے اور ممکن بالذات پر کوئی شے موقوف ہونے سے محال بالغیر نہیں ہو جاتی پھر فرمایا : : : : : : :

جب اخبار الٰہی میں کذب ممکن ہوا تو اعتقاد ثابت و جازم غیر متزلزل کہاں سے آئے گا؟ پھر تو ہر بات میں یہ رہے گا کہ ممکن ہے جھوٹ کہہ دیا ہو تو نہ دین رہا نہ قرآن نہ اسلام رہا نہ ایمان۔ ملفوظات اعلیحضرت حصہ چہارم۔ یہ مصنف دھماکہ کی بے ایمانی ہے کہ اس نے اس نظریہ کو اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے ذمہ لگا دیا گیا جس کا آپ رد فرما رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جب اخبار (جمع ہے خبر) الٰہی میں کذب ممکن ہوا : : : : نہ دین رہا نہ قرآن رہا نہ اسلام رہا نہ ایمان۔ مگر مصنف دھماکہ کی حالت یہ ہے

؎ الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان بغض
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

مصنف دھماکہ نے ملفوظات حصہ دوم صـ ۲۲۰ کے حوالہ سے بھی ایک عبارت

نقل کی ہے کہ "الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر جواد سے بڑھکر جواد" مصنف دھماکہ نے صرف اتنے الفاظ ہی نقل کئے ہیں آگے یوں ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں جس قدر برکات ہیں مولیٰ عزوجل نے سب اعلیٰ درجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں۔ اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضرور یہ بھی عطا فرماتا الخ اعلٰحضرت کی اس عبارت کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنانا زیر قدرت نہیں ہے۔ بتلیئے اس میں کیا اعتراض ہے؟ مصنف دھماکہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اولاد دینا۔ رزق دینا۔ شفا دینا۔ پیدا کرنا مارنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی ماننے کو تیار نہیں اور صاف چٹا منکر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی الوہیت (خدائی) عطا کرنے زیر قدرت مانتا ہے؟

اعلٰحضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہی قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

مصنف دھماکہ کیا جانے کمالات میں نقص ہوتا ہے بایں وجہ الوہیت تحت قدرت باری تعالیٰ نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ ہے اور اپنے جیسا دوسرا خدا بنانے سے پاک ہے (جل جلالہ)

تقابلی نقشہ

مصنف دھماکہ نے صد ۴۵ پر رسالت اور امام الانبیاء کے بارے میں کا بے محل سا عنوان جما کر صد ۴۹ تک ایک تقابلی نقشہ پیش کیا ہے جس میں اس نے اپنے اور اہلسنت کے عقائد بیان کئے

ہیں۔ اس میں کاریگری یہ رکھی گئی ہے کہ اہلسنت کے عقائد تو خود اپنا لئے اور اہلسنت کی طرف جو عقائد منسوب کئے گئے ہیں اس میں جوڑ توڑ کی صفائی کا رفرما ہے۔ اس نے اپنی جہالت سے بار بار مذہب اسلام کے زیر عنوان جو اپنے عقائد نقل کئے ہیں۔ اس میں کسی کتاب۔ قرآن وحدیث یا تصانیف اکابر آئمہ وفقہاء محدثین کا کوئی حوالہ نہیں دیا نہ ہی اپنے عقائد کو اپنے علماء دیوبند سے ثابت کیا لہٰذا ہم جواب ان ہی امور کا دیں گے۔ جو ہم سے متعلق ہیں۔ باقی رہے اس کے اپنے عقائد وہ جس طرح چاہے بدلتا رہے اور جس سانچے میں چاہے ڈھلتا رہے۔

شیطان کی وسعت ارضی حضور سے زیادہ ہے

مولانا عبد السمیع رامپوری

انوار ساطعہ میں لکھتے ہیں اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک وناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوٰی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک وناپاک کفر وغیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ (معاذ اللہ) (دھماکہ صد ۴۵)

اگرچہ یہ عبارت بھی خیانت شدہ ہے لیکن یہاں معاذ اللہ کی کونسی ضرورت تھی۔؟ کیا یہ ناگوار گذرا کہ ابلیس کو پاک وناپاک جگہ حاضر پایا جانا لکھ دیا۔؟ اس عبارت کا مختصر مطلب تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے وجود با وجود جسم انور ومطہر کے ساتھ تمام جگہ پاک وناپاک حاضر ہونا اہل محفل میلاد کا دعوٰی نہیں۔ اور ملک الموت وابلیس ہر پاک وناپاک جگہ پائے جاتے ہیں: مثلاً ملک الموت کافر ومرتد فاسق وفاجر کی بھی جان نکالتے ہیں اور اس کے لئے پاک وناپاک جگہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی طرح شیطان ہر پاک وناپاک جگہ ورغلانے کے لئے موجود ہوتا ہے۔ اس ناپاک جگہ پر ناپاک لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے ان کی تربیت کرتا رہتا ہے۔ اس اعتراض کی کون سی بات تھی۔؟ اور حضرت مولانا عبد السمیع صاحب علیہ الرحمۃ کے علاوہ سیدنا

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اس عبارت میں بھی کوئی شرعی خرابی نہیں کہ "ابلیس کا علم علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں" (خالص الاعتقاد ص۹)

بتائیے اعلیٰحضرت کے اس قول میں کیا شرعی خرابی ہے؟ مصنف دھاکہ اپنے زعم باطل میں جو غلط عقائد اہلسنت کی طرف منسوب کر رہا ہے وہ اس کے اپنے اکابر کے ہیں ملاحظہ ہو۔ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: "ابویزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے لے کر مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے" (حفظ الایمان ص۹) یہاں تھانوی صاحب نے مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں آنے جانے کی قوت مانی۔ اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی مصدقہ اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی مصنفہ براہین قاطعہ ص۵۱ پر ہے۔ "الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص۵۱)

اب مصنف دھاکہ بتلائے کہ شیطان کو علم محیط زمین کا کون مان رہا ہے اور یہی چیز نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کون شرک قرار دے رہا ہے جو چیز نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خلاف نصوص اور شرک تھی وہ شیطان کو نص سے ثابت اور کس طرح عین ایمان بن گئی؟

مصنف دھاکہ اب ہم سے نہیں اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب و مصنف مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کو اپنے ہی الفاظ میں کہے۔ معلوم نہیں حضور کی سی شان کے بیان کرنے میں دیوبندی مذہب والوں کو شیطان کی یاد کیوں آجاتی ہے۔

حضور اپنے روضہ مبارک میں

اس عنوان کے تحت مصنف دھاکہ نے اپنے اکابر کے برعکس اپنا عقیدہ لکھ کر ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ سوم سے وہی عبارت نقل کی ہے جو ص۱۴۲ پر بھی نقل کر چکا تھا انبیاء علیہم السلام کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ الخ اس پر مصنف دھاکہ لکھتا ہے توبہ بریلوی مذہب سے ہزار بار توبہ۔ کیا مصنف دھاکہ پہلے بریلوی تھا جو یہ عقیدہ دیکھ کر توبہ کی توفیق نصیب ہو رہی ہے۔ اگر نہیں تھا تو توبہ کیسی؟ باقی رہا اس کا جواب تو امام محمد بن عبدالباقی زرقانی کے حوالہ سے زرقانی علی المواہب جلد ششم ص۲۹۱ سے گذشتہ اوراق پر نقل کیا جا چکا ہے۔ ایک ہی چیز کے بار بار اعادہ سے کچھ حاصل نہیں۔ مصنف دھاکہ کو چاہیئے جو کچھ کہنا چاہے امام محمد بن عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ کو کہہ کر اپنا نامۂ اعمال مزید سیاہ کرے اور جہنم میں جگہ الاٹ کرائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا افتراء

مصنف دھاکہ ص۱۶۲ امامت کے دعوی کا عنوان جما کر ص۱۶۲ پر لکھتا ہے

(۱) حضور میرے مقتدی تھے اور میں اُن کا امام احمد رضا۔

(۲) برکات احمد کی خوشبو بلا مبالغہ حضور جیسی تھی۔

یہ دو سرخیاں لگا کر مصنف دھاکہ ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ دوم ص۳۳ سے نقل کرتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ارشاد فرماتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت اُن کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی اُن کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھا دیا۔" (دھاکہ ص۱۶۲)

اوّل تو اس میں یہ کہاں ہے کہ حضور میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام اور برکات کی خوشبو بلا مبالغہ حضور جیسی تھی۔ مصنّف دھماکہ کو چاہیئے کہ اپنی اس دروغگوئی پر سو لاکھ مرتبہ لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ پڑھ کر اپنے سینے پر دم کرے۔ تاکہ شیخ نجدی دور ہو۔ اعلیٰحضرت کے کلام سے تو یہ بات اشارةً بھی ثابت نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ وہ خود بتائے جیسا کہ اس نے خود صـ۶۴ پر اپنا عقیدہ لکھا ہے کہ حضور اپنے روضہ مبارکہ میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں کہ حضور کا روضہ شریف مسجد نبوی شریف میں ہے اور مسجد نبوی میں جو امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں حضور اسی کی اقتدا میں (معاذ اللہ) نماز پڑھتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیسا؟ اگر یہ غلط ہے اور اس میں کھینچاتانی معلوم ہوتی ہے تو پھر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں بھی کھینچاتانی نہ کریں۔ حضور نمازِ جنازہ پڑھنے تشریف لے جارہے ہیں الحمد للہ یہ جنازہ میں نے پڑھایا جس طرح آپ کے ناپاک ذہن نے یہاں یہ سوچ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہوں گے تو مقتدی ہی ہوئے ہوں گے اسی طرح کیا وہاں بھی یہی سوچیں گے کہ حضور اپنے روضہ مبارکہ میں جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ مسجد نبوی شریف کے امام صاحب کے پیچھے پڑھتے ہیں؟ تعجب ہے ایسی ذہنیت پر۔ اور پھر دیوبندی عقیدہ میں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جائیں اور جنازہ میں شرکت فرماویں اس سے حاضر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ دیوبندیوں کے لئے زہر قاتل ہے۔ جب وہ حاضر ناظر اور تشریف لانے کے کمالات مانتے ہی نہیں تو پھر ان کے نزدیک اس واقعہ میں بے ادبی و گستاخی کیسے ہوگئی؟ باقی رہی یہ بات کہ اہلسنّت کے اپنے عقیدہ کے لحاظ سے یہ بے ادبی و گستاخی ہے تو نجدی کٹھ پتلی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ہر صفت و ہر شان میں بے مثل و بے مثال اور بے نظیر ہیں نماز قائم ہو چکی ہے اور امام نماز پڑھ رہا ہے۔ دنیا و جہان کا کوئی بھی شخص نماز میں شریک ہونا چاہے گا تو مقتدی بنے گا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

شان ہے کہ وہ اگر شرکت فرماویں تو حضور امام ہوں گے اور وہ امام سرکار کا مقتدی بن جائے گا وہ ایسی بلند و بالا سرکار ہے کہ امام بھی مقتدی ہو جاتے ہیں بخاری شریف اور مدارج النبوۃ میں واقعہ موجود ہے۔ سیدنا صدیق اکبر عتیق اطہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ سرکار تشریف فرما ہوئے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز میں پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن سرکار نہیں منع فرماتے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بائیں طرف ہوکر نماز شروع فرما دیتے ہیں۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ کنا نقتدی بابی بکر و ابو بکر کان یقتدی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہمارے امام ابو بکر صدیق تھے اور ان کے امام تھے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب الملفوظ کی عبارت کا مطلب واضح ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نماز پڑھائی اور میں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس پر حمد الٰہی بجالائے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔

ہم مصنّف دھماکہ سے عرض کریں گے۔

دوسروں کے عیب بیشک ڈھونڈتا ہے رات دن
چشم عبرت سے کبھی اپنی سیاہ کاری بھی دیکھ

شیخ الاسلام نمبر صـ۱۶۳ پر لکھا ہے۔ "جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلّیوں کا مجمع بڑا ہے۔ مصلّیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا حسین احمد (مدنی) (صدر مدرسہ دیوبند) کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔ فالحمد للہ علی ذالک حمدا کثیرا کثیرا حضرت ابراہیم علیہ السلام ضعیف العمر تھے ریش مبارک سفید تھی"

اب مصنّف دھماکہ بتائے وہ اپنے گھر کی بات ہمارے ذمہ کیوں لگاتا ہے مولانا

حسین احمد (مدنی) صدر مدرسہ دیوبند امام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مقتدی تھے۔ یہ بات تو آپ کے اپنے اکابر سے ثابت ہے باقی رہا حضرت برکات احمد علیہ الرحمۃ کی قبر سے روضہ انور جیسی خوشبو آنا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت برکات احمد صاحب مرحوم کی خوشبو حضور جیسی ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت وہ خوشبو تھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

تعجب ہے کہ خود تو نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنے کو بھی گستاخی نہ سمجھیں۔ لیکن یہاں ایک بات گھڑ کر بریلویوں کے ذمہ لگا کر معاذ اللہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ برکات احمد کی خوشبو بلا مبالغہ حضور جیسی تھی۔ اس ڈھٹائی اور سینہ زوری کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے۔

اوّل و آخر ہیر پھیر

جوڑ توڑ کے نانوتوی کھلاڑی کی معنوی اولاد کسی جگہ بھی جوڑ توڑ سے باز نہیں آتی اور کچھ نہیں تو "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے میاں کہنے کی گستاخی" کا عنوان جما کر لکھتا ہے مولانا احمد رضا خاں کے ہاں میاں کا لفظ کوئی اچھا لفظ نہیں ہے وہ اسے پسند نہیں کرتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ اچھے میاں کا لفظ برملا استعمال کرتے ہیں۔

ے نامہ سے رضا کے اب مٹ جاؤ برے کامو
دیکھو میرے پلہ میں وہ اچھے میاں آیا

(حدائق بخشش حصہ اول ص۹)

اعلیٰحضرت نے فرمایا میاں کے ایک معنی مولیٰ کے ہیں دوسرے معنی شوہر کے اور تیسرے معنی (زنا نیہ) کا دلال ہیں۔ (سوانحیات اعلیٰحضرت ص۱۳ و ملفوظات ص۱۱۵)

دھماکہ ص۱۸۴ اولاً تو کیا یہی کم بے وقوفی تھی کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا پہلا شعر غلط نقل کیا۔ پہلے شعر کے مصرعہ اول کا مو ہے کاموں نہیں ہے اور مصرعہ ثانی میں دیکھو میرے پلہ پر ہے پلہ میں نہیں ہے۔ ثانیاً یہ کہ امام اہلسنت قدس سرہ کے یہ دونوں ہی شعر اپنے جد طریقت سیدنا شاہ آل احمد عرف حضرت اچھے میاں علیہ الرحمۃ

کی مدح میں ہیں اور یہ بات اس حدائق بخشش حصہ سوم ص۹۹ سے بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ جس کے حوالے دھماکہ کے ص۸۵ و ص۹۹ پر سینہ تان کر نقل کر رہا ہے یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ حضرت سیدنا شاہ آل احمد عرف اچھے میاں علیہ الرحمۃ کی منقبت کے اشعار کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سمجھا جائے اور میاں نہ کہنے کا وہ حکم جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے اس کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کر دیا جائے اللہ تعالیٰ تو شوہر ہونے سے پاک ہے اس کے لئے میاں نہ کہا جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے شوہر ہیں۔ میاں کہنا غلط نہ ہوگا۔ مگر ان دونوں باتوں میں کچھ فرق نہیں سمجھتا۔ کوئی گنجائش ہو یا نہ ہو اس کو تو اعتراض کرنا ہے۔

ے الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام صیاد آ گیا

کی پھبتی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر کسنے کی بجائے خود اپنے آپ سے کہے۔

ے اے اشک ڈوب مر تری تاثیر دیکھ لی
الٹی بہی اڑی مری چشم پُر آب کی

چھوٹا منہ بڑی بات ٹھوکریں لولو کے بعد خود کھا رہا ہے پاؤں زلف میں الجھے کی پھبتی امام اہلسنت پر کستا ہے۔

ع بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

حضور کو بابا کہنے کی گستاخی

چونکہ مصنف دھماکہ کو اپنے نامۂ اعمال کی طرح دھماکہ کے صفحات بھی محض سیاہ کرنے تھے۔ اس لئے ایک پنجابی محاورہ پڑھا ڈپُت گھہار دلتے سولہ دونی آٹھ کے مصداق اعلیٰحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کو اپنی خانہ ساز شریعت کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بابا کہنے کی گستاخی کا مرتکب ٹھہراتا ہوا لکھتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک مقام پر حضرت غوث پاک کو مخاطب

کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

؎ کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

؎ ترے بابا کا پھر تو اکرم ہے
یہ منہ ورنہ کس قابل ہے یا غوث (حدائق حصہ دوم صـ۱۳)

؎ سید الانبیاء رسول اللہ
تیرا بابا ہے احمد نوری

(حدائق حصہ دوم صفحہ ندارد دھماکہ صـ۹۴)

اول تو ہم مصنف دھماکہ کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے اگر وہ تیسرا شعر ؎ سید الانبیاء رسول اللہ تیرا بابا ہے احمد نوری حدائق بخشش حصہ دوم میں دکھا دے۔

دوم مزید ایک ہزار اس پر پیش کریں گے وہ یہ ثابت کر دے کہ یہ شعر غوث پاک قدس سرہ کی مدح میں ہے کیونکہ وہ خود لکھ چکا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک مقام پر حضرت غوث پاک کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تو آپ نے اس اس دعوی کو ثابت کر کے مزید ایک ہزار روپیہ انعام حاصل کرے۔ حالانکہ تیسرے شعر کا مصرعہ ثانی "تیرا بابا ہے احمد نوری" خود بتا رہا ہے کہ یہ شعر سید نا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کی مدح میں ہے۔ مگر مصنف دھماکہ کی بدحواسی اس کو کچھ سوجھنے نہیں دیتی۔ معلوم ہوتا ہے دماغ میں دیوبند ہے۔ باقی رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غوث پاک قدس سرہ کا بابا کہنا اور اس کا گستاخی ہونا تعجب ہے کہ یہ خود تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی اور بشر کہنے میں بھی گستاخی نہ سمجھیں اور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرکار غوث پاک قدس سرہٗ کو بابا کہہ کر معاذ اللہ گستاخ ہو گئے۔

تقویۃ الایمان میں ہے انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے سو اس

کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔

"انبیاء و اولیاء امام زادہ پیر شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز ہمارے بھائی (تقویۃ الایمان صـ۲۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بابا کہنے کی گستاخی قرار دے کر مصنف دھماکہ نے اپنا رُخ تبدیل کیا ہے۔ کیونکہ آج تک دیوبندی علماء یہ کہتے آئے ہیں کہ بریلوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے بڑھاتے ہیں۔ خدائی اختیار دیتے ہیں جیساکہ خود مصنف دھماکہ نے بھی صفحہ ۳۸، ۳۹ اور دیگر صفحات پر لکھا ہے۔ لیکن اب مصنف دھماکہ کہتا ہے کہ گستاخی کر رہے ہیں۔ اس کا مقصد بہر عنوان علماء اہلسنت مورد الزام ٹھہرانا ہے۔ کبھی کہتا ہے حد سے بڑھاتے ہیں انبیاء رسل علیہم السلام اور بزرگوں میں خدائی اختیار مانتے ہیں کبھی کہتا ہے گستاخی کرتے ہیں اب اس بھلے آدمی سے کون پوچھے کہ جو بریلوی اتنی تعظیم کرتے ہیں وہ گستاخی کیونکر کر سکتے ہیں یہ الزام دیتے ہوئے کچھ تو حیا کرو۔ پھر اگر لفظ بابا واقعی گستاخی ہے تو اپنے حکیم الامت تھانوی کو کیا کہو گے جس نے ایک ولی کامل کو بابا محمد سماسی لکھا۔ (دجال الاولیاء صـ۳۲)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس وعظ میں

مصنف دھماکہ نے صـ۹۴ پر حضور کو حضرت غوث پاک کی نصیحت سنانے کے لئے لانا کی گستاخانہ سرخی جما کر لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا عقیدہ تھا کہ حضرت غوث پاک کا مرتبہ اتنا اونچا اور بلند ہے کہ خود حضور بھی آپ کی پند و نصائح کی مجلس میں حاضری دیتے تھے (معاذ اللہ) بریلوی مذہب کے بانی لکھتے ہیں۔

؎ ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تری وعظ کی مجلس ہے یا غوث (حدائق حصہ دوم صـ۷)

اس کے بعد اس کی من گھڑت گستاخانہ تشریح ہے، ہم جواب سے پہلے یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مصنف دھماکہ نے جو سرخی جمائی ہے۔ وہ بھی گستاخانہ ہے کہ اس میں حضور

پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت غوث پاک قدس سرہ کو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے بڑھادیا ہے۔ کیونکہ مصنف نے لکھا ہے حضور کو حضرت غوث پاک کی نصیحت سنانے کے لئے لانا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضور لکھا ہے اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو حضرت غوث پاک لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی پاک یا کم از کم حضور پاک لکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی اور پھر یہ لانا بتا رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی طاقت گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے تو مصنف دھاکہ اپنے معیار سے ثابت ہوا کہ اُس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو حضرت غوث پاک کہہ کر خود بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے غوث پاک کو بڑھادیا۔ یہ گستاخانہ سُرخی مصنف دھاکہ کی آوارگیٔ فکر کی آئینہ دار ہے۔ باقی رہا شعر تو ہم یہ بھی بتادیں کہ مصرعِ ثانی میں مصنف دھاکہ نے اپنے رافضیانہ نظریات کے خار میں محفل کا مجلس کردیا ہے۔ حالانکہ مصرعہ یوں ہے۔

؎ وُہ تری وعظ کی محفل ہے یا غوث (رضی اللہ عنہ)

باقی رہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یا حضرات مرسلین کرام کا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محفل وعظ میں تشریف لانا تو اس کو حاضری دینے اور نصیحت حاصل کرنے پر کوئی دیوبندی گستاخ ہی محمول کرے گا کیونکہ جب بھی حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام یا سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی نیاز مند غلام امتی کے پاس تشریف لے جائیں تو حاضر ہونا نہیں کہا جائیگا اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ نصیحت حاصل کرنے یا فیوض و برکات حاصل کرتے جاتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ فیوض و برکات پہنچانے فیض یاب فرمانے تشریف لائے۔ اور پھر جس واقعہ کو سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے منظوم فرمایا وہ شیخ محقق علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار صہ۶۲ میں مذکور ہے لکھا ہے "مشائخ نے اس بیان کی وضاحت کی ہے کہ شیخ قدوۃ ابی سعید قیلوی

رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں چند انبیاء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار جناب غوث اعظم کی مجلس وعظ میں تشریف فرما دیکھ چکا ہوں"

تشریف فرما ہونا اور بات حاضر ہونا نصیحت حاصل کرنا اور لانا اور بات ہے۔ معلوم نہیں ان کا ناپاک ذہن گستاخی کی طرف کیوں لپکتا ہے۔ بتائیے اس میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا کیا قصور ہے۔ نقل کرنے والے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ راوی ہیں شیخ قدوۃ ابی سعید اور الزام تراشی ہو رہی ہے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ کہاں کا انصاف ہے۔؟

مصنف دھاکہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غوث اعظم کی محفل وعظ میں تشریف فرما ہونے میں تو گستاخی نظر آئی لیکن اس کو کیا کہیئے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دبراہین قاطعہ صہ۳۰ پر لکھتے ہیں: "ایک دیوبندی صالح فخر عالم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو اردو زبان کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا۔ ہم کو یہ زبان آگئی"

مصنف دھاکہ میں اگر دیانت کی رتّی ہے تو وہ بتائے کہ اس ناپاک عبارت میں یہ ہے یا نہیں کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوبند مدرسہ کے فیض سے اردو زبان آگئی اور معاذ اللہ آپ نے دیوبندی علماء سے سیکھی کیونکہ مدرسہ کی عمارت تو اردو بولتی نہیں لازماً انبیٹھوی صاحب کا یہ نظریہ ہے کہ معاذ اللہ اردو زبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء دیوبند سے سیکھی۔ بتائیے اس میں گستاخی ہے یا نہیں۔؟

معاذ اللہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم او صحابہ کا نانوتوی کو لینے کے لئے آنا!

(دارالعلوم دیوبند) کے ایک طالب علم مولوی احمد اللہ نامی جو نجیب آباد کے

رہنے والے تھے۔ انہوں نے جمعرات ہی کے دن چند گھنٹے پہلے خواب میں دیکھا۔ مدرسہ دیوبند کے احاطہ میں ایک مکلف مکان ہے۔ جس کے اندر ایک مرصع کرسی بچھی ہوئی ہے۔ اس پر سرور کائنات خاتم المرسلین رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں اور آپ کے اردگرد آپ کے خلفاء اربعہ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھڑے ہیں دوسری طرف ان کو فرشتوں کا گروہ بھی نظر آیا مولوی احمد اللہ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی جواب میں ارشاد ہوا۔ "مولوی محمد قاسم صاحب کو لینے آیا ہوں"

(سوانح قاسمی ص۱۲ جلد۳)

حضور غوث پاک کی محفل وعظ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضیاب فرمانے کے لئے تشریف لانا تو دیوبندیت کی ننھی سی جان کے لئے باعث اضطراب تھا لیکن بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کو مرتے وقت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فرشتگان علیہم السلام کا آنا اور صحابہ کرام کا کھڑے رہنا باعث سکون قلب ہے یہاں کوئی بے ادبی گستاخی نظر نہیں آتی۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی مولوی احمد اللہ کا خواب جاری ہے کہتے ہیں۔ "وہ سامنے ایک پلنگ پر سوار دیکھا کہ مولانا آئے" (مولانا نانوتوی پلنگ پر سوار ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھڑے ہیں۔ بے ادب گستاخ نانوتوی کو شرم نہ آئی) اس کے بعد مولوی احمد اللہ کو جو کچھ دکھایا گیا ان ہی کے الفاظ میں سنئے کہتے تھے میں نے دیکھا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا (نانوتوی) کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ اے حبیب آنے میں کیا دیر ہے"

(سوانح قاسمی ص۲۳ جلد۳)

گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حبیب اور مولوی قاسم نانوتوی اللہ کے حبیب کے حبیب یہ منہ اور مسور کی دال یہ ہے دیوبندی دھرم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غوث اعظم کی محفل وعظ میں توفیض پہنچانے کے لئے تشریف لے

جانا بھی ناممکن اور مضحکہ و تمسخر کا باعث لیکن مولوی نانوتوی صاحب کو مرتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لینے کے لئے آنا عین ایمان۔ گویا سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے مولوی قاسم نانوتوی کا مرتبہ بہت زیادہ ہے (معاذ اللہ) جب یہ سب کچھ صحیح ہے تو پھر اعلیحضرت قدس سرہ کے اس شعر پر کیا اعتراض ہے کہ

خوباں چوں گل بوعظ عبد القادر
اعیان رسل بوعظ عبد القادر

یعنی پھول جیسے محبوب اور جلیل القدر رسول حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محفل وعظ میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ بتائیے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محفل وعظ میں سرکار دو عالم کے رونق افروز ہونے میں کون سی شرعی قباحت ہے؟ کیا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ (معاذ اللہ) مولوی قاسم نانوتوی جتنا بھی نہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو پیغمبر پر فضیلت کا افترا

مصنف دمحاکہ میں کوئی بات سمجھنے کی تو اہلیت ہے نہیں کتاب میں جو کچھ پڑھتا ہے اس کے اول و آخر پر غور کئے بغیر اعتراض بازی شروع کر دیتا ہے۔ صفحہ۵ پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو پیغمبر پر فضیلت دینا کی سرخی کے تحت حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ۶۳ سے ایک شعر نقل کرتا ہے۔

روئے یوسف سے فزوں تر حسن روئے شہ ہے
پشت آئینہ نہ ہو اشباہ روئے آئینہ

اول تو حدائق بخشش حصہ سوم ہمارے لئے معتبر نہیں نہ یہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی حیات میں شائع ہوئی نہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے شہزادگان میں سے کسی نے شائع فرمائی۔ دوم یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ شعر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نہیں بلکہ حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے۔

ے
ہے بجا مہر و قمر پہ ناز روئے آئینہ
چاند طیبہ کا ہے روشن ماز روئے آئینہ

بتائیے چاند طیبہ کا کون ہے سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یا حضور پرنور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہے طیبہ (مدینہ) کا چاند حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مصنف دھماکہ کو یاد رکھنا چاہئیے کہ کسی بزرگ کو پیغمبر پر فضیلت دینا بریلوی مذہب سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ البتہ دیوبندیوں کے ہاں ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب نے دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرنے پر جو مرثیہ شائع کیا تھا اس میں ہے۔

ے
قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی (ص۱)
مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہ لحد میں ولئے قسمت ماہ کنعانی (مرثیہ ص۶)
زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی! (مرثیہ ص۶)

ے
جہاں تھا آپ کا ثانی وہیں جا پہنچے خود حضرت
کہیں کیونکر بھلا کس منہ سے مولانا تھے لاثانی
مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا!
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم!

پہلے شعر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے کالے غلاموں کو سیدنا یوسف علیہ السلام کا ثانی کہا۔ دوسرے شعر میں مولوی رشید احمد کو مسیحائے زماں اور ماہ کنعاں

قرار دیا اور تیسرے شعر میں مولوی رشید احمد کو بانیٔ اسلام حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی بتایا اور چوتھے شعر میں مولوی رشید میں مولوی رشید احمد کو ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھا دیا۔ لیکن مصنف دھماکہ اپنے اکابر کی سیاہ بختیوں پر تو نظر ڈالتا نہیں اور گھر کی خبر لئے بغیر امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر ڈھٹائی کے ساتھ افتراء کر رہا ہے۔ باقی یہ بھی سنتے جائیے کہ حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مبارک حضرت یوسف علیہ السلام سے فزوں تر ہے یا نہیں۔؟

تو مولوی قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں۔

ے
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار

حضرت یحیٰ منیری کو پیغمبر پر فضیلت کا افتراء

مصنف دھماکہ ص۵۵

ہی پر حضرت یحیٰ منیری کو پیغمبر پر فضیلت دینا کے زیر عنوان سوانح اعلیٰحضرت ص۲۳۳ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اور اس سے حضرت یحیٰ منیری کو پیغمبر پر فضیلت دینا قرار دیا ہے لکھتا ہے "حضرت یحیٰ منیری کا ایک سچا مرید دریا میں ڈوبنے لگا امداد کے لئے اپنے پیر کو یاد کیا اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ لاؤ ہاتھ میں نکال لوں مرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں خضر علیہ السلام ہوں۔ اس مرید نے کہا ڈوب جانا بہتر ہے۔ مگر جو ہاتھ یحیٰ منیری کے ہاتھ میں جا چکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا ابھی مرید کا یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور یحیٰ منیری موجود تھے۔ فرمانے لگے شاباش ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی پکا معتقد ہونا چاہیئے اور ہاتھ پکڑ کر دریا سے پار کر دیا" یہ واقعہ ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ سوم ص۳۴ سے نقل کیا ہے اس پر ہماری جوابی گذارش یہ ہے کہ اولاً تو یہ واقعہ حضرت یحیٰ منیری اور ان کے مرید کا ہے۔ اس کی ذمہ داری

راست حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ پر پڑتی ہے۔ ثانیاً عرض یہ ہے کہ اگر حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کا وہ مرید حضرت خضر علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیتا تو اعتراض مصنف دھماکہ نے پھر بھی کرنا تھا اور سرخی یوں جمتی کہ اللہ تعالیٰ پر پیغمبر کو فضیلت دینا۔ اس مرید نے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے نہیں پکارا یا اس خالق ومالک کی امداد کا انتظار نہ کیا اور خضر علیہ السلام کی امداد قبول کر کے مشرک ہو گیا جیسا کہ اس واقعہ سے تھوڑا ہی آگے لکھا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کو اللہ تعالیٰ پر فضیلت دینا

اس عنوان کے تحت بھی مصنف دھماکہ نے ملفوظات ص۱۱۱۔ جلد۔ ا کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ

"فرمایا جنید جنید کہتا چلا آ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکار احضرت میں چلا۔ فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید۔ جب کہا دریا پار ہوا!"

جعلسازی کا طلسم چاک

اس واقعہ کے نقل کرنے میں مصنف دھماکہ نے حضرت جنید بغدادی کو اللہ تعالیٰ پر فضیلت دینا کا دھماکہ خیز عنوان تو جما دیا اور اس کا الزام بھی اعلیٰحضرت پر تھوپ دیا لیکن اپنی کٹتی ہوئی ناک کو بچانے کے لئے ابتداء عبارت کے وہ الفاظ کھا گیا جس سے اس کی جعلسازی کا طلسم چاک ہوتا تھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ سیدی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ ملفوظات میں اس طرح شروع فرماتے ہیں "غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے بعد کو ایک شخص

آیا اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی میں کس طرح آؤں۔ فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ الخ مصنف دھماکہ نے ان الفاظ کو اپنی جعلسازی کے خلاف سمجھتے ہوئے نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ یہ واقعہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں موجود ہے۔ اگر ہم نہ دکھا سکیں تو ایک ہزار روپیہ انعام یا مصنف دھماکہ اپنا منہ کالا کر کے اپنے شہر کا ایک چکر لگائے اور جو کوئی وجہ پوچھے تو صاف بتا دے کہ میں نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر افتراء کیا تھا۔ یہ سزا میں بخوشی قبول کرتا ہوں۔

دیوبندی حکیم الامت کے استاد کی شہادت

اب ہم مصنفِ دھماکہ کی ضیافت طبع کے لئے مذکورہ بالا ہر دو واقعات سے بڑھ کر دھماکہ خیز واقعہ اس کے اپنے حکیم الامت کے ملفوظات سے پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

"میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو۔ مرید نے کہا میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا میں نے یہ قصہ اپنے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو تب میری آنکھیں کھلیں فرمایا کہ میاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے۔"

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص۹۲)

دیوبندی حکیم الامت کے پیرو مرشد کی شہادت

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی کے پیرو

مرشد ہیں۔ جناب حاجی امداد اللہ صاحب وہ فرماتے ہیں۔

؎ جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ! (گلزار معرفت ص)

اب مصنف دھماکہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے حکیم الامت کے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحب اور پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب پر بھی علی الترتیب پیر کو خدا تعالیٰ پر فضیلت دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ پہ فضیلت دینے کا فتویٰ صادر فرمائے۔ اور اہل انصاف سے واویلہ ورنہ کیا ہے اگر یہی بات اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی ہوتی تو آپ نے آسمان سر پہ اٹھا لیا ہوتا۔

مصنف دھماکہ کی چونکہ الٹی مت کھوپڑی ہے اس لئے وہ سیدھی بات ماننے یا سیدھی بات کرنے کو تیار نہیں ہم اس کی معلومات میں اضافہ کے لئے ایک ایسا حوالہ پیش کر رہے ہیں جو اس کے انداز فکر کے مطابق حضرت امام غزالی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت دینا ہے۔

شمائم امدادیہ اور خدام الدین مصنفِ دھماکہ کی جہالت کی زد میں

اکابر علماء دیوبند کے پیر و مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ ص اور ہفت روزہ خدام الدین لاہور مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۶۳ء شیخ التفسیر نمبر ۲ پر ہے۔ «شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار کیا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جو آپ نے کہا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ و مغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی)

نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ۔ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ۔ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ۔ کہ یہ میرا عصا ہے اس سے میں بکریاں چراتا ہوں پتے جھاڑتا ہوں اور ٹیک لگاتا ہوں وغیرہ وغیرہ آپ نے اتنا لمبا جواب کیوں دیا تھا۔ ؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا خدا سے ہمکلامی میں لطف آیا تھا۔ اس لئے سلسلۂ کلام دراز کیا۔ امام غزالی نے کہا مجھے بھی کلیم اللہ سے ہمکلامی میں لطف آیا ہے اس لئے کلام کو لمبا کیا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے۔»

ملخصاً شمائم امدادیہ و خدام الدین لاہور شیخ التفسیر نمبر۔

اب مصنف دھماکہ کو چاہیئے کہ دیانت کا تقاضہ یہ ہے شمائم امدادیہ اور خدام الدین پر بھی حجۃ الاسلام امام غزالی کو حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ سے بڑھانے کا فتویٰ دے۔

حضور کی ختم نبوت کا انکار

یہ عنوان ہمارا قائم کردہ نہیں بلکہ مصنف دھماکہ نے خود ص۵ پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔ اس کے ذیل میں وہ سیدی اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز کے چند اشعار سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ معاذ اللہ آپ ختم نبوت کے منکر تھے۔ حالانکہ یہ خود ص۱۳ پہ منکرین ختم نبوت قادیانیوں وغیرہ پر اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کفر نقل کر چکا ہے۔ دنیا جانتی ہے مشرق و مغرب کے منکرین ختم نبوت قادیانی ہوں یا نانوتوی اعلیحضرت کی ضربات قاہرہ سے تڑپ رہے ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت پر امام اہلسنت کے دلائل قاہرہ ملاحظہ کرتے ہوں تو آپ کی تصانیف جلیلہ میں سے بالخصوص جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ اور السو ء العقاب علی المسیح الکذاب؟ اور رسالہ جلیلہ حسام الحرمین شریف ملاحظہ کرتے ہوں جن سے ایک دنیا استفادہ کر رہی ہے۔ منکرین ختم نبوت کے گروہوں خواہ قادیانی ہوں یا نانوتوی یا تھانوی اور آج تک ان کی ذریت سے ان کا جواب نہ بن پڑا۔ اور نہ انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت بن سکتا ہے۔ مصنف دھماکہ نے اپنے اکابر کے سر سے یہ الزام اتارنے کے لئے بھلانے کو کانا کہنے والے کو بھینگا کانا کہنا شروع کر

دیا ہے تاکہ کاٹنے کو کوئی کانا نہ کہے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے جن اشعار سے اس نے اپنی بے ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے ان کے جوابات سے پیشتر اکابر دیوبند کا ختم نبوت کے متعلق عقیدہ معلوم کرلیا جائے۔

اکابر دیوبند اور ختم نبوت

ذیل میں ہم اکابر دیوبند میں ان چوٹی کے حضرات کا ختم نبوت کے متعلق عقائد کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں جن کی شخصیات مسلم و مستند ہیں اور ان کے پایہ کا آج دیوبندیوں میں کوئی بھی عالم نہیں ہے۔

نانوتوی صاحب

یہ صاحب بانی مدرسہ دیوبند ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔
"سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیا ء سابق زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔" (تحذیر الناس صہ ۵-۶)

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا (تحذیر الناس صہ ۳۳)

یہی مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے۔ ملاحظہ ہو احمدیہ پاکٹ بک صہ ۳۵۵ و صہ ۳۵۸ و دیگر قادیانیہ مرزا قادیانی دجال نے بانی مدرسہ دیوبند کی ان ہی دونوں عبارتوں کو اپنی نام نہاد نبوت کے دعویٰ کی دلیل بنایا ہے جبکہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی کسی کتاب کا حوالہ تو کجا مرزا قادیانی کو ان کا نام لینے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اب مصنف دھاکہ یہ چاہتا ہے کہ قادیانی اخبارات و رسائل۔ الفرقان الفضل وغیرہ۔ اکابر دیوبند بالخصوص نانوتوی صاحب کی کتب کو اپنی نام نہاد نبوت کے دعویٰ کی دلیل بناتے ہیں کہیں لوگ قادیانیوں کے بعد دیوبندیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ نہ شروع کردیں لہٰذا اس نے بلا دلیل و ثبوت اپنی ہمنوائی میں بریلویوں کو گھسیٹنا شروع کردیا اور

بالکل ہی بے موقع و بے محل اشعار نقل کر کے اپنی دیانت و حیا کا خون کیا اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ ہم دیوبندیوں نے تو ختم نبوت کے جدید معنی گھڑ کر لٹیا ڈبوئی ہے جو ختم نبوت کے حقیقی محافظ پاسباں ہیں۔ ان کو اس میں دھکے سے شامل کر کے کیوں مرزائیت کے ہاتھ مضبوط کیے۔ مگر نہیں چونکہ اس کو مرزائیت کا مفاد عزیز ہے۔ نانوتوی کے بڑے بھائی کی نام نہاد نبوت کے لئے راہ ہموار کرنی تھی اس لئے یہ سب کچھ کیا اور حتیٰ کہ صہ ۵۲ پر حضور کی ختم نبوت کا انکار کا عنوان جماکر مرزائیت کی مزید تائید کی حضور کی ختم نبوت کا کیا مطلب۔؟ اس کا مطلب تو یہ ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ختم نبوت۔ موسیٰ علیہ السلام کی ختم نبوت۔ ابراہیم علیہ السلام کی ختم نبوت۔ آدم علیہ السلام کی ختم نبوت بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگر مصنف دھاکہ کو مرزائیت کا مفاد عزیز نہ ہوتا تو یہ مطلقاً ختم نبوت کا لفظ استعمال کرتا۔ مصنف دھاکہ کی اس سرخی کی روشنی میں یہ معنیٰ بالکل جدید اور قادیانیت کی مزید تائید ہے۔ کیونکہ یہ حضور کی ختم نبوت کا قائل ہے نبوت ختم ہونے کا قائل نہیں۔ لہٰذا قادیانی اس کی تصریح کی روشنی میں اس کے شکریہ کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیشک حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی ختم ہوئی ہے۔ مطلقاً تو نبوت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ یہ سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنت رضی اللہ عنہ عاشق زندہ و تابندہ کرامت ہے جو بدگو کھینچا تانی سے آپ کے اشعار کو غلط رنگ دے کر ختم نبوت کا منکر آپ کے سر تھوپنا چاہتا تھا۔ وہ بدبخت اپنے جال میں خود پھنس گیا اور خود سرخی لکھ گیا۔ حضور کی ختم نبوت دھاکہ صہ ۵۲

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور کیوں ایسا نہ ہو جبکہ تھانوی اور لاہوری کی طرف سے انہیں ختم نبوت کے باب میں آوارگی فکر حاصل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تھانوی صاحب

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب کے ایک مرید کہتے ہیں "کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا

ہوں کہ کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ محمد رسول اللہ کی جگہ حضور مولوی (اشرفعلی) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشرفعلی نکل جاتا ہے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی کہتا ہوں۔ اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی اس کا جواب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے یہ دیکر عقیدہ ختم نبوت پر زبردست کلہاڑی چلائی کہ "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

(رسالہ الامداد[1]، صفر ۱۳۳۶ھ)

مولوی احمد علی لاہوری

سنیئے مولوی عامر عثمانی مدیر تجلی دیوبند لکھتے ہیں دیوبندی شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری رقمطراز ہیں "مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی ہی تھے لیکن میں نے ان کی کشید کسلی یاد یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے۔"

(ماہنامہ "تجلی" دیوبند جنوری ۱۹۵۶ء)

پیغمبرانہ صحبت

کاش ہم حرماں نصیب حضرت قطب الاقطاب مولوی احمد علی لاہوری کی پیغمبرانہ صحبت سے مستفید ہوتے۔

(خدام الدین لاہور ۲۰ ر اپریل ۱۹۶۲ء، ص ۵)

کوئی بتلائے کہ ہم بتائیں کیا!
دیوبندی ختم نبوت کے منکر خود ہیں
اور خواہ مخواہ اس میں بریلویوں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔

☆

[1] یہ رسالہ الامداد مکتبہ فریدیہ سے طلب فرمائیں قیمت ۵/۰۰

اعلیحضرت کے اشعار کے من گھڑت مفہوم

مصنف دھاکہ نے ص ۵۲ پر ختم نبوت کا انکار ثابت کرنے کے لئے آنکھیں بند کر کے اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ شعر نقل کیا

انجام دے آغاز رسالت باشد
ایک گروہ تابع عبدالقادر (حدائق دوم ص ۲)

بتائیے اس میں یہ کہاں اور کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ "مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ حضور کے بعد نبوت صرف ۵۶۱ھ تک بند ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات کے بعد رسالت کا پھر آغاز ہوگا اور جو رسول آئے گا وہ پہلے مقامات ولایت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا تابع ہوگا۔ یعنی قادری ہوگا" اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے اس شعر کا یہ اندھا مفہوم دیوبندیت ہی کے شایان شان ہے ورنہ اس شعر شریف کا صاف اور سیدھا مفہوم یہ ہے جو اوپر سے نیچے کو نہیں بلکہ نیچے سے اوپر کو ہے یعنی جہاں مقام غوثیت کا انجام ہے اس کے اوپر دور رسالت کا آغاز ہے بعد میں دور رسالت کا آغاز نہیں ہے۔ یعنی سیدنا عبدالقادر دور رسالت کے تابع ہیں اور اپنے بعد آنے والے اولیاء کے آقا ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل اردو میں ایک دوسری جگہ یوں ہے۔

صحابیت ہوئی پھر تابعیت
بس آگے قادری منزل ہے یا غوث (رضی اللہ عنہ)

اب بد دماغ مصنف دھاکہ تو یہی سمجھے گا کہ تابعیت کے بعد صحابیت اور صحابیت سے آگے (یعنی اوپر) قادری منزل ہے۔ حالانکہ کوئی صحیح الدماغ کلام اعلیحضرت سے الٹا مفہوم اخذ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح۔

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

میں کون سے لفظ کا یہ ذلیل معنیٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعتبار

سے رسالت کا دروازہ بند کیا اور ایک اعتبار سے کھولا کر ۱۲۹۷ھ کے بعد اس امت میں قادری سلسلے کے کسی شخص کو نبوت ملے گی (دھماکہ صہ ۱۲۹) لکھتا ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جو دروازہ اپنے لئے کھولا تھا۔ اس میں دفعۃً مرزا احمد داخل ہو گئے۔ اعلیحضرت کے لئے اب کوئی گنجائش نہ رہی آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کو صرف مجدد ہی قرار دیں۔ لاہوری مرزائیوں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد کے درجہ تک رکھیں۔ مصنف دھماکہ کو معلوم ہو کہ دروازہ تو کھولا تھا نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے تحذیر الناس کے ذریعہ اور گھس گیا اس میں قادیانی کذاب اور لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْرَفْعَلِی رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والے حکیم الامت منہ دیکھتے رہ گئے۔ پھر دیوبندیوں نے تھانوی کو مجبوراً مجدد ہی قرار دیا۔ باقی رہے لاہوری اگر وہ مرزا قادیانی کذاب کو مجدد مانتے ہیں تو آپ ان کی ملالی یا ترجمانی ہزار بار کریں۔ یہ آپ کا حق ہے جیسا کہ آپ نے خود بتایا کہ لاہوری مرزائی بھی دیوبندی حکیم الامت تھانوی کی طرح غلام قادیانی کو مجدد ہی مانتے ہیں اچھا ہوا دو ہم عقیدہ جعلی مجدد ہو گئے اور مسلمانوں کو ان کے پہچاننے میں آسانی ہو گئی جہاں تک اعلیحضرت کی ذات گرامی کا تعلق ہے۔ ان کو صرف ان کے پیروکار مریدوں اور شاگردوں نے نہیں بلکہ عرب و عجم کے جلیل القدر اکابر علماء و مشائخ نے صحیح اور کامل مجدد قرار دیا ہے۔

مصنف دھماکہ صہ ۵۳ پر مزید ایک عقل و شعور سے خود ہی بات کہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اعلیحضرت مرزا غلام احمد کے پیروؤں کو جو اپنے آپ احمدی کہتے تھے بہت رعایت فرماتے تھے اور ان کی مسجدوں کو مسجد تسلیم کرتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ے زاہد مسجد احمدی پر درود
دولت جیش عسرت پہ لاکھوں سلام (حدائق صہ ۱۳۳ جلد ۲)

تشریح :۔ احمدیوں کی مسجد کے جو زاہد ہیں ان پر بھی درود ہو اور لشکر عسرہ کے جو سردار تھے ان پر لاکھوں سلام ہوں۔ (دھماکہ صہ ۵۳)

خوب اگر آپ دیوبندیت کی مٹی پلید اور اپنی جہالت آشکارا کرتے رہے تو کسی بریلوی کو آپ کا نوٹس لینے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور و معروف شہرہ آفاق سلام میں یہ شعر سیدنا عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں ہے اور دولت جیش عسرت اس کا واضح ثبوت ہے اور اس شعر سے تھوڑا آگے یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام۔ کی تصریح بھی موجود ہے۔ لیکن چونکہ گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں اترنے والے موتیا کا "فیض" مصنف دھماکہ کی آنکھوں میں بھی گردش کر رہا ہے اس لئے اسے کچھ نظر نہیں آتا اور اپنی جہالت و ابلیسی ذہنیت اور یہودیانہ تحریف سے مسجد نبوی شریف کو قادیانیوں کی مسجد احمدی بنا دیا اور معاذ اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسے پاکباز زاہد و عابد صحابی کو مرزائیوں کی مسجد احمدی کا زاہد قرار دے کر خوب اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا۔

ے چلے گا کب تک یہ جھوٹ کاذب رہے گا کب تک وہ شوخ راغب
بے ہمتو نکلے مگر مصاحب رقیب تو بھی نہیں رہے گا۔

مصنف دھماکہ یہاں تو اعلیحضرت علیہ الرحمۃ پر قادیانی احمدیوں پر سلام بھیجنے کا الزام لگاتا ہے لیکن صہ ۱۳ پر یہ خود ہی اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے قادیانیوں وہابیوں وغیرہ پر فتاویٰ کفر نقل کرتا ہے۔ سچ ہے۔

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

ہاں ہمیں یاد آیا اور ہم مصنف دھماکہ کو اس کی اطلاع دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔

ے مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار (قصائد قاسمی صہ ۸)

امید ہے مصنف دھماکہ یہاں بھی اسی ذہن سے سوچے گا جس ذہن سے زاہد مسجد احمدی کے متعلق سوچا تھا کہ بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب احمدیوں سے

مدد مانگتے رہے ہیں اور وہ قادیانیوں احمدیوں کے سوا کسی کو اپنا حامی و کار نہ سمجھتے تھے

معنیٔ اوّل و آخر

مصنف دھماکہ اپنی بیہودیانہ تحریف کے ذریعہ جوڑ کے تنکے چگتا چگتا صد ۵۴ پر پہنچتا ہے اور سیدنا اعلحضرت قدس سرہ کا شعر۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سرّ عیاں ہوں معنیٔ اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

نقل کر کے لکھتا ہے "مولانا احمد رضا حضور کے آخرالانبیاء ہونے کے اس معنی کو آپ سب سے آخر میں تشریف لائے عوام کا خیال بتانا چاہتے ہیں"

(دھماکہ صد ۵۴)

یہ شعر مصنفِ دھماکہ نے غالباً اپنے ذہن و فکر پر تحذیر الناس کے غلبہ سے متاثر ہو کر دیکھا ہوگا۔ درحقیقت یہ عوام والی عبارت بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کی ہے اور تحذیر الناس صد ۵ پر موجود ہے۔ "اول معنیٔ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں" الخ یہ عبارت سیدی اعلحضرت کے سر تھوپنے کا مقصد تحذیر الناس پر سے علماء عرب و عجم کا فتویٰ کفر اٹھانا اور نانوتوی صاحب کے بڑے بھائی کے ہاتھ مضبوط کرنا ہے مگر اعلحضرت قدس سرہ ایسا کیسے فرما سکتے تھے وہ تو ایسے نظریات پر حکم کفر لگا چکے ہیں ملاحظہ ہو حسام الحرمین شریف اگر اعلحضرت کے بھی معاذ اللہ ایسے عقائد ایسے تھے تو پھر مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کو شہاب ثاقب اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب المہند لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تحذیر الناس کی اس ملعون عبارت کو اعلحضرت کی ضربات قاہرہ سے بچانے کے لئے شہاب ثاقب اور المہند وغیرہ کتب عالم وجود میں آئیں۔ جہاں تک اول و آخر کے معنیٰ کا تعلق ہے ہم اس

پر بہت تفصیل سے لکھ آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل ہونا خلقت کے اعتبار سے اور آخر ہونا بعثت و نبوت کے ظہور کے لحاظ سے مگر مصنف دھماکہ کو یہ بات اس لئے اچھی نہیں لگتی کہ بانی مدرسہ دیوبند صد ۵۔ ہا پر لکھ چکا ہے "مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" یہ ان کے خلاف نہیں چاہتے خواہ احمد رضا دشمنی میں غلام احمد کی سو فیصد تائید ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اسی صد ۵۵ پر مصنف دھماکہ نے مذہبی خودکشی کا ایک اور المیہ بنایا ہے اور جذب الایمان لاہور کے ماہنامہ "رضوان" اور قصور سے شائع شدہ ایک کتاب "چراغ ہدایت" صد ۲۷ کا حوالہ بھی دیا ہے مگر یہ اس وقت صحیح تھا اعلحضرت قدس سرہ کی کسی عبارت سے اشارۃً بھی تحذیر الناس کی عبارات کی تائید ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور پھر مصنف دھماکہ اسے مذہبی خودکشی کا المیہ قرار دینا بھی قادیانیت کی تائید و حمایت ہے کیونکہ جب اس کے نزدیک یہ ثابت ہے اور اس کو یقین کامل ہے کہ معاذ اللہ اعلحضرت کا وہ عقیدہ ہے جو اس نے لکھا اور "رضوان" کے مدیر اور "چراغ ہدایت" کے مصنف نے ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر و مرتد قرار دیا۔ تو یہ مصنف کے نزدیک اگر المیہ (یعنی غمناک واقعہ) ہے تو اس سے سو فیصد مرزائیت کی تائید و حمایت ہے۔ کیونکہ مصنف چراغ ہدایت نے تو خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرنے والے پر فتویٰ کفر المیہ دیا اور مصنف دھماکہ کو اس سے رنج و الم ہوا اور اس نے اس کو المیہ قرار دیا۔ معلوم ہوا اس کے جسم میں قادیانی خون گردش کر رہا ہے جو اسے خاتم النبیین کے معنیٰ میں تحریف کرنے والے پر فتویٰ کفر المیہ نظر آ رہا ہے جوڑ توڑ کا یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ محرف خود اپنا دامن بھی نہیں بچا سکتا۔ اور سنیئے مصنف ڈھماکہ کمال بے حیائی سے لکھتا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ہاں حضور کے سب سے آخری نبی ہونے میں بالذات کچھ فضیلت نہ تھی وہ اس خاتمیت زمانی کو حضور کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں سمجھتے تھے وہ حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضور سے پوچھا ۱۰ اغمم علیک

ان جعلتك اخر الانبیاء۔ کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے سب سے پچھلا نبی کیا؟ عرض کی کہ نہیں اے رب میرے ارشاد فرمایا میں نے انہیں اس لئے سب سے پچھلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں۔

(ملفوظات حصہ سوم صـ۹)

مصنف دھماکہ یہ عبارت کتربیونت کرکے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ہاں حضور سب سے آخری نبی ہونے میں صرف امت کا اعزاز تھا آپ کی اس میں بالذات کچھ فضیلت نہ تھی۔

(دھماکہ صـ۵۵)

مصنف دھماکہ کو معلوم ہونا چاہیئے تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ آخری نبی ہونے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں یہ بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کے عقائد اور ان کی تحذیر الناس کی عبارت ہے اور تحذیر الناس صـ۵-۶ پر موجود ہے۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت اس عبارت ملعونہ اور ایسا اعتقاد رکھنے والے پر حکم کفر واضح کرچکے ہیں۔ ملاحظہ ہو حسام الحرمین مصنف دھماکہ کا اپنے اکابر حتیٰ کہ بانی مدرسہ دیوبند کے عقائد ہمارے اکابر کے ذمہ لگاکر ان کا رد کرنا بے شرمی و ہٹ دھرمی ہے اس سے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مؤقف کی حقانیت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جن عبارات کو مبنی بر انکار ختم نبوت قرار دیا تھا آج اسی گروہ کے لوگ ان کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہونے کا برملا اعتراف کررہے ہیں یہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے مؤقف کی حقانیت و صداقت اور آپ کی زندہ و تابندہ کرامت ہے۔ مصنف دھماکہ نے ملفوظات سے جو عبارت نقل کی ہے اس سے اس مردود عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی اگر خدانخواستہ ہوتی بھی تو یہ الزام اعلیٰحضرت کی بجائے خود حدیث شریف پر عائد ہوتا حدیث شریف کا یہ معنیٰ اور مفہوم ہے اعلیٰحضرت قدس سرہ کا اس کو بیان فرمانا کوئی جرم نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مصنف دھماکہ منکر حدیث بھی ہے کیونکہ وہ اس حوالہ کی ابتداء

میں اس کو حدیث تو تسلیم کررہا ہے لیکن اس میں مذکورہ واقعہ پر اس کا ایمان نہیں۔ اس پر اگر کوئی اعتراض ہے تو اعلیٰحضرت کی بجائے حدیث شریف پر کرے۔ مسلمانوں کو اپنے منکر حدیث ہونے کا بھی یقین دلانے۔ اس سے اس کی باطل مراد پوری نہیں ہوتی۔ اس کے بعد مصنف دھماکہ ہر طرف دھکے کھاکر پھر اسی شعر ؎

انجام ولے آغاز رسالت باشد
اینک گویم تابع عبدالقادر

کی طرف پلٹتا ہے اس کا مفصل جواب پیچھے گذر چکا۔ مصنف دھماکہ اپنی اس بیقراری کے عالم میں فتاویٰ افریقہ صـ۱۴۲ سے بھی ایک عبارت نقل کرتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اس بحث میں لکھتے ہیں کہ "حضور کی صحبت سے سب لوگ نبی ہو سکتے تھے۔ قریب تھا کہ یہ امت ساری کی ساری نبی ہو جائے"

؎ جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم (فتاویٰ افریقہ صـ۱۴۲)

مصنف دھماکہ نے یہاں جھوٹ توڑ کے نانوتوی کھلاڑی کی وراثت اور سیوہائے تحریف و خیانت کا حق نمک ادا کیا ہے اور اپنے منکر حدیث ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ارشاد ۶ چہارم امام احمد و ابن ماجہ و ابو داؤد و طیالسی و ابو یعلیٰ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انہ لم یکن نبی الا لہ دعوۃ قد تنجزھا فی الدنیا وانی قد اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی وانا سید ولد ادم یوم القیامۃ ولا فخر وانا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر ادم فمن دونہ تحت لوائی ولا فخر (ثم ساق حدیث الشفاعۃ الی ان قال) فاذا اراد اللہ [illegible] فنحن الاخرون

الاولون نحن اخرالامم واول من یحاسب فتفرج لنا الامم عن طریقنا فنمضی غرا محجلین من اثر الطہور فیقول الامم کادت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا ۔ (الحدیث)

یعنی ہر نبی کے واسطے ایک دعا تھی کہ وہ دنیا میں کر چکا اور میں نے اپنی دعا روز قیامت کے لئے چھپا رکھی ہے وہ شفاعت ہے میری امت کے واسطے اور میں قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں اور اوّل میں مرقد اطہر سے اٹھوں گا اور کچھ فخر منظور نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور کچھ افتخار نہیں آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب میرے زیر نشان ہوں گے ۔ اور کچھ تفاخر نہیں جب اللہ تعالیٰ خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ۔ منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد اور اُن کی امّت تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اوّل ہم سب امتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے تمام امتیں ہمارے لئے راستہ دیں گی ہم چلیں گے اثرِ وضو سے درخشندہ رخ و تابندہ اعضاء سب امتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ امّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے ۔ ؎

جمال پر توش درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(وصایا ونی افریقہ از اعلیحضرت قدس سرہ)

مصنّف دھاکہ ہے کہ تحریف و خیانت کا دامن کہیں چھوڑتا ہی نہیں ۔ اعلیحضرت قدس سرہ نے ایک مفصّل حدیث شریف جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔ "قریب تھا یہ امّت تو ساری کی ساری انبیاء ہوجائے"۔

یہ الفاظ حدیث شریف کے ہیں جو قیامت کے دن اگلی امتیں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی امّت کے وضو کے اثر سے درخشندہ چہرے دیکھ کر کہیں گی لیکن مصنّف دھاکہ نہ حدیث شریف کا لحاظ کرتا ہے نہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ الفاظ

قیامت کے دن اگلی امتیں کہیں گی ۔ بس اس کا تو ایک نصب العین ہے کہ جھوٹ پر جھوٹ بول کر اعلیحضرت پر الزام تراشی کی جائے ۔ قریب تھا یہ امت ساری کی انبیاء ہو جائے ۔ کی جگہ نبی کر دیا ۔ اور شعر میں جمال پر توش کا جمال ہمنشیں اور ہماں کا ہما بنا دیا اور لکھ دیا کہ مولانا احمد رضا مرزائیوں والا عقیدہ بیان کرتے ہیں ۔ ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

مصنّف دھاکہ نے اپنے اکابر کے عقیدہ انکار ختم نبوت پر پردہ ڈالنے کے لئے سیدی امام اہلسنّت اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی حدائق بخشش اوّل سے یہ رباعی بھی نقل کی ہے ۔ ؎

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم
والخاتم حقکم کے خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

اس رباعی کا ایک ایک لفظ امیریہ ۔ رافضیہ ۔ قادیانیہ ۔ قاسمیہ ۔ تفضیلیہ ۔ الغرض ہر قسم کے منکرین ختم نبوّت کے خرمن باطل پر بجلی گرا رہا ہے مصنّف دھاکہ کی اس شعر کے سمجھنے میں بے بسی قابلِ رحم ہے مصنّف دھاکہ اگرچہ اپنا جاہلانہ انداز ہی میں سہی ہر شعر کی کچھ نہ کچھ الٹی سیدھی تشریح ضرور کرتا ہے لیکن جہاں جہالت اپنے عروج کو پہنچی وہ اس شعر پر ہاتھ نہیں ڈال سکا اور نہ ہی کوئی من گھڑت تشریح کر سکا ۔ البتہ بے حیائی کے عالم میں پھر سہ بارہ وہی شعر نقل کر ڈالا ۔ ؎

انجام وے آغاز رسالت باشد
اینک گوہم تابع عبدالقادر

مصنّف لکھتا ہے افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جو دروازہ اپنے لئے کھولا اور ساری عمر اپنے آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا تابع کہتے

رہے اس میں مرزا غلام احمد نے پیشقدمی کردی وہ داخل ہوگیا اور اعلیحضرت دیکھتے رہ گئے (دھماکہ صـ۲۱۰) مصنف دھماکہ کے ان الفاظ سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ اسے عقیدۂ ختم نبوت سے کوئی دلچسپی نہیں اور اس کا ختم نبوت کا نام لینا ایک فراڈ ہے ورنہ یوں نہ لکھتا افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جو دروازہ اپنے لئے کھولا تھا مرزا غلام احمد نے پیشقدمی کردی اور وہ داخل ہوگیا۔ اگر اس کے نزدیک واقعی مولانا احمد رضا خاں ایسے ہی تھے۔ اور انہوں نے معاذ اللہ اپنے لئے نبوت کا دروازہ کھولا تھا لیکن داخل نہ ہوسکے تو مصنف دھماکہ کو کیوں افسوس ہے۔

وہ خدانخواستہ نبوت کا دعویٰ کردیتے تو ان کو افسوس نہ ہوتا اور یہ خوش ہوتے اور یوں سمجھتے قاسم نانوتوی صاحب کی محنت ٹھکانے لگی۔ اب اس کو افسوس ہے کہ اعلیحضرت اس دروازہ میں کیوں داخل نہیں ہوگئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ خود بھی عقیدۂ ختم نبوت کا کھلا منکر ہے اور یہ اپنے کو لاکھ چھپائے لیکن دل کا بخار زبان و قلم سے ظاہر ہو ہی جاتا ہے

حیاتِ عیسیٰ علیہ السّلام

مصنف دھماکہ نے حسب عادت چور بازاری کرتے ہوئے صـ۵۰۱، ۵۰۵ پر اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے سر پر یہ عقیدہ تھوپا ہے کہ وہ معاذ اللہ وفات مسیح کے قائل ہیں اس کے ثبوت میں اس نے یہ کاریگری دکھائی ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہ کے ملفوظات حصّہ چہارم سے ایک عبارت آگے اور پیچھے سے تراش کر نقل کرڈالی ہے۔ اس کے جواب میں صرف ہم اصل پوری عبارت ہی نقل کرتے ہیں تاکہ اس چور بازاری سے قارئین کرام کو پورا پورا تعارف ہوجائے۔ ملاحظہ ہو۔

عرض:۔ یہ حدیث ہے۔ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی۔

ارشاد:۔ "یہ قادیانی ملعون کا حدیث پر افتراء اور زیادت ہے۔ حدیث میں اتنا ہے لو کان موسیٰ حیا وادرک نبوتی ما وسعہ الا اتباعی۔ اگر موسیٰ زندہ

ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو انہیں کچھ گنجائش نہ ہوتی سوا میری اطاعت کے افتراء بھی کیا اور کمال نہ کیا ان کا مقصود اس افتراء سے وفات مسیح ثابت کرنا ہے اور جب وفات ثابت ہوجائے گی تو ان کے نزدیک نزول نہ ہوگا تو ایک مثل کا نزول ماننا پڑے گا۔ حالانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیوی ہے صحیح حدیث میں ہے۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء نبی اللہ حی یرزق۔ بے شک انبیاء سے زمین پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ دوسری صحیح حدیث میں ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ سب انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے صرف آنی ہے۔ ایک آن کی موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ ضروریات مذہب اہلسنت سے ہے اس کا منکر نہ ہوگا۔ مگر بد مذہب گمراہ تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زندہ ہیں ان کا نزول ممتنع کیونکر ہوگا (پھر فرمایا) "چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی دو آسمان پر سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دو زمین پر سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال حج میں یہ دونوں حضرات جمع ہوجاتے ہیں حج کرتے ہیں۔ ختم حج پر زمزم شریف کا پانی پیتے ہیں کہ وہ پانی ان کو کفایت کرتا ہے۔ سال بھر کے طعام و شراب سے "۔ یہ ہے پوری عبارت جس میں ہر عنوان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت فرمائی ہے اور ایک آن والی بات بھی اگر اور مان بھی لی جائے کے ساتھ جیسے مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں اگر بالفرض اور مان بھی لی جائے صاف بتا رہا ہے کہ مانی نہیں ہے اور پھر چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔ آسمان پر سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا عیسیٰ والسلام کیا یہ مصنف دھماکہ کو نظر نہیں آیا؟ یا اس نے ساری دنیا کو کندھا پکڑ کر

چلنے والا رشید احمد گنگوہی سمجھ لیا تھا۔ ایک آن والی بات بھی محض ممتنع نزول مسیح کے رد میں تھی۔ ممکن ہے مصنف دھماکہ کو اس لئے بری لگی ہو کہ یہ نزول مسیح علیہ السلام کا قائل نہ ہو اور اس سلسلہ میں قادیانیوں کا ہم عقیدہ ہو۔ یا شاید اس نے اس بات کو اس لئے برا محسوس کیا کہ اعلیحضرت نے اپنے ارشاد کے ابتدائیہ مرزائیوں قادیانی طور زل کہہ کر ذکر فرمایا تھا۔ (واللہ اعلم)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار

مصنف دھماکہ سیدی اعلیحضرت قدس سرہ کے حوالوں میں جوڑ توڑ کر کے ان کی وفات کا الزام تھوپتا ہے لیکن ہم ثابت کرتے ہیں کہ دیوبندیوں کے راشٹرپتی ابوالکلام آزاد سابق وزیر تعلیم بھارت حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبی ہی نہیں مانتے وہ لکھتے ہیں۔ "مسیح ناصری کا تبصرہ بیکار ہے۔ وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا کوئی شریعت نہیں لایا۔ اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسویہ کا تابع تھا۔ اس نے خود تصریح کر دی۔" میں توریت کو مٹانے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"۔ رسالہ "الہلال" کلکتہ نمبر ۱۳ چہارشنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۱ھ جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

اب مصنف دھماکہ ہی بتائے کہ جو شخص ایک نبی کی نبوت کا انکار کرے اس کے متعلق صاف صریح حکم شرعی کیا ؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مصنف دھماکہ نے صفحہ ۱۵ پر اصحاب رسول کی برابری کا دعوٰی کی سرخی جمائی اصحاب اور رسول کا اس ماہیانہ انداز میں ذکر کیا ہے۔ اصحاب پر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور رسول کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی۔ یہیں سے اس کے احترام کے نام نہاد دعوٰی کی قلعی کھل جاتی ہے۔ بہر حال اس نے کمال بے حیائی سے وصایا شریف صفحہ ۱۱ پر مولانا حسنین رضا خان صاحب بریلوی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ "اعلیحضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و تقوی کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے"۔

اس کو اس نے اصحاب رسول کی برابری کا دعوٰی کی سرخی کے ساتھ نمایاں طور پر نقل کیا ہے۔ حالانکہ نمونہ اور مظہر کہنے میں ہرگز ہرگز کوئی برابری نہیں۔ نمونہ تو کسی زیادہ چیز کے بہت تھوڑے اور قلیل مقدار حصہ کو کہتے ہیں جو دکھاتے ہیں اس میں برابری کیسے ہو گئی۔ مثلاً ایک بوری میں سے ایک چھٹانک چاول بطور نمونہ کسی کو دکھائے کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ ایک چھٹانک چاول بوری کے برابر ہیں۔ اسی طرح مظہر ظاہر کرنے والا یا ظاہر ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ بلاشبہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مظہر تھے جیسا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا داتا گنج بخش رضی اللہ کے متعلق کہا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

تو کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہ حضرت سرکار داتا صاحب رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ سے برابری کر رہے ہیں۔

بخدی نے جو بھی بات کی بس واہیات کی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برابری کا دعوٰی

آیئے ہم ثابت کرتے ہیں کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب تبلیغی جماعت کے مبلغین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا سمجھتے تھے ملاحظہ ہو

دیو "کسی کو یہ دیکھنا ہو کہ حضرات صحابہ کیسے تھے تو اُن لوگوں (تبلیغی جماعت والوں) کو دیکھ لو"۔

(خدام الدین لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۶ کالم ۱-۲ ۔ از بیان مولوی اشرف علی تھانوی)

دیوبندی حکیم الامت تبلیغی جماعت کے مبلغین کو صحابہ کرام جیسا کیوں نہ کہیں خود جو رسول بن کر "لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" پڑھ کر خود کو متبع سنت ہونا قرار دیتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (الامداد ۸ صفر ۱۳۳۶ھ)

اصحابِ رسُول کی شان میں گستاخی

دھماکہ صفحہ ۵۹ پر بھی اسی عنوان کے تحت لکھا ہے مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں: "زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سُنا کہ اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا۔" اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور کے مالک نے اس گستاخانہ عبارت کو بدل کر وصایا شریف کے جدید ایڈیشن میں یہ لفظ لکھ دیئے ہیں اور زیادہ ہو گیا۔ حاشیہ دھماکہ صفحہ ۵۹۔ چلئے آپ نوری کتب خانہ لاہور کے شائع کردہ وصایا شریف کے جدید ایڈیشن کو نہ مانیئے۔ ہم مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور کے شائع کردہ قدیم ایڈیشن کے وصایا شریف کا نسخہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اس میں یوں لکھا ہے۔

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق زیادہ ہو گیا۔" (ص ۳۱) مصنفِ دھماکہ کو معلوم ہونا چاہیئے چور بازاری سے گستاخیاں ثابت نہیں ہو سکتیں۔ گستاخی یہ ہے کہ خود مصنفِ دھماکہ صفحہ ۵۵ پر معاذ اللہ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قادیانی احمدیوں کی مسجد کا زاہد بتا چکا۔ اور کیوں نہ ہو یہ صحابہ کرام کی توہین کیوں نہ کریں جبکہ ان کا قطبِ عالم مولوی رشید احمد گنگوہی صاف لکھ کر ان کو تسلی دے گیا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے ———— وہ اپنے اس کبیرہ کے باعث سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۶)

ام المومنین حضرت عائشہ کی شان میں گستاخی

لکھتا ہے جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حضرت ام المؤمنین کی شان میں قصیدہ لکھا ہے۔

شعر

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کی بہار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص۳۷)

مصنف نے ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد پہلے سے بڑھ کر نہایت بازاری انداز میں عامیانہ خرافات کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے متعدد جواب ہیں۔

اولاً تو مصنفِ دھماکہ نے اس سرخی کے ذیل کی عبارت میں ان اشعار کو حضرت ام المومنین کی شان میں قصیدہ کہنا بجائے خود بے ادبی گستاخی ہے جب یہ اشعار گستاخی پر مبنی ہیں تو ان کو قصیدہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

ثانیاً مصنفِ دھماکہ اور پوری دنیائے دیوبندیت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حدائق بخشش حصہ سوم کسی بھی سنی عالم کے نزدیک ہرگز معتبر و قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ اس لئے کہ حصہ سوم نہ تو سارے کا سارا سیدی اعلیٰحضرت قدس سرہ کے اشعار مبارکہ کا مجموعہ ہے نہ یہ اعلیٰحضرت نے خود شائع فرمایا نہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں کسی نے لیا بلکہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے وصال شریف کے بعد آپ کے شہزادگان میں سے کسی نے شائع کیا بلکہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے وصال کے تقریباً تیئیس سال بعد غالباً ۱۳۴۲ھ یا اس سے تھوڑا سا آگے پیچھے مدن پورہ بمبئی کے خطیب مولانا قاری محبوب علی خان صاحب مرحوم نے شائع کیا تھا۔ جس میں کچھ کلام اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا اور کچھ دیگر شعراء کا تھا اور دیوبندی وہابیوں کو تو وہم و گمان اور تصورات کی گہرائیوں میں بھی یہ بات نہ تھی۔ سب سے پہلے خطیب اہلِ سنت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی ایڈیٹر پاسبان الٰہ آباد نے مولانا محبوب علی خاں صاحب مرحوم کو اس غلطی پر متنبہ کیا اور ان کے خلاف بمبئی کے ایک ہفت روزہ اخبار میں ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ کو ایک مفصل مضمون شائع کیا اور مولانا محبوب علی خاں صاحب مرحوم نے قبولِ حق کی ایک یادگار قائم فرماتے ہوئے آج سے ۱۲ سال قبل ۱۰ جولائی ۱۹۵۵ء کو اپنا غیر مشروط توبہ نامہ شائع فرمایا ملک بھر میں اس کی اشاعت ہوئی اور مولانا موصوف

کا توبہ نامہ ماہنامہ "سُنی" لکھنؤ اور اخبار "انقلاب" بمبئی میں شائع ہوا۔ حالانکہ ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ ان کی غفلت سے ایسا ہوا۔ انہوں نے مخالفین اہلسنّت ہی کے ایک پریس نابھہ سٹیم پریس نابھہ پٹیالہ میں چھپوایا اور وہ وہاں موجود نہ ہونے کے باعث صحیح طور پر کتابت شدہ کاپیاں نہ دیکھ سکے لیکن یہ علماء اہلسنّت ہی تھے جنہوں نے خود حدائق بخشش حصہ سوم کے ان اشعار پر اعتراض کیا اور غلطی پر توبہ کی مثال قائم کرنے والے بھی اہلسنّت ہی تھے ورنہ کوئی اور ہوتا تو نانوتوی، گنگوہی تھانوی کی وغیرہ کی طرح ضد کرکے بیٹھ جاتا اور اس گستاخی کو عین ایمان ثابت کرنے کے چکر چلاتا۔ مولانا محبوب علی خاں صاحب مرحوم کی توبہ کے بعد آپ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بری الذمہ قرار دیا گیا۔ حدائق بخشش حصہ سوم نہ اعلیٰحضرت کی تصنیف نہ مصنف دھماکہ کے نقل کردہ اشعار اعلیٰحضرت کے اشعار اگر ایسا ہوتا تو دیوبندی مناظرین مولانا مرتضیٰ حسن در بھنگی چاندپوری۔ مولوی عبدالشکور کاکوروی، مولوی منظور سنبھلی وغیرہ ضرور اپنے مناظروں اور کتابوں میں ان گستاخانہ اشعار کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہم مصنف دھماکہ کو چیلنج کرتے ہیں وہ اپنے اکابر علماء و مناظرین کی کوئی ۱۳۴۲ھ سے پہلے کی چھپی ہوئی ایسی تحریر دکھائے جس سے ثابت ہو کہ اکابر دیوبند نے ان کے اشعار پر اعتراض کیا تھا ہم ایک ہزار روپیہ انعام پیش کریں گے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کا اس وقت وجود ہی نہ تھا تو کوئی اعتراض کیسے کرتا۔ دیوبندیوں کو تو جب معلوم ہوا جب مولانا محبوب علی علیہ الرحمۃ کو آستانہ عالیہ رضویہ اور ایڈیٹر پاسبان الہ آباد (جو سُنی بریلوی ہیں) نے اس غلطی پر توجہ دلائی اور انہوں نے ملک بھر میں اپنا توبہ نامہ شائع فرمایا۔ بات دراصل یہ ہے کہ دیوبندی وہابی ان اشعار کو پیش کرکے عوام کی توجہ اپنی گستاخیوں سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں خود ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے صریح گستاخی کی ہے ملاحظہ ہو رسالہ الامداد مطابق ماہ صفر ۱۳۳۵ھ دیوبندی حکیم الامت لکھتے ہیں: "ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر اشرف علی تھانوی کے گھر حضرت عائشہ

آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرا (اشرف علی) کا ذہن معًا اس طرف منتقل ہوا کہ کم سن عورت ہاتھ آئے گی اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا حضور کا سن شریف پچاس سے زائد تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے" (معاذ اللہ) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس گستاخی پر پردہ ڈالنے کے لئے مصنف دھماکہ نے حدائق بخشش حصہ سوم کے وہ اشعار نقل کر ڈالے جس پر مولانا محبوب علی خاں صاحب مرحوم بارہا زبانی و تحریری توبہ فرما چکے ہیں۔ مصنف دھماکہ نے ایک تضاد نامہ بھی صفحہ پر ترتیب دیا ہے جس میں مختلف علماء اہلسنّت کے اس نے اپنے خیال کے مطابق ان اشعار کے بارہ میں پانچ مختلف اقوال نقل کئے ہیں حالانکہ ان میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ مصنف دھماکہ کی توازن بگڑ جانے کی دلیل ہے۔ چار سو بیسی ملاحظہ ہو۔ پہلا قول مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب مدظلہ کا نقل کیا، دوسرا قول مولانا محبوب علی خاں صاحب مرحوم کا نقل کیا، تیسرا قول مولوی منظر اللہ کے نام سے نقل کیا، چوتھا قول بریڈ فورڈ کے بریلوی مولویوں کے ذمہ لگایا۔ لیکن نہ کسی عالم نہ کسی کتاب کا نام لکھا۔ پانچواں قول مفتی مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا اور فتاوی مظہری کا حوالہ دیا اس طرح پانچ مختلف متضاد قول نقل ہو گئے۔ مگر ہم مصنف کی چار سو بیسی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں تیسرا قول اور پانچواں قول جن میں مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کیا وہ دو ہیں۔ عیاری سے ایک کو مولوی منظر اللہ کرکے لکھ دیا اور فتاوی مظہری کا حوالہ اس لئے نہیں دیا کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہو جائے کہ ایک عالم کا قول دوبار لکھ دیا گیا ہے اور دوسری جگہ یعنی پانچواں قول نقل کرتے وقت مولوی منظر اللہ کی بجائے مفتی مظہر اللہ کر کے لکھ دیا اور آپ کے فتاوی مظہری کا حوالہ دے دیا گیا۔ اس طرح پانچ قول بنا دیئے حالانکہ مولوی منظر اللہ صاحب اور مفتی مظہر اللہ صاحب ایک ہی بزرگ ہیں۔ لہذا قول چار رہ گئے۔ اب دیکھئے مصنف نے چوتھا قول بریڈ فورڈ کے بریلوی مولویوں کی تحقیق کے نام سے لکھا لیکن کسی کا نام یا کتاب کا حوالہ

مذکور نہیں لہٰذا یہ جھوٹ و افترا ہے قول تین رہ گئے۔ ۱ مولانا مصطفیٰ رضا خاں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰحضرت کے نہیں ہیں۔

قول ۲ مولوی مظہر اللہ لکھتے ہیں کہ فقیر کو اس میں بھی تامل ہے کہ فاضل بریلوی نے یہ اشعار لکھے ہوں ان کی شان کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مفتی مظہر اللہ صاحب کے اقوال کو دیکھا جائے تو کہیں تضاد نظر نہیں آتا۔ دونوں ہی بزرگ ان اشعار کے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار نہ ہونے کا برملا اعتراف کر رہے ہیں۔ مصنف دھاکہ بتلائے ان دونوں اقوال میں کیا تضاد ہے؟ جب یہ دونوں قول ایک ہی مفہوم و معانی رکھتے ہیں تو تضاد کیسا ماننا پڑے گا بریلوی اور دہلی کے بزرگوں کا ایک بیان ہے۔ اب رہا دوسرا قول ایک ان دونوں بزرگوں کا مشترکہ اور ایک مولانا محبوب علی خاں صاحب کا اس میں بظاہر کچھ تضاد معلوم ہوتا ہے کیونکہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہٗ اور فقیہ اعظم مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰحضرت کے نہیں ہیں اور مولانا محبوب علی خاں صاحب لکھتے ہیں "یہ اشعار اعلیٰحضرت کے بیاض سے نقل کئے" تو یہ ہو سکتا ہے کہ اعلیٰحضرت کے بیاض میں کسی اور کا کلام رکھا ہو یا اعلیٰحضرت نے کسی بدمذہب و بدعقیدہ شخص کے رد کے لئے اپنے قلم سے اس کے اشعار نقل کر کے بیاض میں محفوظ رکھے ہوں اعلیٰحضرت کی بیاض سے نقل کرنے کا یہ مطلب تو نہ ہوگا کہ یہ اشعار حقیقتاً اعلیٰحضرت ہی کے ہیں اور نقل کرنے والا بھی سچا ہے اس لئے کہ اس نے بیاض سے نقل کر لئے۔ بیاض یادداشت کی کاپی کو کہتے ہیں۔ اس میں بطور یادداشت اپنا ہی نہیں دیگر شعراء کا کلام بطور یادداشت لکھا جا سکتا ہے لہٰذا دھاکہ کے صفحہ ۲۶ پر مذکور پانچ اقوال میں کوئی تضاد نہ رہا۔ اور یہ مصنف دھاکہ کی عیاری تھی۔ اس نے خواہ مخواہ تضاد نامہ مرتب کر ڈالا اور عوام کو مغالطہ دینے کی راہ نکالی۔ اور پانچویں قول میں حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا حق ہے کہ "میرے نزدیک زید (مولانا محبوب علی صاحب) بھی اس ناپاک

الزام سے بری ہے" اور وہ مولانا محبوب علی صاحب کے غیر مشروط زبانی و تحریری توبہ نامہ کی اشاعت کے بعد ہے۔ بتائیے توبہ کے بعد کیا الزام باقی رہا؟

اور مصنف دھاکہ کی یہ بھول ہے کہ حصہ سوم حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئی اور آج اس کو ستر سال ہو رہے ہیں۔ حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ یہ ایک تاریخی نام ہے جس کے عدد ابجد کے اعتبار سے ۱۳۲۵ بنتے ہیں یہ سن طباعت نہیں ہے اور پھر اس زمانہ ۱۳۲۵ھ میں مولانا محبوب علی خاں مرحوم تھے ہی کہاں ابھی چند سال قبل ۵۷ سال کی عمر میں ان کا بمبئی میں انتقال ہوا ہے تو انہوں نے ستر سال قبل یہ کتاب کیسے شائع کر دی اگر ایسا ہے تو پھر علماء دیوبند پر اعتراض پڑے گا۔ اگر فی الواقع حدائق بخشش حصہ سوم ۱۳۲۵ھ سے چھپ رہا ہے تو اکابر علماء دیوبند نے اس گستاخی کو گستاخی کیوں نہ قرار دیا۔ ان کی خاموشی اجماع سکوتی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اور مصنف اکابر دیوبند سے یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم کے ان اشعار پر اعتراض کیا ہو یا اس کو گستاخی ٹھہرایا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ حدائق بخشش حصہ سوم اس وقت تھا ہی نہیں اور مصنف دھاکہ کا حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کو صفحہ ۱۶ پہ ان کی ایک عبارت فتاویٰ مظہری سے نقل کر کے یہ کہنا:

"مفتی صاحب! یہ معاملہ صرف یہ گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے" اگرچہ لفظی طور پر بے ربط سی عبارت ہے مگر یہ اس وقت تھا جب وہ بچہ توبہ نہ کرے اور پھر مصنف دھاکہ کا سیدہ عائشہ صدیقہ کو ماں کہنا بھی اس کے اپنے اصول کے مطابق صریح گستاخی ہے۔ کیونکہ صفحہ ۵۲ پر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بابا کہنے کو گستاخی قرار دیا ہے۔

حضور کو بابا کہنا گستاخی ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماں کہنا بھی اس کے اپنے اصول کے مطابق صریح گستاخی ہے اور ناقابل معافی۔ مصنف دھاکہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر گستاخی کا الزام کس طرح عائد کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود

تذبذب میں ہے۔ اور لکھتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے جو پیرایہ بیان حضرت ام المومنین کے لئے یا ام زرع کے لئے اختیار کیا " (دھماکہ صہ ۶۲) جب اس کو قطعی یقین بھی نہیں کہ یہ شعر کس کے متعلق ہیں تو پھر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں گستاخی کا عنوان جمانا شرعاً کس طرح جائز تھا؟

مصنف دھماکہ کو تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم صہ ۳۷ پر یہ شعر کس طرح ہے۔ مصنف دھماکہ لکھتا ہے۔ " تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کی بہار " حالانکہ حدائق بخشش حصہ سوم صہ ۳۷ پر اسطرح ہے۔

؎ تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار

لیکن مصنف دھماکہ اتنا اندھا ہو گیا ہے کہ اسے کچھ پتہ نہیں کیا گھسیٹ رہا ہوں، مصنف دھماکہ کو عبارات میں کتر بیونت کا جو ملکہ تام حاصل ہے اس میں وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ آج غلام قادیانی ہوتا تو اس کی شاگردی کرتا اور یہ فن اس سے ضرور حاصل کرتا لہٰذا مصنف نے اس فن میں خصوصی مہارت کو بروئے کار لاکر دھماکہ کے صہ ۶۲ پر ایک اور عبارت کاٹ چھانٹ کر اس طرح نقل کی ہے اور من مانا مفہوم پہنایا ہے۔ لکھتا ہے مولانا احمد رضا خاں ایک دوسری بحث میں لکھتا ہے۔ اللھم اغفر للمتسرولات۔ اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں۔ غالباً پاجامہ تنگ تھا،

(احکام شریعت حصہ دوم صہ ۲۲۳)

اس پر اپنی معاندانہ حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ " اعلیٰحضرت کو کیسے پتہ چل گیا کہ غالباً پاجامہ تنگ تھا اعلیٰحضرت کی نظر کہاں رہتی تھی ایسے امور کیسے بھانپ لیتی ہے۔ بھلا یہ باتیں کرنے کی ہیں۔ کیا صحابہ کرام کی سیرت کا یہ حضرت مکمل نمونہ تھے "

کاش کہ مصنف دھماکہ یہ عبارت بھی پوری نقل کر دیتا تو جواب کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ بہرحال اس کو اس بات پر اعتراض ہے کہ اعلیٰحضرت کو کیسے پتہ

چل گیا پاجامہ تنگ تھا تو جواباً گذارش ہے ہر شخص بقائمی ہوش وحواس یہ جان سکتا ہے کہ پاجامہ تنگ ہوتا۔ پتلون اور زیادہ تنگ ہوتی ہے۔ شلوار کھلی ہوتی ہے۔ کچھا یا نیکر گھٹنوں سے اوپر تک کی ہوتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ پگڑی بڑی ہوتی ہے رومال چھوٹا ہوتا ہے۔ کرتہ بڑا ہوتا ہے۔ تُبّان چھوٹا ہوتا ہے مگر نہیں جانتا وہ جس کے دماغ میں دیوبند ہو۔ بھلا یہ کون سی غیب کی بات تھی جو مصنف دھماکہ غیر خدا کے لئے شرک مانتا ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ " ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جاتے تھے۔ راہ میں ایک بیوی کا پاؤں پھسلا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور وہ پاجامہ پہنے ہوتے ہے۔ ارشاد فرمایا اللھم اغفر للمتسرولات اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں۔ اور غالباً پاجامہ تنگ تھا۔ اس واسطے اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہبند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا " (احکام شریعت حصہ دوم صہ ۲۲۳) اب اس بے لگام کو کون سمجھائے کہ بھلا یہاں اس قسم کی خاندانی بدزبانی کا کون سا موقعہ تھا؟ کیا دیوبندی مولویوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ پاجامہ تنگ ہوتا ہے؟ پھر کس منہ سے قاسم العلوم اور بحر العلوم بنے پھرتے ہیں۔ یا یہ علوم خمسہ میں سے کوئی ایک تھا جس کا علم وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے؟ وہ بی بی صحابیہ تو ضرور ہوں گی مصنف دھماکہ کہتا ہے اعلیٰحضرت کی نظر کہاں رہتی تھی۔ ایسے امور کو کیسے بھانپ لیتی تھی۔ کیا اس خرافات کی زد اس صحابیہ پر نہیں پڑتی کیا یہ ان صحابیہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کھلی گستاخی نہیں۔

؎ بے حیاؤں کا گلہ کیا ان کو دن بھی رات ہے
جان کے بنتے ہیں گنگوہی یہ کیسی بات ہے

اعلیٰحضرت کی نظر کہاں رہتی تھی شرم اور حیا سے اگر رتی بھر حصہ ملا ہے تو یہ مصنف دھماکہ خود اپنے سے سوال کرے کہ کلیر شریف میں دور دراز سے آنے

والی طوائفوں کو کون دیکھتا تھا ملاحظہ ہو صہ ۴۵ مصنف دھماکہ کو کیسے پتہ چل گیا یہ طوائف دور دراز علاقوں سے آئی ہیں۔ ان سے اس کے کیا تعلقات تھے؟ باہر سے آنے والی طوائفوں کو جاننا اور کلیر کی مقامی طوائفوں کو پہچاننا کسی شریف آدمی کا کام تو نہیں۔

اولیاء کرام کے بارے میں

مصنف دھماکہ نے اس عنوان کے تحت صہ ۶۲ تا صہ ۷۰ یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ بریلوی حضرات اولیاء کرام محبوبانِ خدا کے معاذ اللہ سخت بے ادب گستاخ ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا بیوقوف ہے جو مصنف دھماکہ کے کہنے سے دن کو رات مان لے گا؟ ابھی چند ہی صفحے پہلے خود اپنے ہی قلم سے بریلویوں کے عقائد (۱) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو پیغمبر پر فضیلت دینا (دھماکہ صہ ۵) حضرت یحییٰ منیری کو پیغمبر پر فضیلت دینا (دھماکہ صہ ۵) حضرت جنید بغدادی کو اللہ تعالیٰ پر فضیلت دینا (دھماکہ صہ ۵) کی سرخیاں لگا کر اولیاء کرام کو حد سے بڑھانے کی اور خدا رسول سے ملانے کی گپ مار چکا ہے اور اب صہ ۶۲ سے صہ ۷۰ تک یہ دورہ پڑا ہے کہ معاذ اللہ اولیاء اللہ قدست اسرارہم کے بے ادب گستاخ ہیں اس دروغ گوئی اور تضاد بیانی کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے سچ ہے

ع دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں ہوتا بہر حال اس نے اس سلسلہ میں دیوبندیوں کا عقیدہ مذہب اسلام کی ذیلی سرخی لگا کر یوں بیان کیا ہے۔

اولیاء اللہ کوئی غیب کی خبر دیں تو یہ کرامت ہے (دھماکہ صہ ۶۲)

مصنف دھماکہ کے منہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا زناٹے دار تھپڑ، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں "علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے

خالی نہیں" فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صہ ۳۷) مولوی اسماعیل صاحب دہلوی لکھتے ہیں "پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" (تقویۃ الایمان صہ ۱۰) مصنف دھماکہ وہابی مولویوں کی وکالت کرتا کرتا خود ان ہی کے فتویٰ سے مستند مشرک ہو گیا۔ مصنف دھماکہ نے بریلویوں کی طرف منسوب کر کے جو عقیدہ لکھا ہے اس کی سرخی یہ ہے۔ "اولیاء اللہ کا علم غیب گدھے سے بڑھ کر نہیں" (معاذ اللہ) دراصل مصنف دھماکہ اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی اس صریح بے ادبی و گستاخی پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے جو اس نے حفظ الایمان صہ ۱۰-۱۱ پر حضور سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی اور حرمین شریفین کے اکابر علماء و فقہاء سے فتویٰ کفر و ارتداد کی ڈگری حاصل کی۔ دیکھو حسام الحرمین) تھانوی صاحب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یوں بے ادبی و گستاخی کرتے ہیں۔ "پھر یہ کہ آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان صہ ۱۰-۱۱ شائع کردہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند یوپی) لہٰذا مصنف دھماکہ ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ چہارم صہ ۱۰ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے "بریلوی مذہب میں اولیاء اللہ کا علم غیب گدھے سے بڑھ کر نہیں معاذ اللہ" اس کے تحت ملفوظات سے جو عبارت تین چار ٹکڑے کر کے پیش کی ہے ہم چاہتے ہیں وہ اصل عبارت ہی نقل کر دیں تاکہ بغیر کسی تبصرہ کے اس کی بے ایمانی کا راز فاش ہو جائے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں "ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے تھے آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لئے حاضر خدمت ہوا حضور کے کچھ سیب نذر میں

آئے تھے حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی، اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دیں گے تو جان لوں گا یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے جب اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس وہ چیز ہوتی ہے۔ سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لئے بیان کی کہ اگر سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا" ملفوظات حصّہ چہارم صنا اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ ایک بزرگ ولی اللہ کی حکایت بیان فرمائی کہ ان بزرگ نے بادشاہ سے اس طرح کہا کہ مصر میں ایسا دیکھا اور پھر اس ولی اللہ نے کسر نفسی کے طور پر اپنے لئے یہ کہہ دیا کہ اگر یہ سیب نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور دے دیں تو گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔ مگر مصنف دھماکہ تو پٹی بندھے ہوئے گدھے سے بھی گیا گذرا ہے۔ وہ پٹی بندھے ہوئے بھی جان لیتا تھا کہ کونسی چیز کس کے پاس ہے لیکن مصنف دھماکہ کے کسی نے پٹی بھی نہیں باندھی اسے پھر بھی خبر نہیں کہ اعلیحضرت یہ واقعہ کسی بزرگ ولی اللہ کا نقل فرما رہے ہیں یا خود اپنی طرف سے کچھ کہہ رہے ہیں اور پھر یہ بات تو ان ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی نہیں کی کہ اولیاء اللہ کا علم گدھے سے بڑھ کر نہیں اور اعلیحضرت کے نقل کردہ واقعہ میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں اگر ان ولی اللہ نے اپنے بارے میں بھی کچھ بات کہی تو وہ کسر نفسی کے طور پر کہی جیسا کہ صدر دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب کانگریسی اپنے ننگ کو اسلاف کہتے تھے۔ ملاحظہ ہو سوانح قاسمی حصّہ اوّل صفو ب تقریب۔

لہٰذا دیوبندیوں وہابیوں کو چاہیئے کہ مولوی حسین احمد صاحب کو شیخ الاسلام

اور شیخ الحدیث کی بجائے ننگِ اسلاف سمجھا کریں۔

اس کے بعد مصنف دھماکہ نے صد۹۳ پر توبہ بریلوی مذہب سے ہزار بار توبہ (گویا پہلے بریلوی تھا) لکھنے کے بعد لکھتا ہے۔ "وہ بریلوی مذہب میں پیر کی چارپائی مرید کی بیوی کے پاس ہوتی ہے۔ دلیل کے طور پر سیدی اعلیحضرت قدس سرہٗ کے ملفوظات حصّہ دوم صد۹۳ سے یہ واقعہ نقل کرتا ہے "سیدی احمد سلجماسی کی دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیئے عرض کیا حضور! وہ اس وقت سوتی ہوئی تھی فرمایا وہ سوئی ہوئی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ ہے ہر نظارہ کرتا ہے" (دھماکہ صد۹۳) یہ واقعہ نقل کر کے مصنف دھماکہ نے صد۹۴ پر احکام شریعت حصّہ دوم صد۱۲۴) کا حوالہ عورت بغیر خاوند کی اجازت سے مرید ہو سکتی ہے۔ نقل کر کے میراثیانہ انداز میں بازاری زبان کا مظاہرہ کیا ہے۔ گالیاں دینا اور خرافات بکنا کوئی ایٹمی راز نہیں۔ رنگ برنگی گالیاں جوابی طور پر بھی دی جا سکتی ہیں مگر ہمارا دامن بفضلہٖ تعالیٰ دلائل سے خالی نہیں۔

آئیے ملاحظہ ہو یہ واقعہ سیدنا اعلیحضرت امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الابریز شریف سے نقل فرمایا ہے۔ الابریز فی مناقب سیدی عبدالعزیز علامہ احمد ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک تصنیف ہے جو انہوں نے غوث زماں سیدی حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل میں لکھی ہے اور یہ واقعہ اسی الابریز کے صفحہ ۱۲ پر موجود ہے۔ یہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی کوئی من گھڑت خیالی بات نہیں ہے۔ یاد رہے الابریز شریف وہ مستند ومعتبر کتاب ہے جس کے متعلق دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں "الابریز فی مناقب سیدی عبدالعزیز الدباغ مؤلفہ ابن مبارک فارسی جس

کی تالیف ۱۱۲۹ھ میں شروع ہوئی تھی یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں جس کی بھروسہ کی نقل ہے اور پھر ان کے مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں کہ آفاق عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے

(جمال الاولیاء ص۱۰،۵)

جمال الاولیاء ص۱۰،۵ کے علاوہ مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دیوبندی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور اپنے ایک قلمی تحریری فتویٰ میں مصنف الابریز شریف کے متعلق لکھتے ہیں

الجواب:- یہ مصنف بڑے اولیاء کرام میں سے ہیں۔ اُن کی کتاب "الابریز" معتبر ہے۔ گو میں نے خود دیکھی نہیں مگر مصنف کی جلیل القدر شخصیت سے اس کو صحیح ماننا پڑ رہا ہے۔

(مہر) جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور۔ (دستخط) جمیل احمد تھانوی۔ ۷رشعبان ۹۵ھ۔

اب مصنف دھاکہ اپنا پسندیدہ شعر بچشم اشکبار پڑھے۔

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

بتائیے اس میں سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا کیا قصور تھا جو اس قدر بازاری انداز میں بدزبانی کا مظاہرہ کیا گیا۔ سچ ہے۔

منکروں کی ہے ابوجہلی نگاہ
تجھ کو کیا پہچانیں وہ احمد رضا

مصنف دھاکہ کس طرح اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے منہ آسکتا ہے جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ واقعہ سیدی احمد بجلماسی کا ہے یا سلجماسی کا ہے کیونکہ مصنف دھاکہ نے سلجماسی لکھا ہے اور مسخرہ پن کا مظاہرہ کرنے کے لئے اعلیحضرت کی عبارت میں تصرف کرکے بریکٹ میں بند یہ اضافہ کر دیا کہ ہر نظارہ کرتا ہے، حالانکہ ملفوظات کی

اصل عبارت میں یہ بھی نہیں۔ باقی رہی احکام شریعت حصہ دوم ص۱۶۴ کی بات کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر مرید ہو سکتی ہے۔ اس میں کون سی خرابی ہے؟ دیوبندی مذہب میں نوعمر مریدنی سے نکاح کرنا اور معاذ اللہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تشبیہ دینا تو جائز ہے ملاحظہ ہو (الامداد ماہ صفر ۱۳۳۵ھ) لیکن عورت کا مرید ہونا ناجائز ہے

اولیاء اللہ کا متعدد جگہ موجود ہونا

مصنف دھاکہ نے اپنی جوڑ توڑ کی عادت سے مجبور ہو کر ص۶۵ پہ "اولیاء اللہ کرشن کنہیا کی طرح حاضر و ناظر ہیں" کی سرخی لگا کر الملفوظ حصہ اول سے ایک عبارت کا ایک بے ربط سا ٹکڑا نقل کیا ہے اور لکھا ہے یہ ہے بریلوی مذہب۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی کرشن کنہیا کی طرح حاضر و ناظر نہ مانے پھر آپ اولیاء اللہ کو حاضر و ناظر ماننے کو تیار ہیں یا نہیں؟ مصنف دھاکہ کو عبارات کو کانٹ چھانٹ ن مانے معنی پہنانے میں خصوصی مہارت حاصل ہے اور حد یہ کہ وہ الفاظ تک بدل لینے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔ زیر بحث عبارت ملفوظات حصہ اول سے نقل کی جاتی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ اصل عبارت میں حاضر و ناظر کا لفظ مطلقاً ہے ہی نہیں اور یہ کہ اولیاء اللہ کے متعدد مقامات پر موجود ہونے کا واقعہ سبع سنابل شریف سے نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو "سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی، حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ کیونکر ہو سکے گا۔ شیخ نے فرمایا کرشن کنہیا کافر تھا۔ کئی روز ایک وقت میں ایک سو جگہ موجود ہو گیا فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے؟ یہ ذکر کرکے فرمایا کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں حاشا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے۔ اسرار باطن فہم ظاہر سے وراء ہیں خوض نکرو بیجا ہے۔

(ملفوظات ص۱۲۱)

مصنف دھماکہ نے اپنی روایتی بے ایمانی سے اولیاء اللہ کرشن کنھیا کی طرح حاضر و ناظر ہیں کی سرخی لگا دی۔ بتایئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے اس مفہوم سے کیا تعلق ہے؟ دراصل یہ ان کے اپنے اکابر کی زبان ہے جیسا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب نے لکھا کہ "یہ ہر روز اعادہ ولادت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا مثل ہنود کے سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں" براہین قاطعہ ص۱۴۸ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں "پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے" تقویۃ الایمان ص۱۱ اولیاء اللہ تو اولیاء اللہ مصنف دھماکہ کے اکابر تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عید میلاد کو کرشن کنھیا کی ولادت اور ہنود کے سانگ کی طرح قرار دیتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک مکانوں کی تعظیم کو بھوتوں کے مکانوں کی طرح قرار دیتے ہوئے شرک ٹھہراتے ہیں۔ مصنف دھماکہ نے اولیاء اللہ کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے وہ اس کے اپنے اکابر کی زبان ہے۔ اور اقبال نے صحیح کہا ہے۔

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں
مادرِ زر مادرِ فولاد ، بن سکتی نہیں

مصنف دھماکہ نے ص۹۵ ہی پر ملفوظات حصہ اول ص۹۰ سے ایک اور حوالہ نقل کیا ہے کہ "مرنے کے بعد روح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی اس پر بھی اعلیٰحضرت قدس سرہ نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا حوالہ دیا۔ مگر مصنف دھماکہ کو اندھے پن کے باعث کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی صفحہ ۹۵ پر ہی مصنف دھماکہ نے لکھا ہے یہی بات امام ربانی مجدد الف ثانی نے ایک اور رنگ میں کہی تھی "روح را نسبت با جمیع اَمکنہ با وجود لامکانیت برابر است"

(مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۸۵)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ مصنف دھماکہ نے خود بھی اعتراف کر لیا ہے لیکن کسی اور شرط کی شرط لگائی ہے۔ مگر اس رنگ کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ اس کا اپنا

رنگ زرد پڑتا تھا۔ اس نے خود تو نقل کر دیا۔ لیکن استاذ العلماء مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ انجمن حزب الاحناف لاہور پر محض اس لئے اعتراض کر دیا کہ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چالیس ارشادات کا دیوبندیت وہابیت شکن اشتہار کیوں شائع فرمایا۔ سید صاحب مدظلہ نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے ہی ارشاد کا خلاصہ ہے اور یہی تحقیق صحیح ہے۔ "انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے دور نزدیک نہیں" (مکتوبات شریف۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۴۳) باقی رہا آپ کا علامہ ابو البرکات صاحب کو یہ کہنا کہ مولانا موصوف نے جھوٹ بولنے میں اپنے پیش روؤں کو بھی مات کر دیا ہے۔ آپ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں آپ کے سینکڑوں جھوٹ اس فقیر راقم الحروف نے اور سینکڑوں خیانتیں ظاہر کی ہیں۔ اور پھر آپ سید ابو البرکات صاحب مدظلہ کی کیا پرواہ کریں گے آپ کے مذہب میں تو معاذ اللہ خدا کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہے ملاحظہ ہو یک روزی ص۱۴۵ مصنف مولوی اسماعیل دہلوی و جہد المقل ص۴۳ از مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی۔

اس کے بعد مصنف دھماکہ ص۹۶ پر ملفوظات اول ص۱۲۷ سے ایک عبارت نقل کرنے سے پہلے لکھتا ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ اولیاء کرام ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟ تو آپ نے یہ نہیں کہا کہ خدا چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے بلکہ فرمایا! اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں" اس پر یوں حاشیہ آرائی ہوتی ہے۔ پیش نظر رہے کہ سائل نے صرف چند جگہ ہو سکنے کی قوت کا پوچھا تھا۔ دعوت کا نہ سوال تھا نہ کوئی تذکرہ یہ اعلیٰحضرت کی حکمت کہیئے یا پیش بینی کی اپنی طرف سے دعوت قبول کرنے کی بات کہہ دی" (دھماکہ ص۹۶)

ہم کہتے ہیں کہ اگر اعلیٰحضرت یہ فرما دیتے کہ خدا چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے تو کیا آپ

مان جاتے؟ ہرگز نہیں آپ خدا کے چاہنے اور خدا کے دینے اور بعطائے الٰہی ماننے
کے بھی قائل نہیں۔ جیسا کہ آپ نے دھماکہ ص۳۵ و ص۳۷ پر بعطائے الٰہی کا بھی انکار
کیا ہے پھر آپ یہاں کیسے مان جاتے؟ بہر حال اعلیٰحضرت نے جو کچھ لکھا وہ بعطائے
الٰہی اور خدا کے چاہنے اور خدا کے دینے ہی سے ہے۔ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں جب
بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنیٰ۔ (الامن والعلیٰ ص۱۰۱)

اے ناپاک طائفے کی سنگت والو جب تک ذاتی وعطائی کے فرق پر ایمان
نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے۔ (الامن والعلیٰ ص۱۰۳)

بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں (خالص الاعتقاد ص۳۲) بتائیے
کیا یہ کچھ آپ نے اور آپ کے اکابر نے مان لیا تھا۔ درحقیقت آپ خدا تعالیٰ کی
عطا اور اس کے چاہنے کے بھی منکر ہیں اور یہاں خدا کے چاہنے کی بات محض تکمیل
فیشن کے لئے کر دی۔ ورنہ حقیقت سے اس کو دور کا بھی تعلق نہیں۔

باقی رہا آپ کا عبارت نقل کرنے کا اصل مقصد کہ اولیاء اللہ دس ہزار جگہ موجود
ہو سکتے ہیں یا نہیں تو آپ کو اگر اس کا انکار کرنا تھا تو کسی دلیل سے کرتے مگر آپ
نے عبارت صرف نقل کر دی نہ اس کا انکار کیا نہ اقرار کیا اور دعوت پر مسخرہ پن
سے شیخی بگھارنی شروع کر دی۔ اولیاء اللہ قدست اسرارہم بیک وقت متعدد مقامات
پر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ آئیے اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی
سے پوچھئے۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں

محمد المخضر مجذوب "آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے

اور مصنف دھماکہ نے خود ٹائیٹل کے ورق ص۱ پر کہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا بھی گوارہ
نہ کیا پھر تو ساری کتاب شیطانی مداخلت سے کذب وافتراء کا پلندہ بن گئی۔ صفحہ اول حرف گذارش
احوال واقعی کہیں بھی ابتداء میں بسم اللہ نہیں اور تعارف کے صفحہ پر بھی تعارف کا لفظ پہلے ہے اور
بسم اللہ السمیع العلیم بعد میں تحریر ہے کہ اللہ رحمٰن رحیم ہونے پہ بھی یقین نہیں۔

کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور
کبھی کبھی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے" (جمال الاولیاء ص۱۸۸)
اور لکھتے ہیں محمد الشربینی .... امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے
روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی
اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی۔ اور کچھ بلاد ہند میں تھی اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ
ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی
ضروریں پوری فرما دیتے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام
رکھتے ہیں" (جمال الاولیاء ص۲۰۲) مصنف دھماکہ اب اپنے حکیم الامت سے دریافت
کرے حضرت کا ایک ہی وقت میں تیس شہروں میں اور بلاد مغرب و بلاد ہند و بلاد
تکرور و بلاد عجم کے متعدد شہروں میں بیک وقت موجود ہونا کس طرح ممکن ہے جو
جواب تیس شہروں کی دلیل کے طور پر ہمیں دیا جائے وہی دس ہزار شہروں کی دلیل
کے طور پر ———— ہماری طرف سے ہو
گا۔ رہا دعوت کا معاملہ تو یہ کوئی کھانے کی دعوت کی بات نہیں۔ آپ لوگ بھی اپنے
مولویوں کو جلسہ میں دعوت دیتے ہیں تو وہاں مراد محض کھانا پینا نہیں ہوتا اور پھر
اگر کھانا پینا بھی ہو تو جب وہ تیس جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں کیا کھانا نہیں کھا سکتے۔

اعلیٰحضرت کا دعوت کا لفظ استعمال فرمانا ہر کوئی پیش بینی یا اپنی دعوت
کی بات نہیں۔ بلکہ انہوں نے حضرات اولیاء اللہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ چاہیں
تو دس ہزار جگہ دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ یعنی وہاں تشریف لے جانے کا وعدہ فرما
سکتے ہیں۔ باقی یہ مداریوں کے ڈھکوسلے ہیں کہ کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا دو اور
دو کتنے ہوتے ہیں جواباً فرمایا "چار روٹیاں"۔ بتائیے یہ کون سی بیضاوی شریف میں
لکھا ہے قصہ کہانیوں کے سہارے ہی دیوبندی مذہب کی بنیاد ہے۔

اس کے علاوہ ملفوظات حصہ چہارم ص۸ سے ایک عبارت یہ نقل کی ہے جس
سمجھ لیجئے وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے انسان کے لئے نہیں اور

جو غیر مسلم کے لئے ہو سکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں" اس کو نقل کر کے مصنف دھماکہ نے یہ تأثر دینا چاہا ہے کہ اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر و ناظر جیسے امور جن کو بریلوی مذہب کے پیرو اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں۔ ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے ہاں کیا ہے؟ علم غیب گدھے سے بڑھ کر نہیں اور حاضر و ناظر ہونا کرشن اور کنہیا میں بھی تسلیم کرتے ہیں تعظیم کہاں گئی (دھماکہ ص۶۷)

مصنف دھماکہ نے یہاں تفصیل کے لفظ کا غلط استعمال کیا ہے۔ اس نے ملفوظات حصہ اول ص۱ سے ڈیڑھ سطری عبارت نقل کی ہے اس کو تفصیل بتا رہا ہے حالانکہ کہنا یہ چاہیئے تھا کہ اس حوالہ سے ثابت ہوا قطع نظر اس کے کہ مصنف دھماکہ نے ملفوظات سے جس عبارت کا ٹکڑا نقل کیا ہے اس سے اس کی کوئی باطل مراد پوری نہیں ہوتی اور یہ کہنے ہیں کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ "بس سمجھ لیجئے وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لئے ہو سکتی ہے وہ مسلم کے لئے کمال نہیں" اس عبارت سے یہ تأثر دینا غلط ہے کہ علم غیب حاضر و ہونے کا عقیدہ حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کے لئے کمال نہیں یہ اسوقت ممکن تھا کہ ہمارا عقیدہ مولوی اشرف علی تھانوی کی طرح خدا نخواستہ یہ ہوتا کہ معاذ اللہ بعض علوم غیبیہ میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" حفظ الایمان ص۸ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ گدھے کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء کرام جیسا ہے، یا جتنا ہے۔ مصنف دھماکہ یہ لفظ اعلیحضرت کی کس کتاب سے دکھائے گا اولیاء اللہ کا غیب کی بات کو جان لینا گدھے سے بڑھ کر نہیں" یہ گدھے سے بڑھ کر نہیں کہاں ہے؟ باقی رہا بعض تو وہ خود تھانوی صاحب جملہ حیوانات میں مان رہے ہیں۔ خود مصنف دھماکہ ص۹۲ پر لکھ چکا ہے کہ (اولیاء) جتنی غیب کی خبر دیں وہ قرآن و سنت کا فیض ہے" تو تھانوی صاحب حیوانات میں بھی بعض علم غیب مان رہے ہیں تو لازم آیا یہ عقیدہ

بھی خود مصنف دھماکہ اور اس کے اکابر کا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اہلسنّت کا نہیں ہے۔ اسی طرح اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے کرشن اور کنہیا کو بھی حاضر و ناظر نہیں لکھا یہ لفظ مصنف دھماکہ اگر اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی کتب سے دکھا دے تو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ باقی چند جگہ موجود ہونے کی بات حضرت شیخ فتح محمد صاحب نے لکھی ہے اور اس پر اعتراض کرنے سے پہلے مصنف دھماکہ کو اپنے حکیم الامت پر اعتراض کرنا چاہیئے وہ لکھتا ہے۔ "دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے"
(حفظ الایمان ص۹)

ابلیس تو کرشن اور کنہیا سے بڑھ کر ہے۔ دیو بندیوں کے پیشوا اس میں یہ طاقت مان رہے ہیں تو ہم پر الزام کیسا؟ اور پھر ہمارے اکابر میں سے تو یہ بات کسی نے لکھی ہی نہیں کہ معاذ اللہ گدھے کا علم غیب اولیاء اللہ جیسا یا جتنا ہے یا اولیاء اللہ کا علم غیب گدھے سے بڑھ کر نہیں۔ اور اولیاء اللہ کرشن کنہیا کی طرح حاضر و ناظر ہیں لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

اکھاڑے کی کشتی

مصنف دھماکہ نے ص۴۷ پر ملفوظات اعلیحضرت حصہ چہارم سے ایک عبارت نقل کرنے سے پیشتر اس عبارت کے مفہوم کا حلیہ بگاڑ کر یہ سرخی لگائی ہے کہ اولیاء اللہ میں روحانی طاقت اکھاڑے کی کشتی سے آتی ہے" دیو بندی تو بہت خوش ہوئے پھول گئے کہ مصنف دھماکہ بریلویت کے راز کو پا گیا اب دیو بندیت کی ڈوبتی کشتی کنارے لگ جائے گی انہیں کیا خبر کہ اس برہان الحمقاء نے رہی سہی ناک بھی کٹوا دی۔ ہم ایک ہزار روپیہ اس پر بھی انعام کا اعلان کرتے ہیں کہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی کسی عبارت یا اس کے مفہوم سے اشارۃً بھی یہ بات ثابت ہو کہ "اولیاء اللہ میں روحانی طاقت اکھاڑے کی کشتی سے آتی ہے"

مصنف دھماکہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے تو اس میں حضرت امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشتی لڑنے کا واقعہ ضرور ہے مگر ابتداء میں جو سوال و جواب ملفوظات میں تھا

وہ مصنف دھماکہ چت کر گیا لکھا ہے۔ عرض: حضور کشتی لڑنا جائز ہے یا نہیں۔
ارشاد: "کشتی جس طور پر آجکل لڑی جاتی ہے محمود نہیں۔ اس میں تن پروری ہوتی ہے مجمع عام ہوتا ہے اور اگر اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر کھولے تو حرام ہے۔ ہاں اگر خاص مجمع ہے اور اپنے ہی لوگ ہیں بند مکان میں نماز کی پابندی کے ساتھ بغیر ستر کھولے ہوئے لڑیں تو مضائقہ نہیں۔" عبارت سے یہ الفاظ مصنف دھماکہ حرام خوری کی عادت کے باعث چٹ کر گیا۔ بتایا جائے ان شرائط کے ساتھ کشتی میں کیا حرج ہے۔؟ حضرت کلال رضی اللہ عنہ کشتی لڑتے تھے یا نہیں تو آئیے اس کا فیصلہ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف تھانوی صاحب سے کراتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ "حضرت ممدوح (محمد بابا السماسی) مع اپنی جماعت کے سید امیر کلال کے اکھاڑے پہ گذرے سید امیر کلال صاحب زور کرنے میں مشغول تھے آپ ان کے قریب کھڑے ہو گئے تو ساتھیوں میں سے کسی کے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ (امیر کلال) ایسی بدعت والوں کے پاس کیوں کھڑے ہیں۔ شیخ کو یہ وسوسہ مکشوف ہو گیا فوراً ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان لوگوں میں ایک شخص ایسا ہے کہ اس کی برکت وصحبت سے بہت لوگوں کو نفع پہنچے گا اور بڑے بڑے مدارج حاصل ہوں گے میں اس کو شکار کرنا چاہتا ہوں دفعۃً سید امیر کلال کی نظر حضرت شیخ محمد بابا پہ پڑی نظر کا پڑنا تھا کہ ہاتھوں سے دل نکل گیا۔ الخ (جمال الاولیا صفحہ ۱۵۱) اس عبارت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر کلال رضی اللہ کشتی لڑتے اور زور فرماتے تھے وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ پہ بدعت کا فتوای لگانا اُس وقت بھی بے بصیرت لوگوں کا کام تھا۔"

نانوتوی صاحب نے کشتی دیکھی

ایک پہلوان کشتی گیر جس کا نام بنو تھا۔ دیوبند کا رہنے والا تھا۔ اس شخص کے نام اور کام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عام آدمی تھا لیکن سنیئے بیان کیا گیا ہے کہ دیوبند کے اس مقامی پہلوان بنو نے باہر کے کسی پہلوان

کو پچھاڑ دیا اس خبر سے دیوبند کے باشندوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور دوسروں کے ساتھ صرف یہی نہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی خوشی ہوئی بلکہ راوی کا بیان ہے کہ فرط مسرت سے سیدنا الامام الکبیر (نانوتوی) نے فرمایا کہ ہم بھی بنو کو اور اس کے کرتب کو دیکھیں گے اور یہ بات خیال ہی کی حد تک محدود نہ رہی بلکہ حافظ انوار الحق کی بیٹھک میں اسے (بنو پہلوان) کو بلایا گیا اور بیٹھک کے سامنے کوئی میدان تھا جس سے اکھاڑے کا کام لیا گیا اور بنو پہلوان نے اسی میدان میں کشتی گیری کے کمالات کا مظاہرہ شروع کیا۔ بنو پہلوان کے سب کرتب سیدنا الامام الکبیر نے دیکھے۔ (سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۴۷۸ و ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۰۲)

مذکورہ بالا واقعہ سے جہاں یہ ثابت ہوا نانوتوی صاحب عام قسم کے نام اور عام قسم کے کام والوں کی کشتی دیکھتے تھے وہاں یہ بھی پتہ چلا کہ نانوتوی صاحب کے دماغ میں علاقائی عصبیت کارفرما تھی جبھی تو دیوبند کے بنو پہلوان کے کشتی جیتنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت کلال رضی اللہ عنہ اکھاڑہ کرتے تھے اور مولوی قاسم صاحب نانوتوی بھی عامی قسم کی کشتی دیکھتے تھے۔ تو پھر امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ پہ اعتراض کیا؟

حضرت غوث پاک کی شان میں گستاخی کا الزام

مصنف دھماکہ نے صفحہ ۶۹ پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان رفیع میں گستاخی کا الزام بھی عائد کیا ہے کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اک اصیل نواسنج رہے گا تیرا

(حدائق بخشش اوّل صفحہ ۶)

اس شعر کی تشریح بھی اس کی اپنی زبانی سنیئے "چمن ولایت میں سب

مرغانِ چمن اپنے وقت میں بول کر چپ ہو گئے لیکن آپ ایک ایسے اصیل مرغ ہیں جو چمنستانِ ولایت میں ہمیشہ نواسنجی کرتا رہے گا۔" اس کے بعد لکھتا ہے حضرت پیران پیر کی شان میں یہ الفاظ سخت بے ادبی اور گستاخی کے ہیں۔ بریلویوں کو ان لفظوں سے توبہ کرنی چاہیئے (دھماکہ ص۶۹)

گذارش یہ ہے کہ ساری دنیا اندھی نہیں ہے۔ مصنف دھماکہ ابھی ص۲۸ پر بریلویوں پر حضور غوث پاک کو حد سے بڑھاتے خدا سے ملانے خدائی اختیار غوث پاک کو دینے ص۵۳ و ص۵۲ پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو پیغمبر پر فضیلت دینے کے الزام لگا چکا ہے۔ اور اب اچانک پلٹا کھا کر معاذ اللہ بریلویوں پر حضور غوث پاک کی بے ادبی و گستاخی کے الزام عائد کر کے اپنے آپ کی تکذیب خود کر رہا ہے۔ سچ ہے۔

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

مصنف دھماکہ معیارِ حق تو نہیں کہ جس کو جو کہہ دیا ہو گیا بے ادبی گستاخی کو ایمان کہہ دیا تو ایمان و سلام ہو گیا۔ ایمان و سلام کو ادبی گستاخی قرار دے دیا تو وہ بے ادبی گستاخی ہو گئی۔ بھلا بقائمی ہوش و حواس کون مان لے گا کہ بریلوی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی معاذ اللہ بے ادبی و گستاخی کرتے ہیں۔ حضور غوث پاک کے تمام فضائل و کمالات کے تو یہ خود منکر ہیں اور بے ادبی و گستاخی بریلوی کر رہے ہیں۔

باقی رہا شعر تو اصل شعر میں نہ کوئی بے ادبی ہے۔ نہ اعلیٰحضرت نے غوث پاک کو اصیل مرغ کہا ہے۔ معاذ اللہ یہ مؤلف دھماکہ کی طاقت ہے کہ وہ "اصیل تیرا کو، اصیل تو" سمجھ رہا ہے۔ لہٰذا اپنی خود ساختہ تشریح کی بنا پر بے ادب گستاخ وہ خود ہے اور آئینہ میں اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ پھر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے جو کچھ کہا ہے وہ بھی زبدۃ الآثار شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی بنیاد پر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "ایک دن شیخ ابوالوفا نے حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ جب آپ مرتبۂ کمال کو پہنچیں تو مجھے ضرور یاد رکھیں پھر کہا اے عبدالقادر! ہر پرندہ چہچہا کر خاموش ہو جاتا ہے مگر آپ کا طائرِ روحانیت قیامت تک بولتا رہے گا۔" (زبدۃ الآثار ص۲۲) خود حدائق بخشش کے اس شعر میں لفظ مرغ پر ص۲۱ کے تحت حاشیہ میں یہ حوالہ مذکور ہے کہ سیدی تاج العارفین ابوالوفا قدس سرہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت۔ کل دیك یصیح ویسکت الادیکك فانہ یصیح الی یوم القیامۃ۔ "ہر خروس بانگ کند و خاموش شود جز خروس شما کہ تا قیامت در بانگ است" مگر مؤلف دھماکہ نے بے بصیرتی کے عالم میں جھٹ گستاخی کا فتویٰ دے ڈالا۔ بہرحال یہ اس کا بے ادبی و گستاخی کا من گھڑت اصول ہے چونکہ یہ لوگ بے ادب گستاخ خود ہیں اس لیے حقیقت کا منہ چڑاتے ہوئے اپنی بے ادبیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے دوسروں کو بے ادب گستاخ کہتے ہیں۔

خواجہ غریب نواز اور سلطان محمود غزنوی

چونکہ عامۃ المسلمین کو دھماکہ کے ذریعہ دھوکہ دینا ہی مصنف دھماکہ کا مقصد وحید ہے لہٰذا ملفوظات اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ حصہ اول ص۱۲۸ کے ایک حوالہ سے یہ تاثر دیا ہے کہ چونکہ سلطان محمود غزنوی بھی افغان تھے اور مولانا احمد رضا خاں بھی افغانوں کے بڑہیچ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت اجمیری کی اسلامی خدمات کو نظر انداز کر دیا اور سلطان محمود غزنوی کو ان پر مقدم کیا ملخصاً ص۶۸، ۶۹) لکھتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ "مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حضرت (خواجہ اجمیری) کے اتنے عظیم کردار کا کیسے خون کر دیا۔

عرض: حضور ہندوستان میں اسلام حضرت خواجہ غریب کے وقت سے پھیلا؟

ارشاد: حضرت سے کئی سو برس پہلے اسلام آ گیا تھا۔ مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے سترہ حملے ہندوستان پر کئے۔" (ملفوظات حصہ اول ص۱۲۸)

بتائیے سرکار اعلیحضرت کے ارشاد مبارک میں کسی کی خدمات کو گھٹانے بڑھانے کا کہاں ذکر ہے؟ اسلام کے آنے یا پھیلنے کا ذکر ہے مصنف ڈھاکہ نے یہاں بے مقصد لفاظی سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ "سائل اسلام کے آنے کا نہیں پھیلنے کا پوچھ رہا ہے مگر اعلیحضرت سوال بڑی حکمت سے کاٹ رہے ہیں" (ڈھاکہ صلا۱۶۹) اب اس عقل کے دشمن کو کون سمجھائے اسلام کے آنے اور پھیلنے میں کیا فرق ہے اسلام کا آنا ہی تو اسلام کا پھیلنا ہے۔

باقی رہا یہ کہ مصنف ڈھاکہ نے صلاٹ پر لکھا ہے کہ "اعلیحضرت کا یہ کہنا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری سے کئی سو برس پہلے اسلام ہندوستان میں آ گیا تھا غلط ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا تاریخی مطالعہ بہت کمزور تھا۔ سلطان محمود غزنوی آپ سے کئی سو برس پہلے نہیں صرف دو سو برس پہلے آئے تھے" مصنف ڈھاکہ جمع اور واحد کے فرق کو نہیں سمجھتا ایک سے زائد پر کئی کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور دو سو سال پہلے آنے کا تو یہ خود بھی اعتراف کر رہا ہے تو اس نے اپنے ہی اصول کے مطابق دو سو سال پہلے کہہ کر حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ کی خدمات کا اعتراف کر لیا مصنف ڈھاکہ کی بے حیائی ملاحظہ ہو لکھتا ہے "سلطان محمود غزنوی آپ (خواجہ اجمیری) سے کئی سو سال نہیں صرف دو سو سال پہلے آئے تھے دو سو سال تو اس کے نزدیک صرف ہیں اور جب اس نے کوئی اپنی بات بنانی ہو تو پچاس کو عرصۂ دراز لکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو صلا "ان کے سہارے نصف صدی سے مسلمانوں کی تفریق جاری ہے اور سنی بریلوی اختلافات کے محاذ پر عرصہ دراز سے جنگ لڑی جا رہی ہے" یہاں پچاس سال عرصہ دراز ہو گئے۔ وہاں دو سو سال صرف ہو گئے۔

دوہرا مکان بنایا ہے رہنے کو یار نے
آیا جو میں ادھر وہ ادھر سے نکل گئے،

سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ کو تو اپنے آقا سلطان الہند خواجہ غریب النواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات سے کوئی عناد نہیں البتہ اس بے مقصد

زبان درازی سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ مصنف ڈھاکہ کو مجاہد اسلام سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ سے ضرور ضرور عناد ہے اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک تو وہ سیدنا اعلیحضرت کی طرح افغان تھے۔ لیکن دوسری وجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور نہایت اہم ہے اس کا انکشاف ہمیں "نوائے وقت" لاہور ۵ ر فروری ۱۹۷۶ء کی اشاعت بلی سے خصوصی ایڈیشن کے صفحۂ اول سے ہوا جس میں لکھا تھا کہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سومنات پر جو آخری ۱۷ واں حملہ کیا تو حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے خرقہ مبارکہ کے وسیلہ سے دعا کی تھی۔

اصل عناد یہ ہے یا پھر مصنف ڈھاکہ کا نگرسی و سومناتی ذہنیت کا ہے چونکہ دیوبند ہندو کانگریس کا گڑھ رہا ہے ہندوؤں اور دیوبندیوں کے خصوصی باہمی روابط ہیں اس لئے اس کو سومنات جیسے ہندوؤں کے مرکزی بتکدہ کی تسخیر کا صدمہ ہے مجاہد اسلام سلطان محمود غزنوی کی دشمنی سے ہندوؤں کا حق نمک ادا کرتا ہے اور پھر مصنف ڈھاکہ اور دیوبندی دھرم کا حضرت سلطان الہند خواجہ غریب النواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات جلیلہ اور آپ کے مذہب و مسلک سے کیا تعلق؟ مصنف ڈھاکہ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر ایمان رکھتا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

کیا مصنف ڈھاکہ سیدنا داتا صاحب علیہ الرحمۃ کو خواجہ صاحب اجمیری قدس سرہ کی طرح گنج بخش اور مظہر نور خدا مانتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر خواجہ علیہ الرحمۃ کے نام پر یہ فراڈ کیسا؟

مصنف ڈھاکہ نے صلا۹ پر ملفوظات سے ایک یہ عبارت بھی نقل کی ہے: "ایک بار میں نے (خواب) دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے بہت نفیس اور اونچی بھی تھی والد ماجد نے پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا۔ گیارہ درجے تک ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔" (ملفوظات اول صہ۶۵) اس پر یہ حاشیہ آرائی ہوئی

کہ کیا پہلے گیارہ درجے طے کرنے میں خدا تعالیٰ کا دخل نہ تھا وغیرہ ذالک من الخرافات۔ نامعلوم کس شیطان نے اس کے کان میں یہ پھونک دیا کہ پہلے گیارہ درجوں میں اللہ تعالیٰ کا دخل نہ تھا۔ شاید مصنّف دھماکہ نے اپنے والد سے بھی کہا ہوگا کہ کیا خدا تعالیٰ مجھے بغیر تیرے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا کیوں تم نے نکاح کیا اور خدا کو بے دخل کر دیا۔ (معاذ اللہ)

ہر اک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

حالانکہ اس عبارت میں ہی اس کا جواب ہے اور آخر میں صاف لکھا ہے میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی شان میں گستاخی کا افترا

ص۲۰ پر امام ربانی مجدد الف ثانی ص۱۹۲ علیہ الرحمۃ کی شان میں گستاخی کا افترا باندھتے ہوئے مصنّف دھماکہ لکھتا ہے۔ "مولانا احمد رضا خاں جہاں بھی مجدد الف کا ذکر کرتے ہیں انہیں مسلمانوں کے مسلم پیشوا، اور بزرگ کے طور پر نہیں صرف خاندان دہلی (حضرت شاہ اسماعیل شہید کے خاندان) کے پیشوا کی حقیقت میں ذکر کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ ص۱۳ پر یوں ذکر کرتے ہیں "تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت الخ اور کہیں حضرت امام ربانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھتے نقشبندی سلسلے سے مولانا احمد رضا کو یہ بغض کیوں ہے ایک جگہ لکھتے ہیں کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شخص کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا۔

(ملفوظات حصہ سوم ص۲۰ دھماکہ ص۲۰)

مصنّف دھماکہ چاروں سلسلوں کے مختلف بزرگوں کی اس طرح من گھڑت گستاخیوں کا الزام لگا کر غالباً اہلسنّت کے تمام روحانی طبقوں میں اسی طرح کی منافرت پھیلا کر

تخریب کاری کرنا چاہتا ہے جس طرح ملک کے اندر ملک دشمن چاروں صوبوں کے برادر عوام میں صوبائی عصبیت و منافرت پھیلا کر تخریب کاری کر رہے ہیں مگر اس طرح مصنّف دھماکہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوگا۔ مصنّف دھماکہ کا یہ اپنا منفرد اسلوب تحریر ہے کہ وہ جوڑ توڑ سے انوکھا مطلب نکالتا ہے اور سراسر غلط تاثر دے کر تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ کی گستاخیوں کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ مصنّف دھماکہ کا یہ کہنا کہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ذکر مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور بزرگ کے طور پر نہیں کرتے صرف خاندان دہلی کے پیشوا کی حیثیت میں ذکر کرتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ خود مصنّف دھماکہ کے نزدیک تمام خاندان دہلی و مولوی اسماعیل صاحب قتیل مسلمان نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نے خاندان دہلی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کو مسلمانوں سے الگ کر کے ان کا مسلمانوں کے مقابلہ میں علیحدہ ذکر کیا ہے۔ مصنّف دھماکہ نے اوپر جو الکوکبۃ الشہابیۃ ص۱۳ اور ملفوظات حصہ سوم کی عبارات نقل کی ہیں ان میں اگرچہ خاندان دہلی کے آقائے نعمت وغیرہ مذکور ہے۔ لیکن اس کے باوجود مجدد الف ثانی بھی ہے اور امام ربانی بھی ہے۔ مصنّف دھماکہ بتائے کہ کیا اعلیحضرت نے کبھی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو مجدد اور مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو امام ربانی لکھا ہے؟ اس لئے کہ ان کو مانتے ہی نہیں تو لکھنا کیسا؟ اور مختلف مقامات پر حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کو امام ربانی بھی تحریر فرمایا اور مجدد الف ثانی بھی تو یہیں سے ثابت ہے کہ وہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کو اکابر اہلسنّت میں شمار فرماتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ ان دو حوالہ بالا کتب میں بھی رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا۔ تو یہ اتفاقی صورت ہو سکتی ہے، رحمۃ اللہ علیہ تو خود مصنّف دھماکہ نے بھی نہیں لکھا صرف رح پر اکتفا کیا جس کا کوئی مقصد نہیں اور مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کو رضی اللہ تعالیٰ لکھنے کے دیوبندی وہابی سراسر مخالف ہیں۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے کلام میں اگرچہ اس کی جگہ رحمۃ اللہ علیہ استعمال نہیں ہوا۔ لیکن یہ دیکھئے حسام الحرمین شریف ص۶۴ پر صاف لکھا ہے کہ "حضرت شیخ مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ (بلفظہ) بتایا جائے کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی معاذ اللہ کسی بغض و دشمن کو کہا جاتا ہے۔؟ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے بلاشبہ سنت کی حمایت کی اور بدعت کی مخالفت میں اہم کردار ادا فرمایا لیکن وہ دیوبندیوں وہابیوں کی طرح من گھڑت بدعات ایجاد نہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کو بات بات پر ناحق بدعتی بھی قرار دیتے تھے۔ اور پھر مصنف دھماکہ خود کون سا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو مانتا ہے آپ کے ایک ارشاد مبارک سے انحراف کرتے ہوئے اسی دھماکہ ص۹۵ پر لکھتا ہے۔ "یہی بات امام ربانی مجدد الف ثانی نے ایک اور رنگ میں کہی تھی"۔ نہ ماننے کے ہزار بہانے یہاں صاف انکار کرنے کی بجائے اور رنگ کی قید لگا دی۔ امام ربانی علیہ الرحمۃ نے تو گویا کچھ سمجھا ہی نہیں یہ ان سے زیادہ علم اور وسعت معلومات کے حامل اور علمی وروحانی گہرائی کو جاننے والے ہیں اس لئے آپ کے ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں صاف انکار کردیا۔ رہا یہ کہ اعلیحضرت قدس سرہ نے تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت کہہ کر ذکر فرمایا تو اس سے مراد صرف مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان ہی نہیں مولانا شاہ عبدالعزیز اور آپ کا دیگر خاندان مراد ہے اور بالخصوص خاندان دہلی کے آقائے نعمت لکھتے فرمایا کہ خاندان دہلی میں سے بعد کے لوگ مثل مولوی اسماعیل صاحب اپنے اکابر کے طریقہ و مسلک کو چھوڑ گئے تھے۔ اور کتاب التوحید کی طرف مائل ہو کر وہابی ہو گئے تھے اس لئے اعلیحضرت نے اتمام محبت کے طور پر تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت لکھتے یا فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اسی طرح اعلیحضرت کا یہ کہنا بھی کوئی بری بات نہیں۔ کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ (غوث اعظم رضی اللہ عنہ) کے غلام ہیں تو یہ ٹھیک ہے چاروں روحانی سلسلوں کے لوگ قواعد طریقت میں اپنے اپنے شیخ کی طرف رجوع کرتے ہیں اعلیحضرت قدس سرہ نے منع تو نہ فرمایا کہ کوئی مجددی حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے اقوال سے استدلال نہ کرے۔ سیدنا اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے نہ حضرت مجدد

صاحب علیہ الرحمۃ پر طنز کی نہ آپ کی غلطیاں نکالیں نہ آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے کوئی عناد یہ سب ابلیسی اور شیطانی رجحانات ہیں بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو دوسرے تین روحانی سلسلوں سے ملاتے ہوئے اعلیحضرت علیہ الرحمۃ یوں ارشاد فرماتے ہیں

؎

یہ چشتی سہروردی نقشبندی

ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث

خود سیدنا اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کو چاروں روحانی سلسلوں میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ وہ اپنے شیخ خاندان کے سجادہ نشین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مدح میں لکھتے ہیں

؎

سہروردی نشیں ہے نقش مرادوں کا فیض ہے

مولا کے نقشبند ہے نام ابوالحسین ؒ

دیوبندی حکیم الامت کا مسلک مجدد الف ثانی سے انحراف

مصنف دھماکہ کا اقوال امام ربانی سے انحراف تو دھماکہ ص۸۵ کے حوالہ سے گزرا۔ اب وہابیوں، دیوبندیوں کے عظیم پیشوا اور حکیم الامت مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کی سنئے لکھتا ہے۔ "تصور شیخ کا مسئلہ تم سبھی کو نہیں لگا اس سے طبیعت الجھتی ہے بلکہ اچٹتی ہے۔ میں صرف حرمت کا فتویٰ تو نہیں دیتا یہ تو مولانا (اسماعیل شہید) رحمۃ اللہ علیہ ہی کا منصب تھا مگر ایسا حلال سمجھتا ہوں جیسے اوجھڑی کو حلال سمجھتا ہوں مگر کھا نہیں سکتا۔ پس اسی درجہ میں سمجھتا ہوں تصور شیخ کو گو حضرت مجدد صاحب نے اس کے نافع اور محمود ہونے پر بڑا زور دیا ہے مگر میں امر فطری کو کیا کروں"۔ (الافاضات الیومیہ حصہ چہارم ص۹۳) تھانوی صاحب کے اس بیان سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ کہ دیوبندی حکیم الامت اس امر کو اوجھڑی کی طرح سمجھتے ہیں جیسے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

نافع ومحمود بتا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا دیوبندیوں وہابیوں کے عقائد اور امام ربانی علیہ الرحمۃ کے عقائد و معمولات میں دن رات بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ لوگ آپ کے مبارک اقوال وارشادات کو نافع ومحمود ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اوجھڑی کی طرح سمجھتے ہیں۔ دوم یہ کہ جیسا کہ اعلیٰحضرت نے مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد باطلہ کو مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے عقائد مبارکہ سے مختلف و متصادم ثابت کیا اسی طرح مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی صاف لکھ دیا کہ صاحب تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل دہلوی بھی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے عقائد مبارکہ سے اختلاف رکھتا تھا اور آپ کے اقوال وارشادات (تصور شیخ وغیرہ) کو حرام قرار دیتا تھا۔ مولوی اشرف علی نے اپنے لئے درمیانی جگہ (اوجھڑی والی) تلاش کی ہے۔ بہرحال اتنا ثابت ہو گیا کہ وہابیوں دیوبندیوں کے دو عظیم پیشوا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے عقائد مبارکہ و مسلک حقہ کے مختلف عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے عقائد و معمولات کو حرام اور اوجھڑی کی طرح قرار دیتے ہیں۔ اب مصنف دھماکہ بتائے کہ سب مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور نقشبندی حضرات کے پیر و مرشد حضرت امام ربانی کی غلطیاں نکالنے والے اور ان پر طنز کرنے والے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ ہیں۔ یا دیوبندی حکیم الامت اور نام نہاد تقویۃ الایمانی شہید اسماعیل دہلوی؟

یہاں تھانوی صاحب نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ انہیں بزرگان دین سے اختلاف ہوتا ہے مگر امری فطری کو کیا کروں۔ دیوبندی حکیم الامت کے ان الفاظ پر بار بار غور کیجئے دھماکہ صفحہ ۲ پر بیت اللہ شریف اور حرم نبوی شریف پر کفار کے قبضے کے امکان پر بحث کی گئی ہے۔ اس کا مفصل و مدلل جواب ابتدائی اوراق میں گزر چکا وہاں ملاحظہ ہو صفحہ ۲ پر ملفوظات اول صفحہ ۱۱۲ کی عبارت کا ایک یہ ٹکڑا نقل کیا گیا ہے۔

"شائد ۱۸۳۷ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے"

نیچے لکھا ہے۔ "خدا کرے اعلیٰحضرت کی یہ تمنا پوری نہ ہو" الخ (دھماکہ صفحہ ۲)

مذکورہ بالا ٹکڑا عبارت یہ بتا رہا تھا کہ اس میں ضرور بے ایمانی کی گئی ہے لیکن پھر بھی ہم نے احتیاطاً ملفوظات شریف سے اس کی مطابقت کی تو اسکی جعلسازی کا راز عیاں ہو گیا۔ اصل عبارت یہ ہے۔ "ایک سائل عرض کرتا ہے "قیامت کب ہو گی اور ظہور امام مہدی کب"؟

اعلیٰحضرت ارشاد فرماتے ہیں قیامت کب ہو گی اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، چند سطور آگے فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علماء کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا (الکشف عن تجاوز ھذہ الامۃ بالالف۔ اس رسالہ میں ثابت کیا کہ یہ امت سنہ ۱۵۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

(پھر چند سطور بعد فرماتے ہیں) امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شائد سنہ ۱۸۳۷ھ کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے۔ اور سنہ ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں"۔

یہ ہے پوری بات اس میں یہ واضح ہے کہ بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گزرتا ہے (یہ بات قطعی اور یقینی نہیں) اور اصل عبارت میں شائد کا لفظ بھی موجود ہے جو مصنف دھماکہ کو اندھے پن کی وجہ سے نظر نہیں آتا اور اعلیٰحضرت نے یہ شائد کے ساتھ بھی اپنی طرف سے نہیں فرمایا بلکہ دو صفحے آگے واضح طور پر تصریح فرما دی کہ میں نے یہ دونوں وقت (سنہ ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا بڑھنا اور سنہ ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں ——— اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ الیقظ فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ (لا اقول الیقظ العجوبیۃ بل الیقظ الجفریۃ۔ میں نے اس الیقظ جفری سے جو حساب کیا تو سنہ ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور

انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ کے ظہور امام مہدی کے اخذ کئے ہیں وہ فرماتے ہیں ؎ اذا دا ء الزمان علی حروف

ببسم اللہ فالمہدی قاما

ویخرج فی الحطیم عقیب صوما

الا فاقراہ من عندی سلاما

ان باتوں کو سمجھنے اور جاننے میں مصنف دھاکہ کا مبلغ علم آڑے آتا ہے اس لئے وہ اعتراض کرنے میں حق بجانب ہے جو ان باتوں کی گرد تک کو نہیں پہنچ سکتا وہ ضرور اعتراض کرتے۔ بہر حال اتنا واضح ہے کہ اعلیٰحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام سے ماخوذ و منقول ہے۔ مصنف دھاکہ کا یہ کہنا خدا کرے اعلیٰحضرت کی یہ تمنا پوری نہ ہو۔ ایسا ہی ہے جیسا وہ یہ دعا کرے کہ خدا کرے امام مہدی ظہور نہ فرمائیں۔ خدا کرے قیامت نہ آئے۔ شاید ان باتوں سے اس لئے ڈرتا ہے کہ سلطنت اسلامی نہ رہے تو امام مہدی رضی اللہ عنہ ضرور آئیں گے اور اسلام پھیلائیں گے۔ امام مہدی آگئے تو قیامت بھی آئے گی قیامت آگئی تو حساب کتاب بھی ہوگا ان گستاخیوں کی عبرتناک سزا بھی ملے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی دعا کا پہلے ہی بند باندھ دیا کہ خدا کرے اعلیٰحضرت کی یہ تمنا پوری نہ ہو۔

اس عنوان کے تحت | **بریلوی عقیدہ کہ بیت اللہ شریف مجرا کرتا ہے**

دیوبندی جہالت کا ایک اور نمونہ منظر عام پر آتا ہے۔ لکھتا ہے۔ "مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بیت اللہ شریف کو کیسے مکروہ انداز میں بتوں کے ساتھ ملایا ہے لکھتے ہیں۔ ؎ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

اسی پر اکتفا نہیں بلکہ مولانا نے عرش اعلیٰ کے لئے بھی مجرے کا

لفظ استعمال کیا ہے۔ ؎

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا

یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

(حدائق اوّل ص۲۰ و ص۱۱۲)

عظمت شان رسالت کا یہ دشمن یہ وہابی جاہل کیا جانے شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۷ پر لکھتے ہیں۔ حضرت عبد المطلب سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ شب ولادت کعبہ شریف کے پاس تھا۔ جب آدھی رات ہوئی میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ میں گرا اور کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مُحَمَّدُ الْمُصْطَفٰی

بیت اللہ شریف کا ولادت باسعادت کے وقت مجرا کرنا (جھکنا) اور بتوں کا تھر تھرا کر گرنا ایک بات نہیں مگر دیوبندی جاہل ایک ہی لاٹھی سے دونوں کو ہانک رہا ہے اس کو مجرا کا معنی بھی معلوم نہیں کاش یہ کوئی لغت کی کتاب دیکھ لیتا تو یہ جاہلانہ اعتراض نہ کرتا۔ ملاحظہ ہو فیروز اللغات ص۵۹۱ مجرا کے متعدد معنی لکھے ہیں جن میں آداب بادیا نیز بھی ہے۔ اور وضاحت کے طور پر لکھا ہے "مرثیہ رباعی یا غزل یا قصیدے یا قطعے کی طرز پر کہا جاتا ہے۔ احکام شریعت حصہ دوم ص۲۲۳ سے یہ عبارت نقل کرتا ہے "نصرانی و یہودی دونوں کافر ہیں کہ ایک محبوبان خدا کی محبت میں اور دوسرے عداوت میں۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ اور نصاریٰ کو ضَالِّیْنَ فرمایا۔ یہی وجہ ہے آج روئے زمین پر کوئی ہوتی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک پٹیہ بھی نہیں مختلفاً" اس سے مصنف دھاکہ نے یہ تاثر دیا ہے کہ اسرائیل یہودیوں کی حکومت ہے اور سعودی عرب میں انہیں لوگوں کا قبضہ ہے جو اعلیٰحضرت کے فلسفہ شریعت میں ایک پٹیہ کے بھی مالک نہ تھے۔

اسرائیل اور وہابیہ کی حکومتوں کے قیام سے مصنف دھماکہ کو بہت بڑی خوشی ہوئی اس لئے کہ معاذ اللہ اس کے خیال میں اعلیحضرت معاذ اللہ جھوٹے ہو گئے۔ مگر اعلیحضرت نے یہ فرمایا ہی کب تھا کہ قیام قیامت یہودیوں اور وہابیوں کی حکومت ہوگی ہی نہیں بلکہ وہ تو صاف فرما گئے ہیں جس کا مصنف دھماکہ کو ص۲۷ پر اعتراف ہے شاید ۱۸۴۳ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے گی پھر امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اسلام پھیلائیں گے اور دنیا میں ہر جگہ اسلام کا بول بالا ہوگا۔ ہاں اعلیحضرت کے زمانہ میں یہودیوں اور وہابیوں کی حکومت نہ تھی یہ صحیح ہے اور اس کا اعتراف خود مصنف دھماکہ کو ہے وہ خود لکھتا ہے۔

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وقت میں نہ اسرائیل کی حکومت تھی نہ حرمین شریفین پر اہل نجد کا قبضہ" (دھماکہ ص۲۷)۔ تو پھر تنازعہ کیا ہے بات ختم ہوئی۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے قیام قیامت تک کے لئے تو یہ دعویٰ نہ فرمایا۔ بہر حال اس نے اپنے اس مضمون میں یہ تسلیم کر لیا حرمین شریفین پر اہل نجد کا قبضہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے بعد ہوا ہے۔ یہ قبضہ والی بات بھی عجیب ہے اور مصنف دھماکہ کے مسلک کے منافی کیونکہ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں تو اللہ کی عطا سے شفا دینا، رزق دینا وغیرہ بھی نہیں مانتا ملاحظہ ہو۔ دھماکہ ص۳۷، ۸۰ اور پورے سعودی عرب کو اہل نجد کے قبضہ میں مانتا ہے اور بعطاء الٰہی بھی نہیں کہتا تعجب ہے حرمین شریفین پر تو اہل نجد کا قبضہ مانتے ہیں لیکن تقویۃ الایمان میں ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۴۷)

بتایا جائے سعودی عرب میں اہل نجد کو کچھ اختیار حاصل ہیں یا نہیں اور وہاں سیاہ و سفید کے مختار ہیں یا نہیں۔؟

اس کے مطلع میں لفظ مجرا یا سلام لایا جاتا ہے اور مجرا کرنا کے معنیٰ میں آداب بجا لانا بھی لکھا ہے لیکن یہ اپنی جاہلانہ حماقت سے اعتراض کر رہا ہے یہ اس لئے

کہ ان کے ہاں آداب بجا لانا اچھی بات نہیں۔ تھانوی صاحب نے لکھا ہے۔ "وہابی کے معنیٰ ہیں بے ادب با ایمان" الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص۳۳ اگر یہ ہر بات میں بے ادبی و گستاخی نہ کریں تو انہیں ایمان نصیب نہ ہو۔ مصنف دھماکہ نے دوسرے شعر کا مصرعہ ثانی بھی غلط لکھا ہے کہ آنکھیں نہیں بلکہ یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا۔

مدینہ شریف کو علی پور سے ملا دینا

ص۳۲ پر اس سرخی کے تحت لکھتا ہے۔

؎ مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی
ادھر آؤ تو اچھا ہے اُدھر جاؤ تو اچھا ہے

یہ ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے مصنف دھماکہ کا بغض و عناد علی پور شریف میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہی کے ایک جلیل القدر بزرگ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری محو استراحت ہیں۔ مصنف دھماکہ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ علی پور شریف تو بلاشبہ مدینہ شریف سے ملا ہوا ہے کیا مصنف دھماکہ علی پور شریف کو نجد سے ملانا چاہتا ہے؟ شعر کا مطلب واضح ہے اور اس میں کوئی ایسی خرابی نہیں البتہ خرابی ہے تو اس میں ہے جو دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے کہا اور مولوی رشید احمد صاحب کے وطن گنگوہ کو کعبہ شریف سے بڑھایا۔

؎ پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی (مرثیہ ص۱۱)

کیا کعبہ شریف میں عرفانی ذوق و شوق نہیں تھا جو کعبہ شریف میں گنگوہ کا راستہ دریافت کرنا پڑا، اس کا واضح مطلب تو یہ ہوا کہ انکی نظر میں کعبہ شریف سے بڑھ کر گنگوہ کی قدر و منزلت ہے۔

★

اسرائیل اور وہابیہ کی حکومتوں کے انکار کا دعویٰ

اس عنوان کے تحت

زنگا رنگ لن ترانیاں ہانکنے کے بعد مصنف دھاکہ صد ۲۴۹ پر "اعلیحضرت کے جھوٹ" کے زیر عنوان لکھا ہے۔

اعلیحضرت پر جھوٹ کا افتراء

سب داڑھی منڈوں پر لعنت کا دعویٰ اور قرآن پر افتراء۔ اسلام میں داڑھی رکھنا سنت ہے لیکن جو داڑھی نہ رکھے اس پر کہیں لعنت نہیں الخ۔

۱۲۔ داڑھی منڈوں کو قتل کی دھمکی اور حدیث پر افتراء۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مونچھیں کترا ؤ اور داڑھی چھوڑ دو مگر یہ بات کسی صحیح حدیث میں نہیں ملتی کہ آپ نے داڑھی منڈوں کو قتل کی دھمکی دی ہو لیکن اعلیحضرت بریلوی حدیث پہ افتراء باندھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"داڑھی منڈانے اور کترواتے فاسق معلن اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں ہیں اور قرآن عظیم میں لعنت ہے" احکام شریعت حصہ دوم صد ۱۴۳)

مصنف دھاکہ نے اپنی جہالت کے زعم میں سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ پر جھوٹ کا افتراء باندھ رہا ہے۔ اس میں کوئی تعجب و حیرت کی بات نہیں کیونکہ بقول حفیظ جالندھری

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو

جھوٹ کی نسبت تو یہ سبحان السبوح جل جلالہٗ کی طرف بھی کرتے ہیں ان کے مذہب نا مہذب میں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہے اور اللہ جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (جہد المقل صد ۳ از مولوی

محمود الحسن صاحب دیوبندی، ورسالہ یکروزی صد ۱۴۵، از مولوی اسماعیل صاحب دہلوی، مصنف تقویۃ الایمان وفوٹو فتویٰ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تو پھر لوگ اعلیحضرت قدس سرہ العزیز پر جھوٹ کا افتراء کیوں نہ کریں۔

مصنف دھاکہ کے بیان بالا سے ثابت ہوا کہ وہابی دیوبندی پس پردہ داڑھی جیسی مہتم بالشان سنت کے بھی مخالف ہیں۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے محولہ بالا فتویٰ کے انکار سے ثابت ہوا کہ مصنف دھاکہ کے نزدیک داڑھی منڈانے کترانے والے فاسق معلن نہیں انہیں امام بنانا ثواب ہے جہاں تک لعنت اور ارادہ قتل وہلاکت کا تعلق ہے اگر اس کو قرآن وحدیث میں کہیں کچھ نظر نہ آیا تو اس کی اپنی علمی بے بضاعتی ہے کیونکہ قرآن عظیم ہی میں ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوتی ہیں پر اُن کی سمجھ انہیں کو جو علم والے ہیں۔

مصنف دھاکہ کہتا ہے کہ لعنت کا اطلاق قرآن مجید سے دکھاؤ۔ حالانکہ اصول فقہ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا جانتا ہے کہ آیات واحادیث کے عموم سے بھی مسائل واحکام ثابت ہوتے ہیں ورنہ کتنے ہی امور ایسے ہیں جو ممنوع وحرام اور موجب لعنت ہیں لیکن صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں اُن کی حرمت یا ان پر لعنت ثابت نہیں لیکن آیات واحادیث کے عموم سے یہ سب کچھ ثابت ہوتا ہے۔ مصنف دھاکہ خود بتائے کہ زنخہ بننا، ناک پر انگلی رکھ کر تالیاں بجانا۔ یا اپنی ناک کٹوانا کس آیت میں حرام وموجب لعنت ہیں اگر ہیں تو ثابت کرے ورنہ کیا یہی کچھ مصنف دھاکہ اپنے لئے روا رکھے گا۔؟

قرآن عظیم میں ہے۔ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (سول اک

صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو حرام فرمانا بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حرام فرمانے کی طرح ہے۔ قال عزوجل قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ اے نبی مومنین سے فرمادے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اپنے علماء کی۔ اور فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ رب تبارک وتعالیٰ ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے لہٰذا وہ تمام احکامات جو احادیث شریف میں ارشاد ہوئے وہ سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں اور یہ خود قرآن وصاحب قرآن کا حکم ہے جو حکم حدیث شریف میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز ہرگز خالی نہیں اگر بظاہر صریح جزئیہ کسی کی نظر میں نہ ہو۔ احمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ جملہ آئمہ اپنی مسند وصحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا۔ لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله۔ اللہ کی لعنت، بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں پر۔" یہ سن کر ایک بی بی نے خدمت مبارک میں حاضر ہوکر عرض کیا میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی فرمایا مالی لا العن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن هو في كتاب الله۔ مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔ ان بی بی نے کہا میں نے قرآن اوّل سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا۔ ان كنت قرأتيه لقد وجدتيه اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ اما قرأت مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو انہوں نے عرض

کی ہاں فرمایا فانه قد نهي عنه۔ تو بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔ مصنف دھماکہ دیکھئے اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود کا جواب ہے یا نہیں۔؟ قرآن عظیم میں فرمایا۔ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت فرمائی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ اور میں ضرور انہیں بہکا دوں گا اور ضرور خیالی لالچ میں ڈالوں گا اور ضرور انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بے شک انہیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز بگاڑیں گے۔ یہی وہ آیت کریمہ ہے اور اس کی علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی۔ بعینہٖ یہی کیفیت داڑھی منڈانے کی ہے۔ منہ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں۔ یونہی داڑھی منڈانے والے تو یہ سب فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ ورسول کے ملعون ہیں۔ مگر مصنف دھماکہ کمال بے بصیرتی سے کہتا ہے قرآن عظیم میں کہیں لعنت نہیں۔

حدیث شریف امام احمد بسند حسن اور عبدالرزاق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم مخنثي الرجال الذين يتشبهون بالنساء والمترجلات من النساء المتشبهات بالرجال وراكب الفلاة وحده رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنانہ مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنیں۔ اور مردانی عورتوں پر جو مردوں کی شکل بنیں اور جنگل کے اکیلے سوار کو یعنی جو خطرہ کی حالت میں تنہا سفر کو جائے۔ یہ اوپر بوجوہ آیات قرآنیہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلال وحرام فرمانا اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے

حلال وحرام کی طرح ہے اور جو کچھ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم احادیث میں ارشاد فرمائیں وہ بعینہٖ قرآن عظیم کے احکام کی طرح ہیں اور یہ خود قرآن عظیم کا ہی حکم ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مصنف دھماکہ کا کوئی قلبی و ذہنی رشتہ منکرین حدیث سے ملتا ہے جو احادیث شریفہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے اس قسم کی سطحی مغالطہ آمیزی سے کام لیتا ہے۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ باقی رہی ارادہ قتل یا ہلاکت کی وعید حدیث شریف میں ہے بیہقی شعب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان لکل عمل شرۃ ولکل شرۃ فترۃ فمن کانت فترتہ الی سنتی فقد اھتدی ومن کانت الی غیر ذالک فقد ھلک، یعنی ہر کام کا ایک جوش ہوتا ہے اور جوش کو ایک فتور تو جو فتور کے وقت میری سنت ہی کی طرف ہے ہدایت پائے اور جو دوسری جانب ہو ہلاک ہو جائے۔“

بہر حال اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ـــــــ وہ اپنی مسلمہ علمی بصیرت کی روشنی میں حمایت سنت اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ اگر کسی کو اعلیٰحضرت کے بیان کردہ کسی مسئلہ و حوالہ کا ماخذ معلوم نہ ہو سکے تو یہ اس کے اپنے علم کی کمی اور نظر کی کمزوری ہوگی نہ کہ اعلیٰحضرت موجب طعن، جن کی علمی تحقیق و دیانت عرب وعجم اور موافق و مخالف کے ہاں مسلّم ہے۔ مصنف دھماکہ جیسے جاہل کذاب اور بد دیانت کا اعلیٰحضرت پر جھوٹ کا اتہام عائد کرنا خود اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ جس کے جھوٹ سے اس کا دھماکہ خود گواہ ہے۔

مصنف دھماکہ نے حدیث ص۵۷ پر احکام شریعت جلد دوم ص۲۲۷ سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:۔

ارشاد:۔ ”اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو تو خیر ورنہ حرمت

ثابت ہو جائے گی۔“ اور اس پر بھی حسب عادت اپنی بے ہودہ گوئی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مصنف دھماکہ کا لفظ خیر سے کار خیر کا تأثر دینا پہلے درجہ کی بد دیانتی و بے ایمانی ہے۔ لفظ خیر دوران کلام ایک محاورہ و تکیہ کلام کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہاں بھی تکیہ کلام کے طور پر ہے نہ یہ کار خیر ہے نہ اس فعل شنیع کی ترغیب ہے فقہاء کے کلام میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے غیر مقلدین اسی طرح غلط تأثر دیتے ہیں۔ ثانیاً اگر لفظ خیر سے خیر ہی مراد ہو تو پھر اضافی طور پر حرمت مصاہرت بہ نسبت خیر ہوگی کہ خیر (وہ حرمت مصاہرت سے بچ گیا) ورنہ (بصورت حرارت) حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی (اور فاعل کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی) کوئی بتائے کہ شرعاً اس میں کیا بات قابل اعتراض ہے اور اس کی کیا دلیل ہے۔؟

مصنف دھماکہ کا محض خیر دیکھ کر خرافات کا مظاہرہ کرنا اور غلط تأثر دینا اس کی جہالت کا آئینہ دار ہے۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے اس کو ہرگز کار خیر نہیں کہا۔

بریلوی مسلمانوں کا نکاح برہمن پڑھا سکتا ہے

مصنف دھماکہ نے ص۷۲ پر یہ سرخی لگا کر مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احکام شریعت حصہ دوم ص۲۲۵ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ ”نکاح تو ہو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام ہی باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ برہمن پڑھاوے۔“ احکام شریعت سے یہ عبارت مصنف دھماکہ نے کاٹ کر نقل کی ہے پوری عبارت اس طرح ہے۔

عرض:۔ اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟

ارشاد:۔ نکاح تو ہو جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام ہی باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ برہمن پڑھا دے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہٰذا احتراز لازم ہے۔“ بتایئے اس میں کیا خرابی ہے۔ اوّلاً نکاح نام ہی

باہمی ایجاب وقبول کا ہے۔ ثانیاً احتراز لازم ہے کا لفظ موجود ہے اور پھر اگر یہ غلط ہے تو مصنف دھماکہ کسی دلیل شرعی سے اس کو غلط ثابت کرے لیکن وہ خود اقرار کرتا ہے" ——— فروعی حیثیت سے بھی دیکھنا چاہیں تو چند مسائل ہدیۂ قارئین ہیں" صفحہ، جب یہ مسئلہ بھی فروعی ہے تو پھر اس پر جرأت قلم کشائی کیوں ہے۔؟

طوائف کے مال میلاد و شیرینی

مصنف دھماکہ نے احکام شریعت ہی سے ایک اور مسئلہ نقل کیا ہے

جو یہ ہے۔ مسئلہ: طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے۔ اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جبکہ مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ الخ احکام شریعت جلد دوم صفحہ ۱۴۵) اس میں بھی کوئی غلط بات نہیں ہے اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ فی الواقعہ طوائف کے حرام مال سے میلاد شریف اور شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے اور اگر مال بدل کیا قرض لے کر کرے تو جائز ہے بتائیے اس پر کیا اعتراض اور کون سی دلیل شرعی ہے اور پھر اس مسئلہ کو بھی فروعی مسائل میں شامل کیا گیا ہے تو یہ دنیا نی کیسی۔؟ اور پھر اس عبارت میں ایک لفظ اگر ایسا نہ ہو تو بہت جامع ہے۔ مصنف دھماکہ اس کو عقل کے ناخن لے کر غور سے پڑھے اور اپنی حماقت کا ماتم کرے۔ یاد رہے کہ ناجائز و حرام مال کا بہانہ بنا کر دیوبندی قوم درحقیقت مسلمانوں کو میلاد شریف سے روکنا اور بدظن کرنا چاہتی ہے ورنہ ان کے ہاں وہ میلاد شریف بھی ناجائز و نادرست ہے جس میں کوئی امر خلاف شرع نہ ہو۔ ملاحظہ ہو۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

سوال:۔ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف (شرع) نہ ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کیا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی ہے اور اس زمانہ میں درست نہیں (فتاوی رشیدیہ جلد ۱۔ صفحہ)

انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۱۳۱)

دیوبندی حکیم الامت محفل میلاد۔ مذہبی خودکشی کی بدترین مثال

محفل میلاد شریف جو ہر حال ناجائز تھا ٹکوں کے لالچ میں جائز ہو گیا۔ خود دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ کانپور میں مجلس میلاد قائم ہوتی ہے اور لوگ کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں میرا جی جلتا ہے مگر

"بہرحال وہاں کانپور میں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیاوی منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے"

(سیف یمانی صفحہ ۲۳ و صفحہ ۲۴)

"مصنف دھماکہ اپنے مخصوص گستاخانہ انداز میں مسخرے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے میلاد شریف و فاتحہ کے متعلق اعلیحضرت کے مذکورہ بالا جواب پر اپنے دھماکہ کے صفحہ ۴۶ کے حاشیہ پر لکھتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیحضرت طوائفوں کی ایسی مجلسوں میں اکثر جاتے تھے اور انہیں ان کا خوب تجربہ تھا ممکن ہے اس طرح آپ طوائف کی دلجوئی فرماتے ہوں تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔

ایک فرضی صورت پر خرافات کی دیوار کھڑی کرنا کیسے معلوم ہوتا ہے۔ کیا مصنف دھماکہ کو غیب کا علم ہے جو وہ پچاس سال پہلے بلکہ اس سے زیادہ پہلے کے حالات کا انکشاف کر رہا ہے جہاں تک طوائفوں کی دلجوئی کا تعلق ہے فی الحقیقت اکابر علماء دیوبند کرتے رہے ہیں اور ان کی حرام کمائی کی مٹھائی بھی لیتے رہے ہیں ملاحظہ ہو۔ حکایت صفحہ ۳۴۲) فرمایا میرٹھ مطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوب (نانوتوی) اور مولانا محمد قاسم (نانوتوی، بانی مدرسہ دیوبند) رحمۃ اللہ علیہما ایک ہی جگہ

ٹھہرے ہوئے تھے مگر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو نیچے کے درجے میں تھے اور مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اوپر کے درجہ میں تھے۔ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو جو سیانی (بالغہ) تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے (چونکہ مولانا محمد قاسم بہت مشہور تھے اور مولانا محمد یعقوب اس قدر مشہور نہ تھے کسی نے ان کا ہی پتہ دے دیا) کنجری نے عرض کیا کہ یہ میری چھوکری ہے اور مدت سے بیمار چلی جا رہی ہے میری اوقات بسر اسی پر ہے آپ اسے تعویذ یا دعا کر دیجئے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں چاہا کہ نہ تو میری وضع میں فرق آئے نہ اس کی دل شکنی ہو اس سے فرمایا کہ اوپر ایک بزرگ ہیں تم ان کے پاس لے جاؤ۔ یہ کنجری اور اس کی سیانی بیٹی اوپر پہنچی مولانا محمد یعقوب نے پوچھا کیا ہے اس نے عرض کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اس کو مرض ہے اور میری اسی پر کمائی ہے آپ دعا یا تعویذ کر دیجئے مولانا محمد یعقوب نے نہ معلوم دعا کی یا تعویذ دیا اسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور پوچھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب خاموش ہو گئے فرمانے لگے بڑے متقی نکلے اپنے تقویٰ کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا۔ اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے۔ خدا کے فضل سے اس کی چھوکری کو آرام ہو گیا تو وہ مٹھائی لائی اور سیدھی مولانا کے پاس پہنچی اور ہاتھ جوڑ کر کہا حضرت آپ کی دعا سے میری لڑکی کو صحت ہو گئی یہ مٹھائی شکریہ میں لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا رکھ دو، وہ رکھ کر چلی گئی۔

(ارواح ثلاثہ ص۲۳۷)

ثابت ہوا کہ علماء دیوبند رنڈیوں اور اُن کی سیانی چھوکریوں کی بہت دلجوئی فرماتے تھے۔ شاید اس خیال سے کہ وہ راہ راست پر آجائیں ان کو اوپر بھی بھیجتے تھے اُن کی حرام کمائی کی مٹھائی رکھوا لیتے تھے۔ انہیں اس طرح ہدایت پر لانے کا خوب تجربہ تھا۔

★

ہولی اور دیوالی کی مٹھائی

مصنف دھماکہ نے ص۷ پر اس عنوان کے تحت ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ اول ص۱۱۵ سے نقل کیا ہے۔

عرض:۔ کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد:۔ اُس روز نہ لے۔ ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے" دھماکہ کے خائن مصنف نے اس میں صرف یہ جعلسازی کی ہے کہ دوسرے روز دے تو لے لے کے بعد کے یہ لفظ چٹ کر گیا۔

"وہ نہ یہ سمجھ کر کہ اُن خنثار کے تیوہار کی مٹھائی ہے۔ بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے" ملاحظہ ہو۔ الملفوظ دیوبندی وہابی دراصل اپنی غلطی دوسروں کے سر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اپنے اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ۔

"ہندوؤں کی ہولی، دیوالی کی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں" ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۱۰)

حقہ کے پانی سے وضو۔

مصنف دھماکہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی عبارت کے مفہوم کے برعکس بریلویوں کی نماز تیمم سے باطل اگرچہ حقے کے پانی سے وضو کریں" کا عنوان قائم کر کے لکھتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

مسئلہ ۱۶ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون اور کس حالت پر۔

الجواب:۔ جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اور اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل ہے

(ملفوظات اعلیٰحضرت ج ۳ ص۲۲۴)

بتائیے یہ بات کس طرح اور کون سی دلیل شرعی سے غلط ہے۔ اعلیٰحضرت

علیہ الرحمۃ نے کوئی باقاعدگی سے حقہ کے پانی سے وضو کا حکم نہ دیا بلکہ صرف لکھا ہے کہ جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے۔ آج تک کسی دیوبندی وہابی عالم نے یہ فتویٰ دیا ہو تو مصنف دھماکہ پیش کرے کہ تمبا کو حرام اور حقہ کا پانی ناپاک ہے۔

مصنف دھماکہ کے منہ پر تھانوی کا طمانچہ

حُقّہ کا پانی ناپاک ہے تو اس کے ثبوت میں فقہ سے کوئی دلیل نہ سہی اکابر علماء دیوبند سے ہی مصنف دھماکہ پیش کر دکھائے؟ مصنف دھماکہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں۔

مسئلہ: حقہ کے پانی کو بھی عوام ناپاک سمجھتے ہیں اگرچہ اس سے بچنا نظافت کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس سے نجس ہونا لازم نہیں آتا۔

(اغلاط العوام عرف غلط مسئلے صہ)

جب حُقّہ کا پانی نجس نہیں پاک ہے تو جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے تو اس سے وضو کرنے میں کیا حرج ہے۔ تیمم تو جب لازم ہوتا جب پاک پانی اصلاً نہ ملے۔ فتاویٰ رشیدیہ صہ ۲۶۳ پر بھی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے حقہ اور تمبا کو جائز لکھا ہے اور فتاویٰ رشیدیہ صہ ۴۸۱ پر حُقّہ پینا مباح ہے۔ لکھا ہے۔ اور بانیٔ مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب تو دوسروں کو حُقّہ بھر کر پلاتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

بانیٔ مدرسہ دیوبند کا حقہ بھر کر پلانا

"اسی وقت دبے دبے پاؤں جا کر مولانا محمد قاسم نے خود چلم بھری اور حقہ اٹھا کر اس کے (اس غریب آدمی) سامنے لائے"۔

(سوانح قاسمی جلد اوّل صہ ۶۸)

اگر تمبا کو حرام اور حقہ کا پانی ناپاک تھا تو تھانوی صاحب نے ایسا کیوں کیا۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی نہ تمبا کو حرام، نہ حقہ کا پانی ناپاک۔ مصنف دھماکہ نے

بھی اس کو فروعی مسائل میں ذکر کیا ہے، تو پھر اعتراض کیسا؟

رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا

صہ پر مصنف دھماکہ نے اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد پر اعتراض کیا ہے۔ "(اس رنڈی) اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔

(ملفوظات اعلحضرت ۳/۲ ۔ صہ ۳۰)

بتائیے اس پر کیا اعتراض ہے، اعتراض تو اس وقت ہو سکتا تھا جب اعلیحضرت قدس سرہ کے ارشاد میں یہ الفاظ ہوتے کہ رنڈی کو زنا کے لئے کرایہ پر مکان دینا جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ مگر ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے ہمارے پاس مولوی عبد القادر دیوبندی مدرس دار العلوم کبیر والا کا فتویٰ موجود ہے سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

اِستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ مکان حرام کام اور زنا کے لئے نہ دیا گیا ہو۔ بینوا توجروا:

السائل خلیل احمد بقلم خود

الجواب: ـ ۸۶۶ ـ گنجائش ہے مگر بدنامی وغیرہ کا خوف ہو تو نہ دینا بہتر ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ عبد القادر عفی عنہ مدرس دار العلوم کبیر والا
۴ ر ذوی الحجہ ۱۳۹۵ھ

ایک سوال اور اس کے جواب کا جواب

مصنف دھماکہ صہ پر دھماکہ کے اوراق پر لگائے گئے الزامات و تہمات کا تما: مد

بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے اعلیحضرت خود بیان فرماتے ہیں کہ "انہیں اکثر اکثر وزارت کا خیال رہتا تھا" ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ع انشاء اللہ میں وزیر اعظم

(حدائق بخشش حصہ سوم صـ۱۰۶)

اس کے متعدد جواب ہیں۔ "حدائق" کا حصہ سوم ہمارے نزدیک معتبر ہی نہیں ہے اور جو بات مصنف دھاکہ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ بات حدائق بخشش حصہ سوم میں ہے ہی نہیں، یعنی وہاں دنیاوی وزارت یا وزارت عظمٰی کا ذکر ہی نہیں بلکہ سلطنتِ نعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ع کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا
انشاء اللہ میں وزیر اعظم

یعنی امیر الشعراء مولانا کافی مراد آبادی نعت لکھنے والوں کے بادشاہ ہیں اور انشاء اللہ میں نعت گویوں کا وزیر اعظم۔ لیکن مصنف دھاکہ جوڑ توڑ کے مرض میں مبتلا ہو کر اتنا اندھا ہو گیا ہے وہ اس کو دنیاوی وزارتوں پر محمول کر رہا ہے۔ حالانکہ دنیاوی وزارتوں اور دنیا کے تاج کو اعلیحضرت امام اہلسنت ٹھکراتے ہوئے خود فرماتے ہیں۔

ع ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے دنیا کا وہ تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں،

(حدائق بخشش حصہ اوّل)

آئیے ہم بتاتے ہیں کہ وزارتوں کی تمنا کس کو تھی اور عقل و فہم کے برعکس ایک وقت میں دو، دو وزیر اعظم بننے کے خواب کون دیکھتے تھے اور کن پر وزارتوں کے خیالات کا غلبہ رہتا تھا۔ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں۔

ع یعنی یعقوب و رفیع ہر دو وزیر اعظم (مرثیہ گنگوہی صـ۲۲)

یہ ہے چونکا دینے والی بات کہ ایک وقت میں دو وزیر اعظم۔ اعلیحضرت اپنے آپ کو نعت گویوں کا وزیر اعظم فرمایا تو انشاء اللہ کے ساتھ اور دیوبندی شیخ الہند نے بغیر انشاء اللہ کے ہی مولوی محمد یعقوب نانوتوی اور مولوی رفیع الدین صاحب دیوبندی دونوں کو وزیر اعظم بنا دیا۔ ویسے بھی دیوبندی وہابی نام نہاد مولانا ابو الکلام آزاد بھارت میں کانگرسی حکومت کے وزیر تعلیم اور پاکستان میں قلی خان کے اتحادی دیوبندی مفتی محمود صوبہ سرحد میں وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ اور اب بھی اُن پر وزارتی تخیلات کا غلبہ ہے قارئین کرام کی دلچسپی اور معلومات میں اضافہ کے لئے ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مصنف دھاکہ کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ وہ مصرعہ کی نشانی "ع" اور شعر کی نشانی "سے" میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے انشاء اللہ میں وزیر اعظم کا مصرعہ نقل کرتے وقت "سے" شعر کی نشانی لگائی ہے۔ بھلا جس جاہل مطلق کو اتنی سی عام بات بھی معلوم نہیں وہ کس منہ سے امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ جیسی بلند و بالا شخصیت پر اعتراض کر سکتا ہے۔

علم جفر

مصنف دھاکہ اعلیحضرت دشمنی میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ ایمان کے ساتھ عقل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ انشاء اللہ میں وزیر اعظم کا حوالہ نقل کرنے کے بعد قطعی غیر متعلق بات کرتا اور نیا موضوع چھیڑتا ہوا لکھتا ہے "اس قسم کے خیالات خان صاحب پر اس قدر غالب تھے کہ انہوں نے علم جفر میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ خان صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے خان صاحب کو کپڑے کا ایک تھان جس پر ا۔ ھ۔ ذ لکھا ہوا تھا دکھایا۔ خانصاحب نے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ حضور مجھے کیا فرما رہے ہیں۔ ا۔ ھ۔ ذ۔ اھذا کے معنی ہیں فضول بک۔ (ملفوظات حصہ اوّل صـ۱۰۵) اعلیحضرت بریلوی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو جواب ملا ہم اس پر کوئی لفظ بڑھانا نہیں

چاہتے یہی کافی ہے۔ اور ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ (دھماکہ ص۹)

دیوبندی قوم میں کوئی معمولی پڑھا لکھا بھی ہے تو وہ بتائے کہ علم جفر ہوتا ہے یا علم جعفر ہوتا ہے؟ بھلا جس جاہل عنید کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ علم جفر صحیح ہے یا علم جعفر وہ علم و فضل کے بادشاہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا محاسبہ کرنے کو اٹھا ہے۔ کیا یہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندہ و تابندہ کرامت نہیں کہ ان کا مخالف ہر حوالہ میں اپنی خیانت اور جہالت کا ثبوت دے رہا ہے۔ عبارتوں میں کتر بیونت کرنا تو جدی پشتہ تھا لیکن عبارتوں کے الفاظ تک بدل دینا اس کی بنیاد مصنف دھماکہ نے ہی رکھی ہے۔ اب اصل جواب کی طرف آیئے۔ الملفوظ میں اس طرح ہے۔

"ایک روز نواب وزیر احمد خاں صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے تعریفات اشیاء لکھیں تھیں۔ اعلیٰحضرت مدظلہ کو بغرض اصلاح بعد ظہر سنا رہے تھے علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے ارشاد فرمایا آپ نے علم زایرجہ کی تعریف نہ لکھی یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ ہے اس میں جواب منظوم عربی زبان بحر طویل اور حرف ل کی ردی سے آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا منقطع نہیں آتا جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا ورنہ نہیں تو میں نے تین روز پڑھا۔ تیسرے روز خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں جن میں سے میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا اس کنوئیں میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں ان میں سے ایک بڑا تختہ نکلا عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا اور اس پر ایک سبز کپڑا چڑھا ہوا تھا جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے

ا۔ ہ۔ ذ۔ اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔ جس سے میں نے مطلب نکالا کہ اس کا حاصل کرنا ہذیان ہے اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا ا کو بطور صدر موخر آخر میں رکھا اس کے عدد پانچ ہیں اب وہ اپنی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آگئی اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے یعنی پچاس جس کا حرف نون ہے یوں اذن سمجھا جاتا۔ مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا اور لفظ کو ظاہر پر رکھ کر اس فن کو چھوڑ دیا کہ اھذ کے معنیٰ ہیں "فضول بک"۔" یہ ہے ملفوظات کی پوری عبارت جو مصنف دھماکہ کی بے ایمانی کی نذر ہو گئی اور کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ خود فرما رہے ہیں کہ جب میں نے اس علم کی اجازت چاہی اور تختہ پر ا۔ ہ۔ ذ۔ لکھا تو میں نے یہ خود سمجھا کہ اھذ کا معنیٰ ہے فضول بک۔ ایک تو یہ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے خود سمجھا دوسرے فضول بک علم جفر کو کہا گیا ہے کہ یہ بک بک ہے نہ کہ اعلیٰحضرت کو (معاذ اللہ) بارگاہ رسالت سے فضول بکنے کی تعلیم دی گئی۔ مصنف دھماکہ کا اس طرح الٹا تاثر دینا عظمت شان رسالت کی صریح توہین ہے۔ کیا (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فضول بکنے کی تعلیم دیتے ہیں کفار و مشرکین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت فرمائیں اور راہ راست پر لائیں۔ لیکن اپنے ایک نیازمند کو (معاذ اللہ) فضول بکنے کی تعلیم دیں یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ علم جفر کو ہی فضول بک کہا گیا تین روز پڑھ کر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے علم جفر کی ہی اجازت چاہی تھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بندہ بارگاہ کی رہنمائی فرمائی اور علم جفر کو فضول بک فرما کر آپ کو اس سے محفوظ رکھا۔ اس سے سرکار اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ رسالت میں قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ مگر نجدی کا دماغ کچھ الٹی ہی سوچتا ہے۔ اگر یہی معنی مراد لئے جائیں جو مصنف دھماکہ کہتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے تین روز وظیفہ فرما کر سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم جفر کی اجازت چاہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) آپ کو فضول بکنے

کی اجازت فرمائی۔ کیا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

اعلیٰحضرت کے ایمان و اسلام پر

اکابر علمائے دیوبند کی شہادت

مصنف دھماکہ نے اپنے زعم باطل میں انتہائی جسارت کے ساتھ دھماکہ کے صہ۴۳ پر خدا تعالیٰ کو حضور کا منشی کہنے کی گستاخی، صہ۳۹ پر حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب۔ صہ۴۲ پر فرائض اسلام کو فروعات قرار دینا۔ صہ۴۶ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعویٰ۔ صہ۴۷ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے میاں کہنے کی گستاخی۔ صہ۴۸ پر حضور کو بابا کہنے کی گستاخی۔ صہ۵ پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو پیغمبر پر فضیلت دینا، اور حضرت یحییٰ منیری کو پیغمبر پر فضیلت دینا، صہ۵۱ پر حضرت جنید بغدادی کو اللہ تعالیٰ پر فضیلت دینا۔ صہ۵۵ پر حضور کی ختم نبوت جیسی سرخیاں جما کر امام اہلسنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ پر افتراء پردازی کی ہے۔ ظاہر ہے۔ (معاذ اللہ) جس کے ایسے عقائد ہوں اور (معاذ اللہ) جو خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہو۔ جو فرائض اسلام کو فروعات قرار دیتا ہو، جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہو وہ بلاشبہ کافر و مرتد دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہے اگر سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ کے عقائد ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ مصنف دھماکہ نے ذکر کئے تو یقیناً اکابر علماء دیوبند ان پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگاتے مگر نہ اعلیٰحضرت کے عقائد ایسے ہیں نہ ان پر اکابر علماء دیوبند نے کفر و ارتداد کا فتویٰ لگایا۔ بلکہ اکابر دیوبند کی تحریروں سے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ایمان و اسلام کی شہادت ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

مولوی محمد انور محدث مدرسہ دیوبند

سابق ریاست بہاولپور میں ایک مسلمان عورت کا شوہر مرزائی ہو گیا تھا۔ اس پر عورت نے عدالت میں شوہر کے ارتداد کی وجہ سے فسخ نکاح کی درخواست دی۔ مقدمہ دائر ہوا اور اس میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی شہادت کے دوران مرزائی وکیل نے فتوی تکفیر کو بے اعتبار ثابت کرنے کے لئے کہا دیوبندی بریلویوں کو اور بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس پر حضرت انور شاہ صاحب نے فوراً عدالت کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"میں بطور وکیل تمام جماعت دیوبند کی جانب سے گذارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند بریلوی حضرات کی تکفیر نہیں کرتے"۔ (کتاب حیات انور صہ۳۳۳۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۸ر جنوری ۱۹۷۶ء، "وقت کی پکار" قسط ۲۔ از مولوی بہاؤ الحق قاسمی دیوبندی)۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و دیگر اکابر دیوبند

"ہم تو اُن (بدعتیوں) (بریلویوں) کو بھی جو اہلِ قبلہ ہیں جب تک دین کے کسی ضروری حکم کا انکار نہ کریں کافر نہیں کہتے"۔ (المہند صہ۱۰)

ثابت ہوا کہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور دیگر اکابر علماء دیوبند کے نزدیک اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ سے کسی ضروری دینی مسئلہ کا انکار ثابت نہیں اور ان کے نزدیک بریلوی اہلِ قبلہ ہیں اس لئے وہ بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے۔

نوٹ:۔ اس کتاب پر دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی

حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب۔ مولوی محمد احمد صاحب سابق مہتمم مدرسہ دیوبند۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی مصنف تذکرۃ الرشید مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی جیسے اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی

شاہ اشرف علی صاحب تھانوی کا قول ہے کہ کسی بریلوی کو کافر نہ کہو اور نہ آپ نے کسی بریلوی کو کافر کہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت تھانوی ایک بڑے جلسے سے خطاب کر رہے تھے کہ خبر ملی مولوی احمد رضا خاں بریلوی انتقال کر گئے ہیں۔ آپ نے تقریر کو ختم کر دیا اور اسی وقت خود اور اہل جلسہ نے آپ کے ساتھ مولوی احمد رضا کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۲ء، ص۱۹)

عشق رسالت کے باعث احترام

مولوی احمد رضا بریلوی زندگی بھر انہیں (مولوی اشرف علی تھانوی کو) کافر کہتے رہے۔ مولانا تھانوی نے فرمایا میرے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور۔ ۲۳ر اپریل ۱۹۶۲ء)

تمنا اقتداء

حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ ملتا تو پڑھ لیتا۔ (چٹان لاہور ۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء)

عدم تکفیر و جواز اقتداء

ایک شخص نے تھانوی صاحب سے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ فرمایا۔ ہاں (ہو جائے گی) ہم اُن کو

کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں۔ (قصص الاکابر۔ ص۹۹ مجالس حکمت معروف بہ اربعین مصطفائی مجلس پنجاہ و دوم ص۱۵)

خدام الدین لاہور

حضرت حماد اللہ ہالیجوی (دیوبندی) کہتے تھے ان بریلویوں کی برائی میری مجلس میں ہرگز نہ کرو۔ وہ حُبِّ رسول ہی کی وجہ سے ہمارے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہیں

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۵ر مئی ۱۹۶۲ء)

امامت

فتاویٰ رضویہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ الخ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۷ر اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا محمد احسن نانوتوی

مولانا محمد احسن نانوتوی نے اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد مولوی نقی علی خاں بریلوی کو عیدگاہ سے یہ پیغام بھجوایا کہ میں نماز پڑھنے کو آیا ہوں پڑھانا نہیں چاہتا۔ آپ تشریف لائیے جسے چاہے امام کر لیجئے میں اس کا اقتدار کر لوں گا۔ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی، ص۷۹)

خود مصنف دھماکہ ص۹۶ پر لکھتا ہے "بریلوی مسلمانوں کا نکاح برہمن پڑھا سکتا ہے۔

اب مصنف دھماکہ خود بتائے کہ اکابر علمائے دیوبند کے ان اقوال کی روشنی میں اس کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی کے الزامات اور اسلام کے مقابلہ میں جگہ جگہ بریلوی مذہب کو اسلام سے علیحدہ ظاہر کرنے کی کیا حقیقت کیا ہے؟

اگر اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ واقعی ایسے تھے جیسا کہ مصنف دھماکہ نے لکھا تو پھر کونسی دلیل شرعی سے ان کو مسلمان اور ان کی اقتداء میں نماز اور ان کے لئے دعائے مغفرت کو جائز سمجھا گیا۔

صاف ظاہر ہے کہ اگر مصنف دھماکہ کے اکابر سچے ہیں تو یہ بدبخت خود

مکار اور کذاب ہے۔ اور اگر بزعم خویش خود سچا ہے تو پھر اس کے اکابر بڑے جاہل و مرتد ہیں۔ جن پر مصنف دھماکہ کے نکتہ کا انکشاف نہیں ہوا اور تواتر و تسلسل کے ساتھ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کو اسلام و ایمان اور عشق رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی شیخ کے کچھ ذاتی حالات

گناہ قاسم برگشتہ بجنت بد اطوار

بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی شیخ کی ولادت سوانح قاسمی کے مطابق ۱۲۴۸ھ ہجری کے کسی مہینہ میں ہوئی

(سوانح قاسمی جلد اول صـ۱۴۶)

آپ کے والدین نے آپ کا نام خورشید حسین رکھا تھا مگر آپ نے محمد قاسم رکھ لیا۔ سوانح قاسمی جلد اول صـ۲۲ پر لکھا ہے کہ آپ کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ بانیٔ مدرسہ دیوبند کے والد کا نام اسد علی۔ دادا کا نام غلام شاہ تھا۔ یہ دونوں نام مصنف دھماکہ کے مطابق شیعہ طرز پر ہیں۔ اور پردادا کا نام بریلوی طرز پر یعنی محمد بخش تھا۔ ان کے ایک بھائی خواجہ بخش تھے۔

(سوانح قاسمی صـ۱۱۳ و صـ۱۱۵)

آپ کے آبا و اجداد شاہجہانی عہد میں جاگیر پاکر نانوتہ آباد ہوئے تھے۔ صـ۱۱۳۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتے تھے۔

(سوانح قاسمی صـ۱۶۱)

یہی وجہ ہے کہ وہ اور ان کے معتقدین جوڑ توڑ کے فن میں ماہر ہیں اور تحریف و خیانت میں خصوصی عبور اور ملکہ تام حاصل ہے۔ آپ کے خاندان کے

اکثر لوگ شیعہ ہو گئے تھے۔ سوانح قاسمی جلد اول۔ صـ۱۷۱۔)

آپ خود بھی اکثر شیعوں کے جلسہ میں آتے جاتے تھے (ارواح ثلاثہ صـ۲۳)

مولوی محمد قاسم صاحب کو اکثر گستاخانہ خواب نظر آتے تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں: "میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ جل شانہٗ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ (سوانح قاسمی جلد اول جلد صـ۱۴۲)

کتاب ارواح ثلاثہ میں یہ روایت بھی پائی جاتی ہے: "مولانا (محمد قاسم) نے ایک خواب ایام طالب علمی میں دیکھا تھا کہ میں (معاذاللہ) خانہ کعبہ کی چھت پہ کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ صـ۲۰۲ و سوانح قاسمی جلد اول صـ۱۳۳)

مولانا نانوتوی نے خواب میں دیکھا تھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پہ کسی اونچی شے پر بیٹھا ہوں (معاذاللہ) سوانح قاسمی صـ۱۳۴ بحوالہ ارواح ثلاثہ صـ۱۶۹)

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کا انگریزی مدرسہ دہلی سے بھی تعلق رہا۔

(تذکرہ علمائے ہند فارسی صـ۲۱ نولکشور پریس لکھنؤ سنہ۱۹۱۴ء)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے آخر دم تک انگریز کا حق نمک ادا کیا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی اہم خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے ایک ہمعصر و ہم عقیدہ مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی بھی (انگریزی) سرکاری ملازمت پر تھے بعد میں سبکدوش ہوئے۔ (تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی صـ۱۹۳)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کچھ زیادہ ذہین نہ تھے۔ انہوں نے مطبع مجتبائی میرٹھ میں ملازمت اختیار کر لی اور چھاپہ خانہ میں ملازم ہو گئے۔

(کتاب مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی صـ۲۱۳)

مولوی رحمان علی صاحب مصنف تذکرہ علماء ہند آپ کے دہلی کے انگریزی مدرسہ سے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"بعد از فراغ علوم چندی بمدرسہ انگریزی واقع دہلی گرفتہ"

آپ کا سوانح نگار مناظر احسن گیلانی لکھتا ہے بقول مولانا طیب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا کو گویا عورتوں سے بہت نفرت تھی۔ (سوانح قاسمی جلد اول صـ۳۳۵)

لیکن اس کے برعکس آپ بچوں سے بہت ہنسی مذاق فرمایا کرتے تھے اور ان کمر بند کھول دیا کرتے تھے۔ (سوانح قاسمی صـ۲۶۱ جلد اول)

یہ مرض آپ کی صحبت سے آپ کے تلامذہ تک پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ کے ایک مخصوص تلمیذ کا واقعہ ارواح ثلاثہ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ حکایت ۲۵۱ حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا منصور علی خاں صاحب مرحوم مراد آبادی حضرت (قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ انہوں نے اپنا واقعہ مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہو گیا اور اس کی محبت نے طبیعت پر اس قدر غلبہ پایا کہ رات دن اسی کے تصور میں گذرنے لگے۔ (ارواح ثلاثہ صـ۲۹۲)

مولوی محمد قاسم صاحب واعظ و تبلیغ کرنے والوں کو بے حیا کہا کرتے تھے وہ خود اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ میں (قاسم نانوتوی) بے حیا ہوں وعظ کہہ لیتا ہوں سوانح قاسمی جلد اول صـ۳۹۹) وہ غلط مسئلے بتا دیا کرتے تھے اور پھر صحیح مسئلہ معلوم ہوتا تو لوگوں کے گھر جا کر اطلاع دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ وہ ایک شخص کے گھر گئے اور کہنے لگے:۔

"ہم نے اس وقت مسئلہ غلط بتا دیا تھا۔ تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتایا اور وہ اس طرح ہے۔" (سوانح قاسمی جلد اول صـ۲۸۸)

لیکن افسوس کہ آپ نے تحذیر الناس میں خاتم النبیین کے جو جدید معنی گھڑے اور مرزا قادیانی کی جو غیر مشروط تائید و حمایت کی اس سے آپ نے بار بار توجہ دلانے کے باوجود توبہ نہ کی اور نہ غلط مسئلے سے رجوع کیا۔ حالانکہ آپ کے ایک ہم عصر و ہم عقیدہ مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے بھی تحذیر الناس کی اس عبارت سے غیر مشروط توبہ کر لی تھی۔

ملاحظہ ہو مولانا محمد احسن (نانوتوی) نے آخر میں (اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے والد

بزگوار مولوی (نقی علی) خاں کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا۔

نو جناب مخدوم و مکرم بندہ دام مجدھم۔ پس از سلام مسنون۔ التماس یہ ہے کہ واقع میں جواب رسالہ مولوی نقی علی خاں صاحب میری تحریر کے مطابق ہے ....

مجھ کو اس تحریر پر اصرار نہیں۔ جو وقت علماء کے اقوال باسندہ سے آپ غلطی ثابت ہو گئی میں فوراً اس کو مان لوں گا۔ مگر مولوی (نقی علی) خاں صاحب نے براہ مسافر نوازی کوئی غلطی تو ثابت نہیں کی اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی بلکہ اول ہی کفر کا حکم شائع فرمایا اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا۔ اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو میں توبہ کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول کرے۔

زندہ نیاز - عاصی محمد احسن عفی عنہ۔ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی صـ۸۸)

اسی کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی کے صفحہ ۹۱ پہ ہے کہ ابن عباس کی بحث اور مناظرہ احمدیہ اور تحذیر الناس کے جواب میں کئی رسالے لکھے گئے۔ ہمارے مطالعہ وعلم میں مندرجہ ذیل رسالے آئے ہیں۔

۱۔ تحقیقات محمدیہ حل اوہام تحذیر ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء از مولوی فضل مجید بدایونی۔ المتوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء (تلمیذ مولانا عبد القادر بدایونی)

۲۔ الکلام الاحسن۔ مولانا محمد حسن نانوتوی کے رد میں مولوی ہدایت علی بریلوی کا رسالہ ہے۔

۳۔ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی اس رسالہ میں مناظرہ احمدیہ اور تحذیر الناس کا رد کیا گیا ہے۔ مولوی نقی علی خاں کی حمایت کی گئی ہے

۴۔ قول الفصیح۔ مولوی فصیح الدین بدایونی۔

۵۔ افادات صمدیہ

۶۔ رد رسالہ قانون شریعت۔

۷۔ ابطال اغلاط قاسمیہ۔ از مولوی عبید اللہ امام جامع مسجد بمبئی

۸۔ فتاوائے بے نظیر
۹۔ کشف الالتباس فی اثر ابن عباس
۱۰۔ قسطاس فی موازنۂ اثر ابن عباس وغیرہ (مولانا محمد احسن نانوتوی صفحہ ۹۱ تا ۹۴) بلکہ خود سوانح قاسمی میں ہے۔ "اسی زمانہ میں "تحذیر الناس" نامی رسالہ کے بعض دعاوی سے بعض مولویوں کی طرف سے خود سیدنا الامام الکبیر (مولوی محمد قاسم نانوتوی) پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری تھا۔"

(ص ۲۷۰)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ تحذیر الناس کی کفریہ عبارت پر صرف سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ ہی نے مواخذہ نہ فرمایا بلکہ آپ سے پہلے بھی علماء اس کار ذبلیغ کو فرما چکے تھے۔ لیکن نانوتوی صاحب کے مقدر میں توبہ نہ تھی۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب "فرض و واجب تو نہیں ...... تقریباً تو اتر کے رنگ میں لوگوں سے یہ روایتیں نقل کی جاتی ہیں کہ دوسروں کے خیال سے آپ نفلی نمازوں کو بھی ترک فرمادیا کرتے تھے۔" (سوانح قاسمی جلد اوّل ص ۳۶۵)

"بعض اوقات ناجائز یا مشتبہ آمدنی رکھنے والوں کی دعوتوں میں شریک ہونے پر آپ کو مجبور ہونا پڑتا تھا۔ شریک بھی ہوتے تھے اور دعوت کرنے والے کی تسلی کے لئے کچھ تناول بھی فرمالیتے تھے لیکن گھر پہنچ کر خان صاحب کی شہادت ہے کہ قے کرتے تھے۔" (سوانح قاسمی جلد اوّل ص ۳۶۵)

مولوی محمد قاسم صاحب اپنے مہمانوں کا خاص خیال رکھتے تھے اور حقہ پینے والوں کو پہچان لیتے تھے۔ ان کو حقہ خود بھر کر پلاتے تھے۔ (سوانح قاسمی جلد اوّل ص ۴۶۸)

آپ شیرینی پر ختم کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا۔ اوّل وہاں سنایا اور جہاز میں تلاوت کیا سیر تھا بعد عید مکہ پہنچ کر حلوائے مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم فرمائی۔"

(سوانح قاسمی جلد اوّل ص ۳۸)

آپ کا حلیہ آپ کے سوانح نگار نے یوں لکھا ہے۔ "قدرے داغ چیچک نمودار تھے۔" مذہب منصور، ص ۱۹۵) "میانہ قد نہ موٹے نہ بالکل لاغر تھے۔"

حکیم مولوی منصور علی خاں فرماتے ہیں کہ آپ کا رنگ سانولا تھا۔ واللہ اعلم اپنے ان الفاظ سے ان کی کیا مراد ہے۔" (سوانح قاسمی جلد اوّل ص ۱۵۲)

مولوی صاحب کو اپنی دست بوسی اور قدم بوسی کروانے کا بھی بہت شوق تھا۔ ان کا سوانح نگار لکھتا ہے۔ "ان کی دست اور قدم بوسی کے واسطے ہاتھ اور پیر کی نزاکت اور خوبصورتی کافی تھی۔ وہ کچھ ایسے موزوں اور دلکش تھے کہ بے اختیار بوسہ دینے کو جی چاہتا تھا ...... ان کی سی نزاکت اور دلبری کسی معشوق میں بھی نہ دیکھی۔" (سوانح قاسمی جلد اوّل ص ۱۵۵)

آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے۔ "جب آپ بیمار ہوئے غفلت کی شدت لمحہ لمحہ سے بڑھتی ہی چلی جاتی تھی ...... جب ظہر کا وقت آیا ... پکارنے والے پکار رہے ہیں۔ یاد دلا رہے ہیں یاد دلا رہے ہیں کہ حضرت (ظہر) کی نماز کا وقت ہے۔ مصنف امام موجود تھے لکھتے ہیں کہ نماز کے لئے کہا تو سوائے اچھا کے اور کچھ نہ کر سکے نہ تیمم کی طرف توجہ ہوئی نہ نماز کی طرف۔" (سوانح قاسمی جلد دوم ص ۱۱۹)

سوانح نگار لکھتا ہے جب آپ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو سرور کائنات خاتم المرسلین رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تشریف لائے اور فرشتے بھی نظر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرسی پر تشریف فرما تھے۔ خلفائے اربعہ راشدین کھڑے تھے۔ سامنے ایک پلنگ پر دیکھا مولانا (نانوتوی) آئے (معاذاللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ "اے حبیب آنے میں کیا دیر ہے۔" (سوانح قاسمی۔ جلد دوم ص ۱۲۰)

خواب میں ان صاحب نے دیکھا ...... ان کو محسوس نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مولانا (نانوتوی) کے جسم مبارک میں سمانا شروع ہوا یہاں تک کہ ہر عضو رسول اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو مولانا میں سما گیا الا سر مبارک۔"

(سوانح قاسمی جلد دوم صـ۱۲)

مولوی محمد قاسم صاحب کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے "جب مولوی صاحب کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے کہا مجھے کہیں سے ککڑی لاکر کھلاؤ۔ (ارواح ثلاثہ صـ۲۷۱)

چنانچہ آپ ککڑی کھاتے کھاتے دنیا سے رخصت ہوئے جبکہ حقیقی بزرگانِ دین اولیائے کاملین علمائے عاملین کی زبان پر وقتِ آخر کلمہ طیبہ اللہ ھُوْ۔ کا ذکر ہوتا ہے۔

دیوبندیوں کا کہنا ہے مولوی محمد قاسم صاحب کی وفات۔ وفات سرورِ عالم کا نمونہ تھی۔ اور اس مصرعہ سے آپ کی تاریخ وفات نکالی گئی۔

مصرعہ "وفات سرورِ عالم کا یہ نمونہ ہے"
۱۲۹۷ھ

(سوانح قاسمی جلد دوم صـ۱۳۷)

۴ رجادی الاوّل سنہ ۱۲۹۷ھ بروز پنجشنبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وصال ہوا۔
(کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی صـ۲۲۳)

مصنف سوانح قاسمی لکھتا ہے ایک قیامت برپا ہو گئی ...... مولوی صاحب کے انتقال کا سا غم و الم کبھی نہ دیکھا تھا۔ ایک ماتم عام تھا ...... وسعت نہ تھی (مدرسہ دیوبند) میں لاکر جنازے کو رکھا۔ (سوانح قاسمی جلد ۲۔ صـ۱۳۹)

سینکڑوں آدمی جنازے کو اٹھانا چاہتے تھے۔ چارپائی چرچر کرنے لگی۔ بہت آدمی جنازہ میں کمبل پوش فقرا موجود تھے۔ مصنف امام کا بیان ہے کہ مغرب سے پہلے نماز ہوئی۔ (سوانح قاسمی جلد دوم۔ صـ۱۴۱)

لکھا ہے ایک عبرت انگیز مشاہدہ یہ بھی تھا کہ کمبل پوش فقرا جو اچانک خدا جانے کہاں سمٹ آئے تھے نماز اور دفن کے وقت تو دیکھے تھے لیکن لکھتے ہیں کہ بعد دفن سب غائب ہو گئے۔ دفن کے بعد ہی یہ غائب ہو جانے والے رجال کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے کہاں چلے گئے؟ اس کا جواب کیا دیا جا سکتا ہے۔ (سوانح قاسمی صـ۱۴۳/۲)

سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹ کے درمیان ایک فوٹو لگا ہوا ہے جس میں ایک اونچی قبر کے سرہانے ایک بہت بڑا پتھر لگا ہوا ہے۔ لکھا ہے ایک دفعہ نہیں متعدد مواقع پر مشاہدہ کرنے والوں نے وفات کے بعد دیکھا۔ کہ "مولانا (قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے" سوانح قاسمی جلد دوم۔ صـ۱۵۰ وارواح ثلاثہ صـ۱۸۵)

بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی یہ مختصر سوانح عمری ہم نے ان کے سوانح نگاروں کے مستند حوالوں سے بیان کی ہے۔ قارئین کرام کو اس سے دیوبندی وہابی عقائد کی حقیقت کا پتہ چلے گا جو امور حضرات اولیاء اللہ قدست اسرارہم کے لئے کفر و شرک و بدعت اور ناممکن سمجھے جاتے ہیں۔ وہ سب کمالات بانی مدرسہ دیوبند میں موجود بتائے جاتے ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس نامی ایک کتاب لکھ کر مسلمانانِ ہند میں فتنہ کی بنیاد ڈالی

اس کتاب سے مرزائیوں، قادیانیوں اور دیگر جدید نبوت کے بانیوں کو بہت مدد پہنچا یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب نے اپنے نام نہاد دعویٰ نبوت کی بنیاد تحذیر الناس پر رکھی۔ ملاحظہ ہوں قادیانی کتب۔

مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کے وہ معنی بتائے جو آج تک مسلمانوں میں رائج نہ تھے۔ اور تمام علماء و فقہاء متقدمین و متاخرین کی تصریحات اور خود حضور سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے سراسر منافی تھے۔ خود بانی مدرسہ دیوبند کی سوانح قاسمی میں ہے

"نیز اسی زمانہ میں تحذیر الناس نامی رسالہ کے بعض دعاوی کی وجہ سے بعض مولویوں کی طرف سے خود سیدنا الامام الکبیر (مولوی قاسم) پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری تھا"
(جلد اوّل۔ صـ۲۷)

تحذیر الناس کی عقیدہ ختم نبوت کے منافی عبارات یہ ہیں جن پر اکابر علماء عرب و عجم نے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔

"اوّل معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۳)

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص۲۴)

قارئین کرام! سنجیدگی کے ساتھ دیوبندی مذہب کی حقیقت پر غور کریں اور از راہ انصاف خود فیصلہ کریں کہ قادیانی کذاب کی نام نہاد نبوت کو تقویت پہنچانے والا کون تھا — ؟

انجمن تبلیغ اسلام بریڈفورڈ اور اعلیٰحضرت کا فتویٰ

مصنف دھماکہ نے سعودی عرب کے شاہ فیصل کے افسوسناک قتل کے پردہ میں پھر انجمن تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ کو بیچ میں لا کر دیوبندی دھرم کا حق ہونا ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس کا مفصل و مدلل جواب ابتدائی اوراق میں گذر چکا وہاں ملاحظہ ہو۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ فتویٰ جو دھماکہ ص۹۷ پر نقل کیا گیا ہے۔ وہابیہ دیوبندیہ کے متعلق ہے اور حکم کفر تحذیر الناس۔ حفظ الایمان۔ براہین قاطعہ کے مؤلفین اور ان کے معتقدین پر ہے۔ اگر کسی نے ایصال ثواب کیا تو یہ اس کا انفرادی فعل ہو سکتا ہے۔ پوری جماعت پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی۔ مگر ایسا بھی ثابت نہیں شاہ فیصل اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مولوی حسین احمد "مدنی" صدر دیوبند "مولوی انور کاشمیری شیخ الہند مدرسہ دیوبند۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی

وغیرہ کے حوالہ جات ابتدائی اوراق میں گذر چکے ہیں۔ اکابر دیوبند خود کون سا نجدی وہابیوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ عرفان شریعت ص۳۹ کے فتویٰ سے مصنف دھماکہ جو کچھ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ مصنف دھماکہ نے اپنے زعم باطل میں سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر (معاذ اللہ) بارگاہ رسالت میں گستاخی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا منشی کہنے کی گستاخی کا الزام عائد کیا ہے اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے لیکن ہم ثابت کرتے ہیں کہ جب امام اہلسنت سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا تو یہ اطلاع پا کر دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے دعاء مغفرت کی۔ ملاحظہ ہو۔

اعلیٰحضرت کیلئے دیوبندی حکیم الامت کی دعائے مغفرت

"شاہ اشرف علی تھانوی صاحب کا قول ہے کہ کسی بریلوی کو کافر نہ کہو اور نہ آپ نے کسی بریلوی کو کافر کہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت تھانوی ایک بڑے جلسے سے خطاب کر رہے تھے کہ خبر ملی مولوی احمد رضا خاں بریلوی انتقال کر گئے ہیں۔ آپ (مولوی اشرف علی تھانوی) نے تقریر کو ختم کر دیا اور اسی وقت خود اور اہل جلسہ نے آپ کے ساتھ مولوی احمد رضا کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔"

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۵ $\frac{۳}{۶۲}$ ۔ ص۱۹ ۔ کالم ۳)

اب مصنف دھماکہ بتلائے تمام دیوبندی قوم کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ کے لئے دعائے مغفرت کر کے کافر و مرتد ہوئے یا نہیں؟

اوّل و آخر خیانت اور بے ایمانی

دھماکہ کے ص۸ پر مصنف نے انتہائی خیانت اور بے ایمانی کے ساتھ "مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے کچھ ذاتی حالات" بیان کئے

ان میں جو خیانت اور جوڑ توڑ ہوا وہ اس طرح ہیں۔ مولانا احمد رضا ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کے مطابق ۱۲۷۲ھ بریلی میں پیدا ہوئے قوم بڑہیچ سے تعلق رکھتے تھے (حالانکہ قوم بڑہیچ نہیں بلکہ آپ قندھار کے مؤقر قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان خاندان سے تھے) آپ کا شجرہ نسب احمد رضا ابن علی نقی۔ بن رضا علی۔ بن کاظم سے چلتا ہے خاندان کے اکثر نام شیعہ طرز پر ہیں۔ (معلوم ہوتا ہے علی کے نام کا یہ دشمن خارجی بھی ہے اگر یہاں علی کا نام گرامی شیعت کی طرز ہے تو اشرف علی تھانوی، اعزاز علی دیوبندی۔ احمد علی لاہوری وغیرہ کے نام بھی شیعہ طرز پر ہیں یا نہیں؟) والدین نے آپ کا نام مختار رکھا تھا آپ نے بدل کر احمد رضا رکھ لیا۔ (حالانکہ آپ کا تاریخی نام المختار تھا جو سن ولادت ۱۲۷۲ھ پر دلالت کرتا ہے حقیقی نام گرامی احمد رضا ہی تھا۔ اور ہرگز آپ نے اپنا نام تبدیل نہ فرمایا۔ جیسا کہ بانی مدرسہ دیوبند کا تاریخی نام خورشید حسن تھا۔ سوانح قاسمی ص۱۲۲ جلد۱ اور عام استعمال کے لئے محمد قاسم رکھا۔ کیا اس کو یہ کہا جائے گا کہ بانی مدرسہ دیوبند نے والدین کا رکھا ہوا نام خورشید حسین تبدیل کر کے محمد قاسم اپنا نام رکھ لیا تھا؟) انگریزوں کے ہاں آپ کے خاندان کی بڑی عزت تھی ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد جب انگریزوں نے پورا تسلط پا لیا۔ تو بریلی کے سب بااثر حضرات نے بریلی کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔ لیکن مولانا احمد رضا کے دادا رضا علی کو انگریزوں سے کوئی خطرہ نہ تھا صاحب سوانح لکھتا ہے مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر چڑھایا جا رہا تھا مولانا رضا علی خاں صاحب اس زمانہ میں بریلی کے محلہ ذخیرہ میں قیام فرما تھے شہر کے بڑے بڑے بااثر لوگوں نے گھروں کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔ اور دیہاتوں میں جا کر روپوش ہو گئے۔ مولانا صاحب نے لوگوں کے اصرار کے باوجود بریلی نہ چھوڑی۔ سوانح اعلیٰحضرت ص۳ (حالانکہ اس پوری عبارت کے کسی جملہ کسی لفظ کسی حرف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انگریزوں کے ہاں آپ کے خاندان کی بڑی عزت تھی۔ دھماکہ کا عنید مصنف کیا جانے سیدنا اعلیٰحضرت امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ کے جدّ امجد ولی کامل تھے۔ یہ تو ان کی

ایمان افروز کرامت ہے کہ سب لوگ بریلی چھوڑ گئے اور وہ ڈٹے رہے اور انگریز ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا ؎

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وُہ مرد درویش جسکو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

اللہ پر توکل اور بے خوفی کو انگریزوں کے ہاں بڑی عزت کا نام دیا جا سکتا اور پھر انگریز ایجنٹی تو خود دیوبندی وہابی علماء کا اپنا ہی کام ہے ملاحظہ ہو۔ "اتنی بات ہے کہ اس (۱۸۵۷ء) گھبراہٹ کے زمانہ میں جب عام لوگ بند کواڑوں گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اور دیگر حضرات (اکابر دیوبند) اپنے کاروبار نہایت اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے بدستور ان کاموں میں مصروف رہتے تھے کبھی ذرا بھر بھی اضطراب پیدا نہیں ہوا اور کسی وقت حبہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی صاحب) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما دلیرانہ جتھا اپنی سرکار (گورنمنٹ برطانیہ) کے مخالفوں کے سامنے سے بھاگ گئے ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پہ جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔"

تذکرۃ الرشید حصہ اوّل۔ ص۷۴-۷۵) از مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی دیوبندی

گھبراہٹ کے زمانہ میں آزادی سے کاروبار کرنے والے گورنمنٹ برطانیہ کو اپنی سرکار ماننے والے۔ انگریزوں پر اپنی جان نثاری کرنے والے علماء دیوبند ہی تھے اور بے حیائی سے الزام سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے جد امجد امام العلماء برہان الاصفیاء مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ کو دیا جا رہا ہے۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

آگے لکھتا ہے۔ "مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے بھی ۱۸۵۷ء

میں انگریزوں کی بڑی خدمات سرانجام دی تھیں جن کا مرزا غلام احمد نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے مرزا غلام احمد کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر انگریزی علمداری کی ان خدمات میں اپنے باپ کے ساتھ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کے پہلے استاد مرزا غلام قادر تھے جو آپ پر دل وجان سے قربان تھے۔ صاحب سوانح لکھتا ہے۔ اعلیٰحضرت کے یہ استاد اعلیٰحضرت پر جان چھڑکتے تھے۔ سوانح اعلیٰحضرت بریلوی ص۳۰) (حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی مردود کا مردود بھائی مرزا غلام قادر اور شخص تھا اور سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے استاد محترم جناب مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگ ہیں۔ کیا ایک جیسا نام ہونا بھی باعث طعن ہے کتنے ہی دیوبندیوں وہابیوں کے نام غلام قادر ہوں گے کیا یہ سب باعث ملامت ہیں؟ باقی رہا جان چھڑکنے کا معاملہ تو وہ ان کی ذہانت استعداد قابلیت کی وجہ سے ہے ورنہ جب سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت محترم مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے بٹھایا تھا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی عمر شریف بمشکل چھ سات سال ہوگی اور حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب علیہ الرحمۃ کی عمر شریف اسی سال تھی۔ داڑھی اور سر کا ایک ایک بال سفید تھا۔ (حیات اعلیٰحضرت ص۳۲ جلد اول) جان چھڑکنے سے جو مردود فعل مصنف دھاکہ مراد لیتا ہے وہ اکابر علماء دیوبند کا وطیرہ اور ان ہی کے شایانِ شان ہے ملاحظہ ہو۔

علماء دیوبند کی اخلاقی حالت

"مولانا منصور علی خاں صاحب مرادآبادی حضرت (قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے...... انہوں نے اپنا واقعہ خود بھی مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہوگیا اور اس قدر اس کی محبت نے طبیعت پر غلبہ پایا کہ رات دن اسی کے تصور میں گذرنے لگے" الخ ارواح ثلاثہ ص۲۹۲ حکایت ۲۵۱) یہ واقعہ تو شاگرد کا تھا خود استاد نانوتوی

صاحب بانی مدرسہ دیوبند کی اپنی حالت یہ تھی "بچوں سے چھیڑ چھاڑ بھی فرماتے تھے"..... جلال الدین صاحب صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب سے جو اس وقت بالکل بچے ہی تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔ (سوانح قاسمی جلد اول ص۴۹۶) جب بانی مدرسہ دیوبند کی بچوں سے یہ حالت تھی تو لڑکوں سے کیا معاملہ ہوگا اس کا حال اللہ جانے یا خود بانی مدرسہ دیوبند جانیں قارئین کرام خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بانی مدرسہ دیوبند کو لڑکوں کے کمربند کھولنے کا چسکا کس طرح پڑا ہوا تھا۔ اپنے حال پہ دوسروں کو محمول کرنے والوں کی اپنی زندگی کیسے گذری۔ ان دو واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بات لڑکوں اور بچوں تک ہی محدود نہیں۔

بڑوں کی عشق بازی

جب کوئی نہ ملتا تو نانوتوی، گنگوہی دونوں آپس میں یوں دل لگی کرتے تھے۔ "حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت (گنگوہی) نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ "میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے" حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۳۹ ۔حکایت ۳۰۵) یہاں سے قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں وہ کیا کر رہے تھے کس لئے ان کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ رہے تھے اور وہ کیوں بار بار روک رہے تھے لیکن ان کو دیکھنے والوں کی بھی پرواہ نہ تھی۔ ہم اس پر کچھ تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ قارئین کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں) اس کے بعد مصنف دھاکہ ایک واقعہ کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتا ہے مولانا احمد رضا لکھتے ہیں "میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸/۲۰ برس کی تھی ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس نے نہ چھڑایا تھا ماں ہر چند

منع کرتی وہ زور آور بھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی (ملفوظات حصہ سوم ص۵۹) اس پر مصنف دھماکہ اپنا ذلیل تبصرہ یوں کرتا ہے جو ننگا ہیں بچپن میں غیر محرم عورت سے بچتی ہوں وہ جوانی میں ۱۸ سال کی لڑکی کو اور اس کی ماں کے سینہ کو کیسے دیکھتی ہوں گی یہ سوچنے کی بات ہے (حالانکہ یہ گاؤں میں ایک اتفاقی امر ہو سکتا ہے جیساکہ عموماً گاؤں میں دیہاتوں کی خواتین پردہ نہیں کرتیں۔ سیدنا اعلیحضرت گاؤں میں تشریف لے گئے ہوں اور اتفاقاً ایسا واقعہ پیش آیا ہو مگر معمول کے مطابق پابندی کے ساتھ دھماکہ کی تفصیل کے مطابق دیکھنا اور اس کو جائز سمجھنا تو اس واقعہ سے ثابت نہیں ہے اور پھر کسی کو سینہ پر چڑھا دیکھنا اور بات ہے اور خود سینہ کھلا دیکھنا اور بات ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون۔ کیا دیوبندی مفتی محمود اور مولوی غلام غوث ہزاروی اسمبلی کی بے پردہ ممبر خواتین کو نہیں دیکھتے اور کیا آپس میں سوال جواب نہیں ہوتے۔ حالانکہ اعلیحضرت کا دیکھنا ایک اتفاقی امر اور اسمبلی میں روزمرہ کا معمول ہے خود مصنف دھماکہ ص۵۲ پر اپنی کہانی لکھتا ہے کہ "وہ کلیر شریف میں دور دراز سے آنے والی طوائفوں کو دیکھتا تھا" ارواح ثلاثہ ص۲۷۶ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی محمد یعقوب کے پاس رنڈیاں اور ان کی سیانی لڑکیاں تعویذ لینے کو آتی تھیں اور مٹھائی بھی پہنچاتی تھیں کیا وہ نہیں دیکھتے تھے؟ اگر نہیں دیکھتے تھے تو کیسے انہیں پتہ چل گیا یہ رنڈی ہے اور اس کی لڑکی سیانی ہے؟

دیوبندی پیر کے منہ پر پیشاب

اور سنیئے تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۴۲ پر ہے "ایک بار ارشاد فرمایا کہ حافظ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں (کنجریاں) مرید تھیں۔ ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ فلاں کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا میاں

صاحب ہم نے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو چلیں اس نے کہا میں بہت گنہ گار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں۔ میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا بی! تم کیوں نہیں آئی تھی؟ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے بی! تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی (اللہ) ہے رنڈی یہ سن کر آگ بگولہ ہو گئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اگرچہ میں روسیاہ ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی"

اب مصنف دھماکہ بتائے رنڈیوں کے گھر میں ٹھہرنے والے۔ رنڈیوں کو مرید کرنے والے۔ ایک ایک رنڈی کو دیکھنے اور شکل وصورت سے پہچاننے والے ان کے ناپاک افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے والے کس کے اکابر تھے؟ کیا ان واقعات کے بعد بھی مصنف دھماکہ اعلیحضرت فاضل بریلوی پر زبان طعن دراز کر سکتا ہے؟

باقی رہی مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی مرحوم کا کسی اور معاملہ میں چلبلی طبیعت لکھنا اگرچہ یہ ایک عامیانہ سا لفظ ہے لیکن اس میں بھی معاذ اللہ کوئی ایسا مفہوم نہیں جس سے مصنف دھماکہ کی کوئی باطل مراد پوری ہوتی ہو۔ چلبلی طبیعت کا معنی ہو گا چلبلا نہ بیٹھنے والا اور اس پر کوئی شرعی مؤاخذہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ وہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ آرام سے نہ بیٹھتے تھے۔ ہمہ وقت دین متین مدح وثنا سید المرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم میں مشغول ومنہمک ہی رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔

؎ ضعف مانا مگر یہ ظالم دل۔ ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

مصنف دھماکہ نے امام اہلسنت اعلیحضرت قدس سرہ کے حالات میں ص۸۲ پر یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے معتقدین یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت بہت

زاہد و عابد تھے۔ تہجد کبھی قضا نہ ہوتی تھی مگر حقیقت حال اس سے مختلف ہے نوافل آپ نے بالکل چھوڑ رکھے تھے اور سنتیں چھوڑنے کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ ایک دفعہ خود بات کھول دی میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے سنتیں بھی ایسے شخص کی معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے (ملفوظات حصہ سوم ص۴۵) یہ بات بھی اعلیٰحضرت نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ فرمایا فقہائے کرام فرماتے ہیں۔ مصنف دھاکہ کہیں غیر مقلد تو نہیں کہ اعلیٰحضرت پر تنقید کرتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ اس کی زد فقہائے کرام قدست اسرارھم پر پڑے گی۔ مصنف دھاکہ کیا جانے وہ کون سی حالت ہے۔ نفل نماز کی اہمیت زیادہ ہے یا نماز کی۔ ردالمحتار میں ہے اولاد کی صحیح تربیت نوافل میں مشغولیت سے بہتر ہے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا زمانہ فتنوں کا زمانہ تھا دشمنان دین نت نئے رنگوں اور لباسوں میں ظاہر ہو رہے تھے۔ عظمت و شان رسالت پر رکیک و ذلیل حملے ہو رہے تھے ایسے حالات میں بلاشبہ نفلوں سے بہتر ہے کہ دشمنان دین کے حملوں سے اہل اسلام کا ایمان بچایا جائے۔ عظمت شان رسالت کا تحفظ کیا جائے۔ اور پھر اعلیٰحضرت کے کلام میں سنتوں کی پابندی موجود ہے۔ اعلیٰحضرت نے بعض مخصوص حالات میں نوافل چھوڑنے کا لکھ دیا تو مصنف دھاکہ نے آسمان سر پر اٹھا لیا لیکن بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے ایک شخص کا روزہ تڑوا کر بولے کھلوا دیئے تو بھی احساس نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ ص۳۷۹) اور ایک شخص کو بے وضو نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۳۸) کیا فرض یا نفل روزہ توڑنے والے کو کوئی گناہ نہیں بے وضو فرض نمازیں پڑھنے والے کی کس طرح قبول ہوں گی؟ حقہ کے پانی سے بعض مخصوص حالات میں وضو سے نماز تو ناجائز تھی اور بغیر وضو کے نماز غیر مشروط طور پر جائز ہے۔ یہ کون سا مذہب ہے اور کس کی فقہ ہے! مصنف

دھاکہ نے اس کے حاشیہ میں حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے منسوب کر کے یہ بھی لکھا ہے کہ فرماتے ہیں مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں...... الفتح الربانی ص۲۴۶۔ اگر یہ صحیح ہے تو مصنف دھاکہ نے جس طرح ص۲۴ پر اعلیٰحضرت پر فرائض اسلام کو فروعات قرار دینے کا فتویٰ لگایا تھا اسی طرح یہاں بھی حضور غوث اعظم قدس سرہ پر نوافل کو فرض کا درجہ دے کر معاذ اللہ دین میں مداخلت کا فتویٰ لگانا چاہیے تھا کیونکہ مصنف دھاکہ کے اپنے دماغ کی الٹی سوچ سے ایسا نتیجہ برآمد ہوتا ہے حضور غوث پاکؓ کے ارشادات مبارکہ کو یہ جاہل عنید کیا سمجھے مشائخ کا نوافل کو فرض کی سی اہمیت سے پڑھنا اس کے لئے بھی یکسوئی اور مخصوص حالات درکار ہیں بہرحال ترک نوافل پر کسی کو ملامت نہیں کی جا سکتی (مجموعہ فتاویٰ جلد اول ص۲۳۷ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی اور در مختار) الغرض یہ بعض مخصوص حالات کی باتیں ہیں نہ اس کی عام اجازت نہ ہر شخص کو نوافل چھوڑنے کی ترغیب۔

اور دیکھئے مصنف دھاکہ اپنے اسی ص۸۲ پر لکھتا ہے۔ "آپ (اعلیٰحضرت) کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم نواب کلب علی خاں والیٔ رامپور کے مشیروں میں سے تھے۔ (حوالہ ندارد) نواب کلب علی خاں انگریزوں کے نہایت معتمد اور وفادار ساتھی تھے۔ رامپور کے مولانا عبدالعلی صاحب سے بھی جو مولانا احمد رضا خاں کے استاد تھے دستار فضیلت اپنے والد مرحوم سے لی تھی انہی عنایات کا نتیجہ تھا کہ اعلیٰحضرت نے جب فتوے کا قلمدان سنبھالا تو انگریزی عہد کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا فرماتے ہیں۔

"ہندوستان بفضلہ تعالیٰ دارالاسلام ہے"۔ (احکام شریعت ۲۔ ص۱۵۱)

بھلا اس کا کیا مطلب ہوا کہ وہ اس کا رشتہ دار تھا اور وہ اس کا رشتہ دار تھا اور وہ اس کا مشیر تھا اور وہ اس کا وفادار تھا۔ کیا تیس پہلے برصغیر کے تمام ہی لوگ مسلمان۔ ہندو۔ سکھ۔ عیسائی انگریزی حکومت کے ماتحت نہ

تھے۔بانیٔ پاکستان محمد علی جناح سے لیکر آج تک چھوٹے بڑے تمام لیڈر اور علماء انگریزی حکومت کے باشندے تھے کیا یہ سب انگریز کے وفادار ہو گئے؟ وفادار تو وہی کہلائے گا جو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی طرح چھ سو روپے ماہوار حاصل کرے گا ملاحظہ ہو (مکالمۃ الصدرین)، باقی رہا دارالاسلام کہنے کا معاملہ تو نہ صرف مصنف دھاکہ بلکہ دیوبندی طائفہ کے چھوٹے موٹے مقررین ومؤلفین جو (احکام شریعت ۲- ص۱۵۱ کا حوالہ رٹے پھرتے ہیں کان کے پردے کھول کر سن لیں اور دوربین کے شیشہ والی عینک لگا کر پڑھ لیں: سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ نے ہندوستان کو دارالاسلام کہہ کر کوئی جرم نہیں کیا۔اگر یہ جرم ہے تو مولانا عبدالحی فرنگی محل لکھنؤ، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی حسین احمد مدنی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بھی اس معاملہ میں اعلیحضرت کے شریک جرم ہیں۔مصنف دھاکہ کو معلوم ہونا چاہیئے فتویٰ کے نوک پلک کا سمجھنا آپ کے مبلغ علم سے کوسوں دور ہے۔آپ کیا جانیں دارالحرب کسے کہتے ہیں دارالاسلام کسے اور کب دارالحرب ہوتا ہے اور کب دارالسلام، یہ ایک مفصل بحث کو چاہتا ہے صرف اعلیحضرت ہی نہیں مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ بلادِ ہند کہ در قبضۂ نصاریٰ اند دارالاسلام ہستند۔ اگرچہ درانہا احکام کفرۂ جاری اند، مع ہذا احکام اسلام ہم خصوصاً اصول وارکان اسلام جاری اند۔" (مجموعہ فتاویٰ جلد اوّل)

اکابر دیوبند کے مربی محترم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے بعض دارالحرب کہتے ہیں بعض دارالاسلام اس میں بندہ فیصلہ نہیں کرتا۔"

(ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ ص۴۶ و فتاوی رشیدیہ ص۱۶۲)

مولوی حسین احمد صاحب صدر مدرسہ دیوبند سفرنامہ شیخ الہند ص۱۶۶ پر لکھتے ہیں۔

"ایک شخص نے مولانا محمود الحسن دیوبندی سے پوچھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مولانا محمود الحسن نے فرمایا کہ علماء نے اس میں آپس میں اختلاف کیا ہے۔اس نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے۔مولانا نے کہا میرے نزدیک دونوں صحیح کہتے ہیں۔"

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی تذکیر الاخوان میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے تو پھر صرف اعلیحضرت قدس سرہ پر اعتراض کا کیا معنیٰ؟ مصنف دھاکہ نے ہر بات کو حقیقت کے برعکس پیش کیا۔ دیوبندیوں وہابیوں کی انگریز پرستی پر مفصل لکھا جاسکتا ہے لیکن یہاں اختصار مانع ہے۔

بریلی شریف میں انگریزی حکام خوفزدہ تھے

"مئی ۱۸۵۷ء کے دوسرے ہفتے میں جب دیگر مقامات کی وحشت ناک خبریں بریلی پہنچیں تو انگریزی حکام بہت خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال کو احتیاطاً ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو نینی تال پہنچا دیا۔"

(کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی ص۵۰)

انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت خلاف قانون

ایسے حالات میں جب کہ متحدہ ہند کے مسلمان انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت اور علم جہاد بلند کر رہے تھے۔ دیوبندی مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی تقریر کے لئے بریلی پہنچے۔سوانح نگار لکھتا ہے۔

"۲۲-مئی (۱۸۵۷ء) کو نماز جمعہ کے بعد (دیوبندی) مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس

میں بتایا کہ حکومت (برطانیہ) سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے ..... اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگادی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے اگر کوتوال شہر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر مولانا (نانوتوی) بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

(کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی صہ ۵۰-۵۱)

« مولانا محمد احسن بریلی سے آنولہ آئے حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رامپور کے صاحبزادے حکیم ولایت علی صاحب کے پاس ٹھہرے پھر وہاں سے رامپور (افغاناں) ہو کر نانوتہ پہنچے » (صہ ۵۵) یہ اسی ریاست رامپور کے صاحبزادے ہیں جن کے والد کو مصنف دھماکہ نے صہ ۴۲ پر انگریزوں کے نہایت معتمد اور وفادار ساتھی لکھا ہے۔ مولوی محمد احسن نانوتوی نے ان ہی کے پاس قیام کیا۔

مدرسہ دیوبند مخالف سرکار (برطانیہ) نہیں بلکہ موافق و معاون سرکار ہے

«۳۱- جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ (دیوبند) کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔

«جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے۔ وہ یہاں (مدرسہ دیوبند) میں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کر رہا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے »

(کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی صہ ۲۱۷)

اب مصنف دھماکہ خود بتائے کہ انگریز پرست اور انگریز کا ایجنٹ کون

تھا؟

یاد رہے کہ کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی کا تعارف صہ ۱ پر سابق مفتی اعظم مدرسہ دیوبند مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے لکھا ہے

مصنف دھماکہ کے طرز استدلال پر حیرت ہوتی ہے کوئی باشعور مصنف تو کیا بقائمی ہوش و حواس عامی آدمی بھی ایسی باتیں نہیں کرتا۔ مصنف دھماکہ لکھتا ہے اس وقت کے سیاسی لیڈر آپ کو انگریزوں کا طرفدار سمجھتے تھے۔ کاٹھیاواڑ کی تاریخ ایجوکیشنل مسلم کانفرنس میں شمولیت اور مالی امداد کرنے کو جن اسّی بریلوی علماء نے حرام قرار دیا تھا اس میں سرفہرست مولانا احمد رضا خاں اور مولانا دیدار علی شاہ صاحب کے دستخط ثبت تھے۔ (دھماکہ صہ ۹۲) اس کے ثبوت میں حوالہ موجود ہی نہیں۔ بہر حال اس وقت کے مغربیت زدہ شکل و صورت کے اعتبار سے خود انگریز پرست انگریزی فرنگی طرز تہذیب کے دلدادہ سیاسی لیڈر جو ذہنی فکری طور پر خود انگریز خبیث کی غلامی میں مبتلا تھے کس منہ سے اعلیحضرت جیسے عاشق صادق اور متبع سنّت شریعت بزرگ پر انگریز کی طرفداری کا الزام عائد کر سکتے ہیں۔ اور کریں بھی تو اس کی کیا حقیقت؟ مصنف دھماکہ گواہی بھی لایا تو شکل و صورت کے اعتبار سے فرنگی و مغربی تہذیب کے حامل فاسق و فاجر سیاسی لیڈروں کی جن کی شہادت شرعاً معتبر ہی نہیں اور نہ وہ شرعی گواہی کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔

مصنف دھماکہ آگے چل کر لکھتا ہے۔ « مولانا احمد رضا خاں نے مارہرہ کے نامور بزرگ شاہ آل رسول سے ۱۲۹۴ھ میں بیعت کی۔ آپ کو اسی سال خلافت ملی۔ آپ کے خلفاء میں دونوں صاحبزادے۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ مولانا عبد العلیم صدیقی والد شاہ احمد نورانی۔ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت اور مولانا عبد الباری نے لکھنؤ میں خدام الحرمین کے نام سے جماعت قائم کی اور آل سعود کی مخالفت میں نمایاں کام کیا۔ لوگ آپ کو بُدھو میاں کہتے تھے۔ آپ آلِ سعود کی مخالفت

کرتے تھے مگر گاندھی کی حمایت میں بہت پیش پیش تھے۔ برہمچاری آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ ؎

بدھو میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں
گو مشتِ خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

یہ ہے ہاتھ کی صفائی اور کاریگری کی انتہا ایک درجن کے لگ بھگ دعوے سرڈالے اور دھوکہ دینے کے لئے حوالہ کے طور پر صہ۱۸ لکھ دیا۔ گویا یہ ساری باتیں صہ۱۸ پر ہیں۔ حالانکہ صہ۱۸ پر صرف ایک شعر ہے۔ نہ یہ ہے کہ مولانا عبد الباری اعلیٰحضرت کے خلیفہ تھے نہ آل سعود کی مخالفت کا ذکر نہ کچھ اور۔ اگر کوئی یہ سب کچھ سوانح اعلیٰحضرت صہ۱۸ پر دکھا دے تو ایک ہزار روپیہ انعام حاصل کر سکتا ہے۔

مولانا مفتی عبدُ الباری لکھنوی صحابی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اُن کی مخالفت کرنا تو مصنف دھماکہ کے لئے روا ہے لیکن آل سعود کی مخالفت حرام و گناہ ہے۔ بلاشبہ مولانا ابتداء میں کانگریس کے ہمنوا رہے اور گاندھی کی آندھی کی لپیٹ میں آگئے تھے۔ لیکن اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مؤاخذہ پر انہوں نے رجوع فرما کر باقاعدہ اپنا توبہ نامہ بھی شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو (حیات صدر الافاضل صہ۱۳۷)

یہ بھی عجیب بات ہے کہ مصنف دھماکہ کو مولانا فرنگی محلی پر برہمچاری سہسوانی کا مذکورہ بالا شعر اور مولانا فرنگی محلی کی گاندھی کی حمایت تو یاد ہے لیکن اکابر دیوبند مولوی حسین احمد صدر مدرسہ دیوبند امیرِ شریعت دیوبندیہ عطاء اللہ بخاری صاحب ابو الکلام آزاد کی کانگریس پرستی و گاندھیت نوازی یاد نہیں۔ کیا مصنف دھماکہ کو یاد نہیں کہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے صدر دیوبند حسین احمد صاحب کے متعلق کہا تھا۔

؎ عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ،
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است (ارمغانِ حجاز)

اور بابائے صحافت مولوی ظفر علی نے کہا تھا۔

حسین احمد سے کہتے خذف ریزے مدینے کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگم کے موتی پر،
(چمنستان صہ۱۷۱)

اور ان ہی مولوی ظفر علی صاحب نے دیوبندی احراری پارٹی اور اس کے امیر شریعت عطاء اللہ بخاری کے متعلق کہا تھا۔

؎ ہندؤں سے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
بلکہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے
پانچ ٹکوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
تو سبب یہ ذلت اسی طبقۂ غدار سے ہے

معلوم نہیں یہ سب کچھ مصنف دھماکہ کو کیوں نظر نہیں آتا۔ اور کچھ بس نہیں چلا تو بہر عنوان اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے یہی لکھ مارا کہ مسند تدریس کے لحاظ سے مولانا احمد رضا خاں کی کوئی خدمات نہیں۔ اختلافی مسائل کے چند رسائل چھوڑ کر کسی فن اور کسی علم میں آپ کی کوئی عربی تصنیف نہیں۔ آپ نے جن علماء کی مخالفت کی ان کی علم حدیث پر تصنیفات کئی کئی جلدوں میں ملتی ہیں آپ کی زندگی زیادہ تر فتوے لگانے میں گذری۔ (دھماکہ صہ۹۲)

ایسا کوئی اندھے پن کی بناء پر ہی کہہ سکتا ہے۔ آج پاکستان میں مرکزی دار العلوم

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد - دار العلوم امجدیہ کراچی - مدرسہ انوار العلوم ملتان دار العلوم حزب الاحناف لاہور - جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر - جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد - جیسے مرکزی دینی مدارس سے اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ہی کی سندِ حدیث دی جاتی ہے۔ سیدنا اعلیحضرت قدس سرہٗ نے اگرچہ درس و تدریس کا کام مختصر مدت فرمایا لیکن اس دوران آپ نے ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب بہاری، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب، مولانا مولوی نواب سلطان احمد صاحب - مولانا حاجی سید نور احمد صاحب چاٹگامی - مولانا علامہ عبد الاحد صاحب پیلی بھیتی - علامہ مولانا سید عبد الرشید صاحب عظیم آبادی - مولانا شاہ غلام محمد صاحب بہاری - حضرت مولانا علامہ سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی - امام العلماء حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ علامہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی وغیرہم جیسے جلیل القدر وجید علماء کو تیار فرمایا۔ آج کے دور میں ہزاروں علماء ان حضرات کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور ان کے دم سے سینکڑوں مدارس دینیہ آباد ہیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی - لیکن آپ کے خلفاء کرام اور تلامذہ میں سے صدر الصدور صدر الشریعۃ مولانا علامہ ابو العلی محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی صدر المدرسین مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف وجامعہ عثمانیہ اجمیر شریف وحضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد - ملک العلماء مولانا علامہ سید محمد ظفر الدین صاحب بہاری - علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوریٰ قدست اسرارہم جیسے بلند پایہ مدرسین اور استاذ الاساتذہ نے درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے - اور دنیا نے ان کی تدریسی خدمات کا لوہا مانا - اعلیحضرت امام اہلسنت کی تالیفی خدمات سے ایک دنیا فیض یاب ہو رہی ہے - مشرق سے غرب تک کے اہل علم و تدقیق آپ کی تالیفات عالیہ سے استفادہ کر رہے ہیں - بہرہ ور ہو رہے ہیں - آپ نے پچاس مختلف علوم میں ایک ہزار سے زائد کتب

تصنیف فرمائیں - ترجمہ قرآن مجید - فتاویٰ رضویہ - الدولۃ المکیہ - سبحان السبوح الامن والعلیٰ - حیات الاموات جیسی عظیم تصانیف سب کے سامنے ہیں - علم تفسیر میں (۱) الزلال الانقیٰ عن بحر سفینۃ اتقیٰ (عربی) (۲) حاشیہ تفسیر بیضاوی (۳) حاشیہ عنایت القاضی (عربی) (۴) حاشیہ معالم التنزیل (عربی) (۵) حاشیہ تفسیر خازن (عربی) حاشیہ الدر المنثور (عربی) اور علم حدیث میں (۱) الروض البہیج فی اداب التخریج (عربی) (۲) مدارج طبقات الحدیث (عربی) (۳) حاشیہ بخاری (عربی) (۴) حاشیہ مسلم (عربی) (۵) حاشیہ ترمذی (عربی) (۶) حاشیہ نسائی (عربی) (۷) حاشیہ ابن ماجہ (عربی) (۸) حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر (عربی) (۹) حاشیہ مسند امام اعظم (عربی) (۱۰) حاشیہ مسند امام احمد (عربی) (۱۱) حاشیہ طحاوی (عربی) (۱۲) حاشیہ سنن دارمی (عربی) (۱۳) حاشیہ خصائص کبریٰ (عربی) (۱۴) حاشیہ کنز العمال (عربی)

ان کے علاوہ تقریباً ۷۰۳ کتابیں اور جن کی تفصیل بتانے میں اختصار مانع ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ ان میں سے زیادہ تر کتب تاحال شائع نہ ہو سکیں وجہ ظاہر ہے کہ مخالفین اہلسنّت کی طرح نہ سرکار برٹش کی مالی امداد حاصل تھی نہ کانگریس کا تعاون حاصل تھا۔ مصنف دھاکہ کو معلوم ہی نہیں کیا ہو چکا ہے اور کیا ہو رہا ہے وہ اپنی جاہل قوم کا وہمی خیالی باتوں سے دل بہلانا چاہتا ہے۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی عمر شریف فتویٰ دینے میں بسر ہوئی - یہ ایک سعادت ہے بلاشبہ اہل علم ہی کوئی فتویٰ دے سکتا ہے - اعلیحضرت نے جو فتاویٰ دیئے انہیں عرب و عجم کے اکابر علماء و فقہاء و محدثین کی تائید و حمایت حاصل ہے۔

مصنف دھاکہ اپنے کتابچہ کی ضخامت بڑھانے کے لئے لکھتا ہے - آپ (اعلیحضرت) نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے ایک وصیت کی جس میں عمدہ عمدہ کھانوں کی ایک عجیب فہرست ترتیب دی اور ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی - صاحبزادہ حامد رضا خاں نے نماز جنازہ پڑھائی - آپ کو ایک گلی میں دفن کیا گیا جہاں دُور دراز سے آنے والے کئی سفتوں پھول ڈالتے رہے - مصنفِ دھاکہ

کو معلوم ہونا چاہیئے اعلیحضرت نے اس فہرست میں جو کھانے لکھوائے وہ حلال وطیب ہیں اور وہ زاغ معروفہ اور کچھوؤں سے بڑھ کر عجیب نہیں جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی مرغوب غذا تھی۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ۔

بتائیے اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے کہ حجۃ الاسلام صاحبزادہ مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یا آپ کو فلاں جگہ دفن کیا گیا اور دور دراز سے آنیوالے عقیدتمند کئی ہفتوں تک پھول ڈالتے رہے۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ جس طرح لاہوری فرقے کے مرزائی مرزا غلام احمد کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ بریلوی مذہب والے مولانا احمد رضا خاں کو مجدد مانتے ہیں (الخ) مصنّف دھماکہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مجدد تو اکابر علماء عرب وعجم اور دنیا بھر کے فقہاء ومشائخ کرام نے مانا ہے۔ مجدد ماننا کوئی گناہ نہیں کوئی کفر نہیں البتہ کسی کو نبی ورسول ماننا واقعی کفر ہے۔ اہل سنّت نے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ کی طرز پر کوئی کلمہ اور اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی کی طرز پر کوئی درود گھڑنے اور پڑھنے کو متبع سنّت ہونیکی دلیل قرار نہیں دیا۔ مصنّف دھماکہ نے یہ تو دیکھ لیا کہ بریلوی اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو مجدد مانتے ہیں جس طرح لاہوری فرقے کے مرزائی مرزا غلام احمد نبی ورسول مانتے ہیں دیوبندی مذہب والے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو نبی ورسول مان کر انہیں متبع سنّت قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ الامداد صفر المظفر ۱۳۳۶ھ صہ ۳۵)

مصنّف دھماکہ لکھتا ہے۔ "مولانا احمد رضا خاں جب سوتے تو اپنی ٹانگوں کو پیٹ سے اس طرح فاصلے پر رکھتے کہ سونے کی حالت میں بدن لفظ محمد کی شکل اختیار کرے۔ آپ کے ایک مرید ایوب علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ اس انداز استراحت سے اعلیحضرت کی غرض غالبًا یہ ہوگی کہ جسم لیٹنے کی حالت میں شکل محمد اختیار کر لے اور اگر روح پرواز کرے تو ایک ایسی شکل پر

پرواز کرے جو محبوب وپسندیدہ ہے۔ (سوانح اعلیحضرت صہ ۱۴۲) افسوس آپ کے لواحقین نے آپ کو آخری نیند میں اس شکل پر نہ رہنے دیا اور وفات کے بعد ٹانگیں سیدھی کر دیں اور صحیح طریقے پر آپ کو قبر میں لٹا دیا۔"

(دھماکہ صہ ۸۴)

مصنّف دھماکہ کو کیا اتنا بھی معلوم نہیں کہ سونا اور وصال کرنا ایک بات نہیں اور وصال کے بعد قبر میں اتارنے کے مسنون طریقے کتب احادیث میں مذکورہ ہیں۔ اگر مصنّف دھماکہ کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا تو ایسی جلی بھنی باتیں کیوں کرتا۔ بہرحال ہم مصنّف دھماکہ سے اعلیحضرت کے اپنے الفاظ میں یہ کہیں گے۔

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

مصنّف دھماکہ کی خرافات ولغویات کی روح ان الفاظ پر آکر قبض ہوتی ہے۔ "آپ کی مجددیت اور کار تجدید سے امت کو کہاں تک فائدہ پہنچا اور اس سے اس صدی میں جس کے آپ مجدد تھے کہاں تک برکتیں پھیلیں اس کے لئے ہم آپ کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۱۹۴۸ء) کے اس فیصلے پر اکتفا کرتے ہیں موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت میں اعلیٰ نظر آتے تھے۔ ان میں دیانت داری بھی تھی اور غیرت اسلامی بھی۔ دنیا میں ان کا وقار بھی تھا اعتبار بھی۔ رعب وہیبت بھی، قوت وشوکت بھی، کفار ان کے رعب سے کانپتے تھے۔ (الطیب البیان صہ ۱) الخ

مصنّف دھماکہ بتائے خلیفۂ اعلیحضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے کون سی بات غلط فرمائی ان کا مقصد تو یہ ہے کہ موجودہ صدی سے قبل مدرسہ دیوبند نہ تھا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی اشرف علی تھانوی پیدا نہ ہوئے تھے۔ تقویۃ الایمان۔ تحذیر الناس براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان جیسی گمراہ کن کتابوں کا وجود نہ تھا۔ اس صدی سے

قبل کوئی مسلمان کہلانے والا عالم انگریزوں کا تنخواہ دار اور ہندو کانگریس کا وظیفہ خوار نہ تھا۔ اور اس صدی میں یہ سب کچھ ہے اس لئے یہ حالت ہے۔
صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی یہ شہادت سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے خلاف نہیں۔ انہوں نے اطیب البیان میں امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا بلکہ ایک عام حقیقت بیان کی ہے۔ مصنف دھاکہ خود سمجھتا ہے اور بے تکی باتوں سے دوسروں کے لئے دھوکہ ومغالطہ کا باعث بنتا ہے اور کیوں نہ ہو دھاکہ کا مقصد ہی دھوکہ ہے

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً نجدیت کی اس وبا سے

نقلِ کفر کفر نباشد

مصنفِ دھاکہ نے اپنے کتابچہ کے سرورق کے آخری صفحہ پر العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ صہ ۲۳۵ کی ایک عبارت ابتدائی الفاظ کاٹ کے یوں نقل کی ہے۔

"اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جس کا بہکنا۔ بھولنا۔ سونا۔ اونگھنا۔ غافل رہنا۔ ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا۔ سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا۔ پینا۔ پیشاب کرنا۔ پاخانہ پھرنا۔ ناچنا۔ تھرکنا۔ نٹ کی طرح کھلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا۔ لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا۔ کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ۔ بھرنے کا پیٹ۔ اور مردی اور زنی کی علامتیں آلہ تناسل اور شرمگاہ) بالفعل رکھتا ہے صمد نہیں جو غذا رکھکل ہے سبوح وقدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے۔ ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کرسکتا ہے اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے بلکہ ماں باپ سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا اور سمٹتا ہے بربھاکی چوسکھ ہے۔"

اس عبارت کو مصنف دھاکہ نے اس انداز سے پیش کیا ہے کہ گویا یہ اعلیٰحضرت امام اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ میں اس عبارت کی ابتدا یوں فرمائی ہے۔

"وہابیہ کس کس کو خدا مانتے ہیں ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔"

مصنف دھاکہ پہلی عبارت چٹ کر گئے اور ایسی ترتیب سے اس عبارت کو نقل کیا کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے حالانکہ اعلیٰحضرت نے یہ صفات وہابیہ کے خدا کے بیان فرمائے ہیں اور اس میں وہابیہ کی کتابوں کے حوالے نقل فرمائے ہیں۔ جن کو مصنف دھاکہ نے دھوکہ کے خلاف سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور حتیٰ کہ ابتدائی الفاظ کو کاٹ دیا۔ بہر حال اعلیٰحضرت نے جو عقیدے گنائے وہ وہابیہ کے خدا ہیں یعنی وہابیہ ایسے خدا کو مانتے ہیں اور یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں بلکہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب کی ایک تقویۃ الایمان کی ایک کتاب یک روزی صہ ۱۴۵ سے لیا ہے۔ مولوی اسمٰعیل نے امکان کذب باری تعالیٰ پہ دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ ایک فرقہ معتزلہ سے سیکھ کر یہ دلیل دی۔ "جھوٹ نہ بولنے کو اللہ کے کمالات سے گنتے ہیں اس سے اس کی مدح کرتے ہیں اور صفت کمال یہی ہے کہ کذب پہ قدرت ہوتے ہوئے بلحاظ مصلحت اس کی آلائش سے بچنے کے لئے چھوڑ دے۔"

دوسری دلیل یہ دی۔ "اکثر آدمی جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے۔" (یک روزی صہ ۱۴۵)

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے مذکورہ نقائص اس مردود عقیدہ اور ملعون مغالطہ کی بنا پر ارقام فرمائے اور ان کے بیان سے ایسے بد عقائد کی مذمت اور رد وابطال مقصود ہے نہ کچھ اور ظاہر ہے کہ انسان یا حیوان مذکورہ بالا افعال قبیحہ پر قادر ہے تو اس کا معبود بھی یہ سب باتیں کر سکے تو خدا ورنہ قدرت

انسان وحیوان سے گھٹ جائے۔ بتائیے امام اہلسنّت نے اپنی طرف سے معاذاللہ خدا تعالیٰ پر کیا بہتان باندھا اور وہابیہ پر کون سی ان ہوئی قیامت ڈھائی جو شرافتِ انسانی کے نام پر باحیا انسانوں سے دردمندانہ اپیل کی نوبت آئی۔ اس بات کا تو اس بحث کی پہلی سطر میں مصنّف دھماکہ نے خود اعتراف کیا ہے۔ لکھتا ہے۔" بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا نے شاہ اسماعیل شہید کے ذمّہ خدا کا یہ تصور لگایا ہے۔ جب یہ تسلیم ہے تو پھر یک روزی" صفحہ ۱۴۵ دیکھ لیجئے۔ اسماعیل دہلوی کے عقیدہ کا یہی مفہوم ہے یا نہیں؟ باقی رہی مزے مزے لے کر بات بڑھانے کی بات تو اس کا مرتکب تو خود مصنّف دھماکہ بھی ہوا ہے۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ کی بریکٹ بند محولہ بالا عبارت کی پانچویں سطر میں (آلۂ تناسل اور شرمگاہ) ایجادِ بندہ ہے یا نہیں ہے؟ مصنّف دھماکہ کے اپنے ہی الفاظ میں افسوس کہ انہوں (مصنّف دھماکہ) نے اس باب میں ذاتِ کبریا جل وعلا کا بھی لحاظ نہ کیا وہ کچھ کہہ گئے ہیں جن کے ذکر سے زبان لرزتی اور قلم رکتا ہے۔

حرفِ آخر

ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ مصنّف دھماکہ کی ایک ایک خیانت اور بے ایمانی کا طلسم توڑا۔ اور جعلسازیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ دھماکہ ایک بہت بڑا دھوکہ اور اس دور کا سب سے بڑا فراڈ تھا۔ قارئین کرام سے ہم یہ استدعا کریں گے کہ وہ دھماکہ اور زیرِ نظر کتابچہ کے دلائل کا دیانت داری اور حقیقت پسندی سے موازنہ کریں۔ حوالہ جات کی اصل کتابوں سے مطابقت کریں۔ مصنّف دھماکہ کے جوڑ توڑ کی قلعی خود بخود کھل جائے گی۔ ہمارے لئے یہ لمحہ نہایت فرحت و مسرّت کا لمحہ ہے مقامِ شکر ہے کہ ہم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے محبوب نبی اکرم رسول محترم نورمجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ عنایت اور سرکار اعلیحضرت مجددِ اعظم دین وملّت تاجدارِ اہلسنّت مولانا عبدالمصطفےٰ

علامہ الامام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم مبارک کی بھیک کے صدقہ میں دھماکہ کی ایک ایک بات ایک ایک حوالہ کا جواب دیا ہے۔ مصنّف دھماکہ اور کوئی بھی منصف مزاج قاری یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں بات کا جواب رہ گیا ہے جبکہ مصنّف دھماکہ نے اپنے زعمِ باطل میں دھماکہ کو مولانا ارشد القادری مدظلہٗ کی شہرۂ آفاق کتاب "زلزلہ" کا جواب ظاہر کرنے کے باوجود اس کے دلائل اور حوالہ جات کو چھوا تک بھی نہیں ہم یہ کتاب اکابرین دیوبند ونجد کو بطورِ خاص بھجوا رہے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہے تو ہماری درخواست یہ ہوگی کہ جس طرح ہم نے ہر بات کا مدلّل ومحقق جواب دیا ہے اسی طرح ہماری جملہ معروضات کا مدلّل ومحقق جواب دیا جائے۔ مولیٰ عزّوجل اس حقیر محنت کو قبول فرما کر مقبول خاص وعام فرمائے۔ دُعا ہے کہ مسلمانانِ عالم رہبر و رہزن میں تمیز کریں اور ایمان کی دولت دین کی ثروت کی حفاظت کریں۔ اعداءِ دین کی عیاریوں مکاریوں سے اپنے ایمان کو بچائیں اور خاتمہ ایمان واسلام پر ہو۔

نسأل اللہ تعالیٰ ان یدیمنا علی الایمان والسنۃ ویختم لنا علی دینہ الحق لعظیم المنۃ ید خلنا بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم فرادیس الجنۃ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد سید الانس والجنۃ وعلی الہ وصحبہ واھلہ وحزبہ اجمعین۔ والحمد للہ رب العلمین ۰

محمد حسن علی رضوی بریلوی

خادم مدرسہ حنفیہ غوثیہ انوار رضا اہلسنّت

میلسی۔ ضلع ملتان شریف